بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تین برگزیدہ شخصیتیں

مفتیِ اعظم ☆ حافظِ ملت ☆ مجاہدِ ملت

مؤلف

یٰسٓ اختر مصباحی

بانی وصدر **دارالقلم**، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

بانی رکن **المجمع الاسلامی**، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

رابطہ کا پتہ

دارالقلم، 66/92 قادری مسجد روڈ

ذاکر نگر (جوگا بائی ایکسٹینشن) نئی دہلی ۲۵

فون نمبر: 011-26986872

فیکس نمبر: 011-26987184

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلۂ مطبوعات (۳)

جملہ حقوق بحقِ مؤلف وبحقِ دارالقلم محفوظ

نام کتاب	:	تین برگزیدہ شخصیتیں
مؤلف	:	یٰسٓ اختر مصباحی
طبع اول	:	۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء، دہلی
طبع دوم	:	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء، کراچی (پاکستان)
طبع سوم	:	۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء، دہلی
طابع وناشر	:	دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵
صفحات	:	دوسو آٹھ (۲۰۸)
قیمت	:	پچاس روپے (-/50)
کمپوزنگ	:	رضوی کمپیوٹر پوائنٹ، جامع مسجد دہلی

فون نمبر: 011-23264524,55393370

رابطہ کا پتہ

دارالقلم، 66/92 قادری مسجد روڈ

ذاکر نگر (جوگا بائی ایکسٹینشن) نئی دہلی ۲۵

فون نمبر: 011-26986872

فیکس نمبر: 011-26987184

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

بنام: سادات ومشائخِ اہل سنت

(۱) حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی، وصال: ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء

(۲) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی، وصال: ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

(۳) حضرت سید عبد الصمد مودودی چشتی، وصال: ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

(۴) حضرت سید دیدار علی محدث اَلورِی، وصال: ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء

(۵) حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی، وصال: ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

(۶) حضرت سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی، وصال: ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء

(۷) حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، وصال: ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

(۸) حضرت سید ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن برکاتی مارہروی، وصال: ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۷ء

(۹) حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی، وصال: ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء

(۱۰) حضرت سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی، وصال: ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

(۱۱) حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی مارہروی، وصال: ۱۳۱۶ھ/۱۹۹۵ء

عقیدت کیش: یٰس اختر مصباحی

۶؍صفر المظفر ۱۴۲۷ھ، ۷؍مارچ ۲۰۰۶ء

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تہدیہ

بخدمت: -علماء واکابرِ اہل سنت

(۱) حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی، وصال: ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء

(۲) حضرت مولانا عبد القادر قادری برکاتی بدایونی، وصال: ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء

(۳) حضرت مولانا احمد حسن کان پوری، وصال: ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء

(۴) حضرت مولانا ہدایت اللہ جون پوری، وصال: ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء

(۵) حضرت مولانا احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی، وصال: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

(۶) حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، وصال: ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء

(۷) حضرت مولانا حامد رضا قادری برکاتی بریلوی، وصال: ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

(۸) حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی، وصال: ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء

(۹) حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، وصال: ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء

(۱۰) حضرت مولانا سید محمد محدث اشرفی کچھوچھوی، وصال: ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

(۱۱) حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی، وصال: ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء

نیازمند: یٰس اختر مصباحی

۶؍صفر المظفر ۱۴۲۷ھ، ۷؍مارچ ۲۰۰۶ء

فہرست

کچھ یادیں، کچھ باتیں

مفتیِ اعظم

مفتیِ اعظم کی جامعِ کمالات شخصیت ۹
مفتیِ اعظم کا عشقِ رسول ۳۷
مفتیِ اعظم کا بے مثال تقویٰ ۴۴
آفتاب ولایت کا غروب ۵۳
مفتیِ اعظم اور الملفوظ ۶۲
مفتیِ اعظم ہند کا جشن صد سالہ ۱۰۳

حافظِ ملت

حافظ ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ۱۰۹
حافظ ملت ایک انقلاب آفریں شخصیت ۱۴۳
حافظِ ملت ایک کثیر التلامذہ شخصیت ۱۶۰

مجاہد ملت

مجاہد ملت کا آئینۂ حیات ۱۶۷
مجاہد ملت کی ولولہ انگیز فکری و عملی قیادت ۱۷۱

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....3

کچھ یادیں، کچھ باتیں

چودھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جو دینی و علمی شخصیات ہندستان کی مذہبی فضا پر چھائی ہوئی تھیں اور جن کی زیارت وملاقات کا شرف اور استفادہ واکتساب فیض کا قیمتی موقع راقم سطور کو بار بار حاصل ہوا۔ان میں یہ تین اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

(۱) مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی قدس سرہٗ۔متوفی ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۱ء

(۲) حافظ ملت مولانا الشاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (ہند) متوفی ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء

(۳) مجاہد ملت مولانا الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری بانی جامعہ حبیبیہ الہ آباد (یوپی) متوفی ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء

غالباً ۱۹۶۲ء کی بات ہے۔ مدرسہ ضیاء العلوم خیر آباد ضلع اعظم گڑھ (یوپی، انڈیا) میں ابتدائی تعلیمی مراحل سے گذر رہا تھا۔قریب کی ایک آبادی بھیرولید پور ضلع اعظم گڑھ میں ایک جلسہ کو خطاب کرنے کے لئے حافظ ملت علیہ الرحمۃ تشریف لائے۔وہیں پہلی مرتبہ آپ کی زیارت ہوئی۔اور پھر نہ جانے کتنی مرتبہ یہ سعادت نصیب ہوئی۔اس کے بعد تلمذ وکفش برداری کا شرف بھی حاصل ہوا۔

دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے زمانۂ طالب علمی میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے، خدمت کرنے اور فیض اٹھانے کے جو مواقع میسر آئے اور پھر جنوری ۱۹۷۴ء سے اپریل ۱۹۸۲ء تک اشرفیہ مبارکپور میں تدریس کی جو مدت گذری اسے میں اب تک کی تعلیمی زندگی کا جب سے گراں قدر دور سمجھتا ہوں۔

دسمبر ۱۹۷۳ء کی بات ہے کہ بلیا سے بذریعہ ٹرین بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی اور حضرت قاری محمد یحییٰ مبارک پوری اندارہ ریلوے اسٹیشن ہوتے ہوئے مبارکپور

کا سفر کر رہے تھے۔ اندارہ ہی میں انہیں مولانا علاء الدین ادروی مل گئے۔ ان کے ذریعہ ان حضرات نے مجھے تحریری حکم (بقلم حضرت قاری محمد یحییٰ) بھجوایا کہ آپ فوراً مبارکپور پہنچیں۔ میں تعمیلِ حکم میں مبارکپور پہنچا۔ حضرت مفتی عبد المنان اعظمی اور حضرت قاری صاحب مجھے اپنے ساتھ لے کر حافظ ملت کی درسگاہ (واقع دارالعلوم اشرفیہ قصبہ مبارکپور) کی طرف چلے۔ ابھی دروازہ تک ہی پہنچے تھے کہ اتفاقاً حافظ ملت اپنے کمرہ سے باہر نکل رہے تھے۔ میرے سلام ودست بوسی اور اپنے جواب ودعاء کے بعد بغیر کسی تمہید کے آپ نے یہ جملے ارشاد فرمائے جو میرے لئے پروانۂ تقرری بن گئے۔

''قد، لباس اور عمر سے کچھ نہیں ہوتا۔ صلاحیت سے سب کچھ ہوتا ہے۔ آپ آیئے اور جم کر پڑھایئے''۔

اشرفیہ مبارکپور سے میری تعلیمی فراغت ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں ہوئی تھی۔ ۱۳۹۰ھ میں عربی مدارس کے تعلیمی آغاز کے موقع پر ماہ شوال میں خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ نے اپنے دارالعلوم غریب نواز الہ آباد میں تعلیم وتدریس کی مجھے خدمت سپرد کی۔ اور حسن اتفاق سے اس سال کے جلسہ میں سید العلماء حضرت مولانا الحاج سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء) کو مدعو کیا۔ آپ تشریف لائے۔ اور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ سے ملاقات کے لئے جامعہ حبیبیہ (دریاباد، الہ آباد) پہنچے۔ حضرت نظامی صاحب نے مجھے شام کے وقت جامعہ حبیبیہ بھیجا کہ آپ جا کر حضور سید العلماء کو وہاں سے دارالعلوم غریب نواز لائیں۔

دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے لئے قصبہ سے باہر وسیع وعریض زمین خرید کر عظیم الشان دینی درسگاہ کی بنیاد ڈالنے اور اس کی تعمیر وترقی سے متعلق اس زمانہ میں زبردست باہمی انتشار برپا تھا۔ میں جس وقت جامعہ حبیبیہ پہنچا تو حضور سید العلماء، حضور مجاہد ملت، امین شریعت حضرت مولانا رفاقت حسین مظفرپوری، شمس العلماء حضرت مولانا نظام الدین الہ آبادی، حضرت قاری مقبول حسین حبیبی آپس میں اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد حضور مجاہد ملت نے اپنا یہ فیصلہ سنایا۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....4

''حافظ عبد العزیز کام کر رہے ہیں۔ اور کام کا ساتھ دیا جانا چاہئے''۔

۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ عرس رضوی بریلی شریف میں شرکت کی غرض سے بریلی شریف کی حاضری ہوئی۔ اشرفیہ مبارکپور کے کچھ اساتذہ وطلبہ بھی ساتھ میں تھے۔ عزیزم مولانا احمد القادری مصباحی (موجودہ مدرس اشرفیہ مبارکپور) نے مجھ سے کہا کہ بریلی شریف کی اس حاضری میں حضور مفتیِ اعظم ہند سے بیعت کا شرف آپ بھی حاصل کر لیجئے۔ دل کی بات تھی، دل سے نکلی اور دل نے لبیک کہا۔ بلا تاخیر میں نے دامن تھاما اور وابستگان سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی صفِ نعال میں شامل ہو گیا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔

احبّ الصّالحین ولست منھم۔ لعل اللّٰہ یرزقنی الصلاحا۔

اپنے انہیں محسنوں مربیوں مرشدوں کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے مختلف اوقات میں لکھے گئے یہ چند مضامین ومقالات حاضر کر رہا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس سوغاتِ قلم کو ضرور درجۂ قبولیت سے سرفراز کیا جائے گا۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

بروز جمعہ ۲۸/رجب ۱۴۱۳ھ
مطابق ۲۲/جنوری ۱۹۹۳ء

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی ومہتمم دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

مفتیِ اعظم کی جامعِ کمالات شخصیت

ہندستان کا وہ علاقہ جسے آج کل اتر پردیش کہا جاتا ہے اس کی مردم خیز سرزمین سے بڑے بڑے نامور علماء وفضلاء وادباء وشعراء اور محققین ومؤرخین پیدا ہوئے ہیں جن کی دینی، علمی، مذہبی، اصلاحی، سماجی اور سیاسی خدمات کو تاریخ میں نمایاں مقام ملا ہے اور یہاں سے اٹھنے والی ہر آواز اور ہر ایک تحریک نے اہل ملک کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ بیشتر مذہبی وسیاسی امور ومعاملات میں اسے ہر دور میں مرکزیت حاصل رہی ہے جس سے تعلیم یافتہ طبقہ اچھی طرح واقف اور باخبر ہے۔

علاقہ روہیل کھنڈ جو اس وقت صوبہ اتر پردیش کا ایک حصہ ہے وہ اپنی شجاعت وبہادری میں ممتاز اور نہایت مشہور تھا۔ حافظ رحمت خاں روہیلہ یہیں کی خاک سے ابھرے تھے۔ سلطنت مغلیہ کے دور میں سعادت یار خاں بن سعید اللہ خاں (جاگیر دار شیش محل لاہور وصاحب منصب شش ہزاری دہلی) کو اسے فتح کرنے کی مہم سپرد ہوئی۔ چنانچہ انہیں کے ہاتھوں یہ علاقہ فتح ہوا اور صوبہ دار بریلی کا فرمان شاہی ان کے حق میں صادر ہوا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادۂ محترم محمد اعظم خاں کئی گاؤں کے جاگیر دار اور ایک عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔ آپ کا میلان شجاعت کے ساتھ دینداری کی طرف زیادہ تھا۔ پھر آپ کے فرزند ارجمند حافظ کاظم علی خاں تحصیل دار بدایوں میں یہ رنگ اور نکھر آیا۔

مگر خانوادۂ علم وفضل کی حیثیت سے اس کی شہرت کا باعث مولانا رضا علی خاں بریلوی (بن حافظ کاظم علی خاں) متولد ۱۲۲۴ھ متوفی ۱۲۸۲ھ ہوئے۔ چنانچہ نامور مؤرخ مولانا رحمٰن علی خاں ممبر کونسل ریاست ریواں (درمدھیہ پردیش) اپنی مشہور تاریخ میں لکھتے ہیں۔

''مولوی رضا علی خاں بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بہادر از اجلۂ علمائے بریلی ملک روہیل کھنڈ از عائلہ افاغنہ بڑھیچ است۔ بزرگان

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....5

شاں پیش سلاطینِ دہلی بر عہدہ ہائے جلیلہ بمنصب شش ہزاری سرفراز وممتاز بودند۔ بعمر بست وسہ سالگی از اکتساب علوم متداولہ فراغ یافتہ مشارٌ الیہ اماثل واقران گشت، خصوصاً درعلم فقہ مہارت کاملہ داشت۔ تذکیر پُر تاثیر وے مشہور ومعروف است۔ بالجملہ لینت کلام وسبقت سلام وزہد وقناعت وحلم وتواضع وتجرید از خصائص وے تواں شمرد۔ الخ
(ص ۶۴، تذکرۂ علمائے ہند مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

خاندانی شجاعت وبہادری کا جوہر بھی آپ کے اندر بے مثال تھا۔ چنانچہ ایک مؤرخ آپ کے بارے میں لکھتا ہے۔

''آپ جنگ آزادیِ ہند کے عظیم رہنما تھے۔ عمر بھر فرنگی تسلط کے خلاف برسر پیکار رہے۔ آپ ایک بہترین جنگ جو اور بے باک سپاہی تھے۔ لارڈ ہسٹنگ آپ کے نام سے کانپتا تھا۔ جنرل ہڈسن جیسے برطانوی جنرل نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو روپے مقرر کیا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں عمر بھر ناکام رہا۔ جب آپ نے برطانوی حکام کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تو انگریزوں نے آپ کے احاطہ میں نقب زنی کرا کے ۲۵ عدد گھوڑے چوری کرا لیے۔ کیونکہ آپ اپنے تمام گھوڑے تحریکِ آزادی کے کارکنوں کو انگریزوں پر شب خوں مارنے کے لئے مفت دیتے تھے اور آپ کی حویلی اکثر مجاہدین کی پناہ گاہ تھی۔ یہاں تک کہ مجاہدین کے کھانے کا بھی آپ خود ہی انتظام فرماتے۔ (جنگ آزادی نمبر، ماہنامہ ترجمانِ اہل سنت، کراچی، شمارہ جولائی ۱۹۷۵ء)

مولانا نقی علی خاں (بن مولانا رضا علی خاں) متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء جنہیں شیخ الحرم سید احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ سے سند حدیث اور مولانا سید آل رسول احمدی قادری برکاتی مارہروی (تلمیذ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء سے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ ان کے بارے میں مولانا رحمٰن علی لکھتے ہیں۔

''خالق تعالیٰ دیرا بعقل معاش ومعاد ممتاز اقران آفریدہ بود۔ علاوہ شجاعت جبلی بصفت سخاوت وتواضع واستغناء موصوف بود۔ وعمر گراں مایۂ خود باشاعتِ سنت وازالۂ بدعت بسر بردہ۔ (ص ۲۴۴، تذکرہ علمائے ہند)

ان کے نامور اور بلند اقبال فرزند شہیر عرب وعجم امام احمد رضا حنفی قادری فاضل بریلوی متولد ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کے بارے میں حکیم عبدالحئی رائے بریلوی لکھتے ہیں۔

واشتغل بالعلم علیٰ والدہٖ ولازمہٗ مدة طویلة حتی برع فی العلم وفاق اقرانہ فی کثیر من الفنون لا سیما الفقه والاصول۔ (ص۳۸، نزہۃ الخواطر جلد ثامن، مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۷۰ء)

اور مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ رقمطراز ہیں۔

وکان عالماً متبحراً کثیرا لمطالعة واسع الاطلاع۔ لہٗ قلم سیّالٌ وفکر حافل فی التالیف (ص۴۰، نزہۃ الخواطر)

آگے چل کر ان کی فقہی بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے یوں لکھا ہے۔

یندر نظیرہٗ فی الاطلاع علی الفقه الحنفی وجزئیاتہٖ (۴۱ ایضاً)

امام احمد رضا حنفی قادری فاضل بریلوی نے بارگاہِ الٰہی میں دعاء کی تھی کہ اے رب کریم! مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔ ایک بار جب کہ آپ اپنے مشائخِ سلسلہ کے آستانے پر (مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ) حاضر تھے، وہیں خواب دیکھا کہ ان کے گھر فرزند تولد (بتاریخ ۲۲/ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ) ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں اس کا نام آل الرحمٰن رکھا۔ اسی دوران حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء نے بعد نماز عصر اچانک آپ سے فرمایا۔ مولانا صاحب! بریلی میں آپ کے گھر ایک صاحبزادہ کی ولادت ہوئی ہے۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام آل الرحمٰن رکھا جائے۔ جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا۔ دوسرے روز بریلی سے ولادت کی خبر پہنچی تو حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں نے ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی'' نام تجویز فرمایا۔ محمد کے نام پر عقیقہ کیا گیا اور مصطفیٰ رضا کے عرف سے مشہور روزگار ہوئے۔

حضرت سید شاہ نوری میاں جب بریلی تشریف لائے اس وقت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری بریلوی کی عمر چھ ماہ تھی اسی وقت حضرت نوری میاں نے

پیشین گوئی فرمائی کہ۔

''یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور خدا کی مخلوق کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہِ کیمیا اثر سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر واپس آئیں گے اور یہ فیض کا دریا بہائے گا''۔

یہ جملے ارشاد فرماتے ہوئے آپ کے دہن میں اپنی مبارک انگلیاں ڈال کر مرید فرمایا اور اسی وقت جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا اور اس طرح حضرت سید شاہ نوری میاں نے مولانا مصطفیٰ رضا نوری کو اپنی فیض بخشیوں سے گویا ''نورٌ علیٰ نور'' بنا دیا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی نگرانی میں مفتی اعظم کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا۔ مولانا رحم الٰہی مظفر نگری م ۱۳۶۱ھ (تلمیذ مولانا عبدالحق خیر آبادی م ۱۳۱۶ھ) اور سید بشیر احمد علی گڑھی (تلمیذ مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی م ۱۳۳۴ھ) آپ کے خصوصی اساتذہ کرام ہیں۔

مولانا محمود احمد قادری مظفر پوری تحریر کرتے ہیں۔

''مولانا ظفر الدین (بہاری) ومولانا سید شاہ عبدالرشید (عظیم آبادی) دارالافتاء (بریلی) میں کام کر رہے تھے۔ ایک دن آپ دارالافتاء میں پہنچے۔ مولانا ظفر الدین صاحب فتویٰ لکھ رہے تھے۔ مراجع کے لئے اٹھ کر فتاویٰ رضویہ الماری سے نکالنے لگے۔ حضرت (مفتی اعظم ہند) نے فرمایا۔ نوعمری کا زمانہ تھا۔ میں نے کہا۔ فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟ مولانا نے فرمایا اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں۔ میں نے فوراً لکھ دیا۔ وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ یہ آپ کا پہلا جواب تھا۔ یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے۔ اصلاح کے لئے اعلیٰ حضرت (فاضل بریلوی) کی خدمت میں پیش کیا۔ صحت جواب پر امام اہل سنت بہت خوش ہوئے اور صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب لکھ کر دستخط ثبت فرمایا اور ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا'' کی مہر مولانا حافظ یقین الدین (بریلوی) سے بنوا کر عطا فرمائی (ص ۲۲۳، ۲۲۴، تذکرۂ علمائے اہل سنت مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ)

حج وزیارت حرمین شریفین کی سعادت دوبار آپ کو تقسیمِ ہند سے قبل ۱۹۴۵ء ۱۹۴۸ء

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....6

میں حاصل ہوئی۔ تیسری بار ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں اس شان کے ساتھ عازم حرمین شریفین ہوئے کہ باوجودیکہ بہت سے علمائے کرام کے نزدیک حج کے لئے فوٹو جائز ہے مگر آپ کی عزیمت کی بنیاد پر بین الاقوامی رائج الوقت عمل کے خلاف بغیر فوٹو کے پاسپورٹ حاصل ہوا اور سفر حج کے دوران جہاز میں کوئی ٹیکہ وغیرہ بھی نہ لگوا کر احتیاط وتقویٰ کی اس دور میں ایک روشن مثال قائم کردی اور ضعف ونقاہت کے باوجود جس نشاط اور مستعدی اور شیفتگی ووارفتگی کے ساتھ مناسک حج ادا کیے وہ ہم سب کے لئے قابل رشک ہے۔ مولانا خالد علی خاں بریلوی اور مولانا عبدالہادی افریقی بریلی شریف سے مکمل طور پر شریکِ سفر رہے۔ یہ حضرات حرمین طیبین کے ایمان افروز اور رقت انگیز واقعات بتلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عاشق وارفتہ جگر ہے جو مکہ مکرمہ کے اماکن مبارکہ، اس کی شاہراہوں اور مدینہ طیبہ کے مقامات مقدسہ اور اس کی روح پرور گلیوں اور اس کے درودیوار پہ اپنا سب کچھ نثار کرنے کی آرزو میں تڑپ رہا ہے اور دیوانہ وار ہر طرف اس کی نگاہیں اٹھ رہی ہیں۔

خانوادۂ رضویہ بریلی شریف جو عشق ومحبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرشاری میں ممتاز اور شہرۂ آفاق ہے اس کے آپ سراپا نمونہ تھے۔ کیونکہ آپ کا دل بھی کشتۂ تیغ ابروئے محمد تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ خود فرماتے ہیں۔

چارہ گر ہے دل تو گھائل عشق کی تلوار کا　　　کیا کروں میں لے کے پھایا مرہم زنگار کا

ازسر بالین من برخیز اے ناداں طبیب　　　ہوچکا تجھ سے مداوا عشق کے بیمار کا

جانِ ایماں ہے محبت تری جانِ جاناں　　　جس کے دل میں یہ نہیں خاک مسلماں ہوگا

آہ پورا مرے دل کا کبھی ارماں ہوگا　　　کبھی دل جلوہ گہِ سرورِ خوباں ہوگا

میرا گھر غیرتِ خورشید درخشاں ہوگا　　　خیر سے جانِ قمر جب کبھی مہماں ہوگا

ظلمتِ قبر کا کیا خوف مجھے اے نوریؔ　　　جب مرے قلب میں ایمان کا لمعاں ہوگا

سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت گہرا تعلق خاطر اور والہانہ قلبی لگاؤ تھا چنانچہ ان کی شان میں عرض گزار ہیں۔

ترا جلوہ نورِ خدا غوثِ اعظم　　　ترا چہرہ ایماں فزا غوث اعظم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....7

خدا ساز آئینۂ حق نما ہے　　　ترا چہرۂ پر ضیاء غوث اعظم

جھلک روئے انور کی اپنی دکھا کر　　　تو نوریؔ کو نوری بنا غوث اعظم

کھلا میرے دل کی کلی غوث اعظم　　　مٹا قلب کی بے کلی غوث اعظم

قدم گردنِ اولیاء پر ہے تیرا　　　تو ہے رب کا ایسا ولی غوث اعظم

خدا ہی کے جلوے نظر آئے جب بھی　　　تری چشم حق بیں کھلی غوث اعظم

تجلیِ نورِ قدم غوثِ اعظم　　　ضیائے سراج ظلم غوث اعظم

ترا حل ہے تیرا حرم غوث اعظم　　　عرب تیرا تیرا عجم غوث اعظم

کرم آپ کا ہے اعم غوث اعظم　　　عنایت تمہاری اتم غوث اعظم

چلا ایسی تیغ دودم غوث اعظم　　　کہ اعداء کے سر ہوں قلم غوث اعظم

یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے　　　جہاں چاہیں رکھیں قدم غوث اعظم

تمہارے کرم کا ہے نوریؔ بھی پیاسا　　　ملے یم سے اس کو بھی نم غوث اعظم

الحاج حافظ نواب رحمت نبی خاں بریلوی، (ساکن کملا نہرو مارگ، سول لائن، بریلی) بیان فرماتے ہیں کہ انہیں مدتوں سے ایک شیخ کامل کی تلاش تھی۔ متعدد خانقاہوں اور مقامات مقدسہ کی زیارت کو گئے لیکن ان کا دل کہیں جم نہ سکا۔ مرشد طریقت بھی قادری سلسلہ کا ہونا چاہئے تھا اس لئے تلاش شیخ میں بے قرار ہوکر بغداد معلیٰ پہنچے کہ وہاں کے سجادہ نشین سے بیعت ہوجائیں مگر عقیدت کیش مسافر کو جس طرح کے رہنما ورا ہبر کی ضرورت تھی وہ یہاں بھی میسر نہ آسکا اور ان کا دل مطمئن نہ ہوا۔ جب اضطراب دل حد سے سوا ہوا تو محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں ان کے مچلتے ارمانوں کو قرار بخشا اور ہونے والے مرشد کامل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "جاؤ ان سے بیعت ہوجاؤ یہ میرے نائب ہیں"۔

چنانچہ ۱۹/ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ میں آپ نے حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی بارگاہ میں حاضری دی اور بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا۔ یہ سچا واقعہ جناب نواب رحمت نبی خاں بریلوی نے رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ میں جب کہ خانقاہ رضویہ بریلی شریف سے ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو مجھ سے بیان کیا اور اسے اپنی ایک کتاب میں تحریر بھی فرمادیا ہے۔

سادات کرام سے بھی مفتی اعظم ہند کو بے پناہ عقیدت تھی۔ تیسرے سفر حج ۱۳۹۱ھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ خانوادۂ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک بزرگ حضرت سید عبد المعبود الجیلانی البغدادی جن کی عمر اس وقت ایک سو انچاس سال کی تھی وہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ بصد شوق ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمرے میں پہنچے۔ سید صاحب استقبال کے لئے اٹھنے لگے تو آپ نے ان کا قدم چوم لیا۔ اور پھر احتراماً عام لوگوں کی صف میں بیٹھنا چاہا مگر انہوں نے آپ کو اپنی مسند سے قریب بغل میں بٹھالیا۔ سید صاحب نے اثناء گفتگو ارشاد فرمایا۔

''بفضلہٖ تعالیٰ میں نے اسی (۸۰) حج کیے ہیں۔ شیخ احمد رضا قادری سے بریلی میں میری ملاقات بھی ہوئی ہے وہ مجھ سے عمر میں تیس سال چھوٹے تھے۔ یہ واقعہ آپ کی ولادت سے قبل کا ہے''۔

اس کے بعد سید صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی دینی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی اور پھر یہ خواہش ظاہر کی کہ شیخ احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ نعت شریف ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کسی کو یاد ہو تو سنائے۔

چنانچہ مولانا عبد الہادی افریقی و دیگر حضرات نے ترنم سے پڑھا تو ساری فضا جذب و عشق کے عطر و عنبر سے مہک اٹھی۔ دوزانو بیٹھ کر سید صاحب نے سر جھکا کر پوری نعت سماعت فرمائی اور آخر میں بزبان عربی اپنی ایک نعت شریف سنا کر حاضرین کو محظوظ فرمایا۔

احترام سادات کا ایک دوسرا واقعہ بھی نہایت ایمان افروز ہے۔ انتقال کی شب جب کہ لوگ تیمارداری میں مصروف تھے ایک سید صاحب بھی وہاں موجود تھے اور وہ بھی خدمت میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا یہاں کوئی سید صاحب ہیں؟ مجھے خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا جی حضور! سید محمد حسین صاحب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''خدمت کر کے مجھے گنہگار نہ بنائیں۔ آپ صرف

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....8

میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور بس!

احترام نسبت کا یہ عالم تھا کہ دوسرے سفر حج میں جب آپ غار ثور کی زیارت کے بعد غارِ حرا کے قریب پہنچے تو اپنا عمامہ مبارکہ، جبہ، صدری، کرتا سب اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ اس وقت سوزشِ عشق سے آپ کا قلب تپاں تھا اور آنکھوں سے اشک رواں۔ غار کے اندر گئے تو اس کی پاک مٹی بدن پر ملنے لگے اور اس کے ذرات سے اپنی پیشانی کو اس طرح چمکایا کہ کہکشاں کا جمال اور آفتاب نیمروز کی شعاعیں بھی اس کی تابانیوں پر قربان ہونے لگیں۔ اور چہرۂ مبارک لطافت و رعنائی اور طلعت و زیبائی کا ایک خوبصورت مرقع بن گیا۔

ایک بار مواجہۂ اقدس میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد حرم شریف کے ایک خادم سے جھاڑو لے کر درود و سلام پڑھتے ہوئے اس مبارک سرزمین کو بُہارا۔ اس وقت کے جذب و شوق کا کیف و سرور ناقابل بیان ہے۔ آپ نے ایک بار نعت پاک میں فرمایا تھا۔ ؎

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوریؔ　　مدینہ کی گلیاں بُہارا کروں میں

اس کو سچ کر دکھایا۔

اس سفر میں آپ نے مکہ مکرمہ میں ان علماء حرمین سے بھی ملاقات کی جنہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ان کے وقت میں حرمین طیبین میں ملاقات و استفادہ کیا تھا۔ یہ حضرات سید یحییٰ عمان علیہ الرحمۃ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱) سید امین قطبی (۲) سید عباس علوی (۳) سید محمد نور۔ ان تینوں حضرات نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دور کے حالات و واقعات بتلائے۔ ان کے علم و فضل کی تعریف و توصیف کی اور حضرت مفتی اعظم سے خلافت حاصل کی۔

مفتی اعظم کی نعتیہ شاعری میں اخلاص قلب اور عشق صادق جو معنوی لحاظ سے نعتیہ شاعری کے اجزائے ترکیبی ہیں وہ اس کے اندر بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

طبق پر آسماں کے لکھتا میں نعت شہِ والا　　قلم اے کاش مل جاتا مجھے جبریل کے پر کا

جو آب وتاب دندانِ منور دیکھ لوں نوریؔ — میرا بحرِ سخن سرچشمہ ہو خوش آب گوہر کا

وصف کیا لکھے کوئی اس مہبطِ انوار کا — مہر ومہ میں جلوہ ہے جس چاند سے رخسار کا
عرش اعظم پر پھریرا ہے شہِ ابرار کا — بجتا ہے کونین میں ڈنکا مرے سرکار کا
دوجہاں میں بٹتا ہے باڑا اسی سرکار کا — دونوں عالم پاتے ہیں صدقہ اسی دربار کا
جاری ہے آٹھوں پہر لنگر سخی دربار کا — فیض پر ہر دم ہے دریا احمد مختار کا
فق ہے چہرہ مہر ومہ کا ایسے منھ کے سامنے — جس کو قسمت سے ملے بوسہ تری پیزار کا
کعبہ واقصیٰ وعرش وخلد ہیں نوری مگر — ہے نرالا سب سے عالم جلوہ گاہِ یار کا

قفسِ جسم سے چھٹتے ہی یہ پرّاں ہوگا — مرغِ جاں گنبدِ خضرا پہ غزل خواں ہوگا
جانِ ایماں ہے محبت تری جانِ جاناں — جس کے دل میں یہ نہیں خاک مسلماں ہوگا
نورِ ایماں کی مشعل رہے روشن پھر تو — روز وشب مرقدِ نوری میں چراغاں ہوگا

اپنے والد ماجد امام احمد رضا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آپ نے بھی فقہ وافتاء میں درجۂ کمال حاصل کیا۔ ہزاروں فتاوی آپ کے قلم سے نکلے جن کے کچھ نمونے فتاویٰ مصطفویہ میں موجود ہیں۔ ہندوپاک کے علماء اپنے الجھے ہوئے مسائل آپ کی خدمت میں لے جاکر حل کراتے اور ہر پیدا ہونے والے مسئلے میں فیصلہ کے لئے نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔

مطبوعہ تصنیفات وتالیفات آپ کی بہت زیادہ نہیں مگر جو ہیں ان سے آپ کے بے پناہ علم وفضل و ذہانت وطباعی ودور اندیشی وژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔
چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) القسورۃ علیٰ ادّوار الحمرۃ الکفرۃ (۲) القول العجیب فی جواز التثویب (۳) النکتۃ علیٰ مراء کلکتۃ (۴) حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ (۵) وقعات السنان (۶) الموت الاحمر (۷) طرق الہدیٰ والارشاد (۸) فتاویٰ مصطفویہ (۹) ادخال السنان (۱۰) طرد الشیطان (۱۱) وقایۃ اہل السنۃ (۱۲) سیف القہار (۱۳) الرمح الدیانی (۱۴) الطاری الدارمی (۱۵) الملفوظ (۱۶) نفی العار (۱۷) مقتل کذب وکید (۱۸) سامانِ بخشش (مجموعۂ نعت) وغیرہ

مفتی اعظم اپنے وقت کے بے مثال فقیہ ومفتی اور مرجع خواص وعوام تھے۔ بے شمار

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....9

مفتیانِ کرام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر فتاویٰ کے آداب سیکھے۔ فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے آپ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ بہت پہلے شائع ہو چکا ہے۔ آپ کے فتاویٰ کے چھ نمونے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

مسئلہ:- جوگیان ڈاک خانہ ایجنٹ نگر، مرسلہ: مسلمانان قصبہ مذکورہ، ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ھ

خاندان مداریہ کے سلسلے جاری ہیں یا سوخت ہیں؟ بینوا بالدلیل وتوجروا۔

الجواب:- بے کار سوال کیے جاتے ہیں۔ نماز روزے وغیرہ ضروری مسائل تو پوچھے نہیں جاتے یہ بے کار باتیں دریافت کی جاتی ہیں اور پھر ایک بار نہیں واللہ اعلم کتنی بار یہ سوال آیا ہے۔ لوگ برابر اس سلسلہ میں بیعت کرتے مرید ہوتے ہیں انہیں یہ ثابت نہیں کہ یہ سلسلہ سوخت ہو چکا ہے۔ جن بزرگوں کو اس کی اطلاع ہے انہوں نے ایسا تحریر فرمایا ہے۔ اس میں اس درجہ جاہلوں کو پڑنا کہ ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے تکفیر وتفسیق تک نوبت پہنچ جائے ہرگز جائز نہیں۔ جو مداری سلسلہ میں ہوتے ہیں ان سے تعرض نہ کریں کہ اس بے کار بحث کا نتیجہ سوا فساد اور کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ص ۴۵۴، فتاویٰ مصطفویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مسئلہ:- از مرزا امتیاز بیگ رضوی، چھترپور (ایم-پی)

سیدی مرشدی ومولائی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے متعلق نسبندی کے آپریشن کرانے کے بارے میں (عورتوں اور مردوں کے متعلق) کیوں کہ آج کل گورنمنٹ کی طرف سے ایسے احکام آئے ہیں کہ نسبندی کا آپریشن نہ کرانے والے گورنمنٹی ملازم کو ملازمانہ ترقی نہ دی جائے گی (وغیرہ وغیرہ) عین نوازش ہوگی۔ حضور بذاتِ خود تکلیف گوارا کرکے اس مسئلہ کو حل کرکے روانہ فرمائیں کیوں کہ میں گورنمنٹی ملازم ہوں اور گورنمنٹ کو اس کا جواب دینا ہے۔ فتویٰ قرآن وحدیث سے مدلل ہونا چاہیے۔

الجواب:- بعون الملک الوہاب۔ ضبط تولید کے لئے مرد کی نسبندی یا

عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے جو قرآن وحدیث کی نص سے ناجائز وحرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے ولَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ۔ یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلیں گے۔

تفسیر صاوی میں ہے۔ من ذلك تغيير الجسم اور اس میں سے ہے جسم کی تغییر۔ اور تفسیر کبیر میں ہے۔ ان معنی تغییر خلق اللّٰہ ھھنا ھو الاخصاء۔ الخ یعنی اس آیت میں تغییر خلق کا معنی خصی کرنا وغیرہ ہے۔

بخاری ومسلم کی حدیث ہے۔ لعن اللّٰہ المغیّرات خلق اللّٰہ، ملخصاً۔ یعنی اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز (جسم کی قدرتی بناوٹ) کو بدلنے والی ہیں۔

نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کاٹا جاتا ہے وہ بھی ایسی نس ایسا عضو جو توالد وتناسل کا ذریعہ ہے اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے اور اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں کما فی کتب الفقہ۔ اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنی خصاء میں داخل ہے اور انسان کا خصی ہونا اور کرنا بھی بہ نص قرآن حدیث حرام ہے جیسا کہ آیت وحدیث سے اوپر گذرا۔

نیز حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لیس منا من خصیٰ او اختصی یعنی جس نے دوسرے انسان کو خصی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں (مشکوٰۃ شریف)

پھر یہ گمان کہ کثرت اولاد مفلسی کا باعث ہے غلط ہے۔ بلکہ اللہ ورسول کی نافرمانی وبے حیائی کے کام مفلسی کے اسباب سے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم ہی تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔

الحاصل نسبندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں لہٰذا اس سے نفرت واحتراز لازم ہے۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....10

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف صفحہ ۱۳-۱۴، شمارہ ستمبر ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ)

نس بندی سے متعلق یہ فتویٰ ایمرجنسی کے دوران (۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۷ء) سائیکلو اسٹائل کرا کے بریلی شریف اور اس سے باہر متعدد شہروں اور صوبوں میں تقسیم کرایا گیا تھا۔

مسئلہ:- از خان بہادر نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب حافظی متولی وقف مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ دادون، حافظ منزل خیرآباد، جناب نواب مولوی ظہیر احمد صاحب متولی ومنیجر مدرسہ اسلامیہ نیازیہ خیرآباد، اودھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اوقاف اور جائیداد موقوفہ میں کسی مسلم یا غیر مسلم حکومت کا مندرجہ ذیل قوانین وضع کرنا جائز ہیں یا نہیں؟

(۱) ایسا قانون جو بقاء اور استحکام وقف کے خلاف ہو۔

(۲) ایسا قانون جس سے مزارعین کو حقیتِ انتقال آراضی حاصل ہو۔

(۳) ایسا قانون جس سے آمدنی پر ایسا اثر واقع ہو جس سے مداتِ مقرر کردۂ واقف میں خلل واقع ہو۔

(۴) مصارف مصرحۂ واقف کے خلاف کسی مصرف کا اضافہ کرنا (جیسا کہ فیس ایڈٹ یا صرف فیصدی کی رقم کا کمشنر اوقاف کو دیا جانا وقف بل کے ذریعہ سے پاس کیا گیا ہے)

(۵) بوقت ضرورت حکومت غیر مسلم کا تحویل محفوظہ موقوفہ میں سے قرض لینا۔

الجواب:- یہ قوانین ظلم مبین صریح جور فضیح جفاء قبیح ستم مداخلت فی الدین ہیں۔ ان کا واضع مستحق عذاب مہین۔ حکومت مسلم ہو یا غیر مسلم کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ظلم کبھی کسی کے نزدیک جائز نہیں ہوسکتا۔ ایسے قوانین بنانے والے انھیں جاری کرنے والا ان پر راضی ہونے والا انھیں بخوشی مان لینے والا سخت اشد ظالم جفا کار گنہگار ٹھہرے گا۔ ان اشد ناجائز قوانین کے خلاف جو جس طرح آواز اٹھا سکتا ہو فرض ہے کہ پوری قوت سے اس کے خلاف آواز اٹھائے۔

بعض قوانین ان میں وہ ہیں جن سے وقف وقف ہی نہیں رہتا اور بعض وہ جن سے املاک موقوفہ کو شدید صدمہ پہنچتا صریح نقصان ہوتا ہے بعض وہ ہیں جن کا آمدنی اوقاف

پر بدترین اثر پڑتا ہے۔غرض یہ قوانین اوقاف پر نہایت ظلم مبین ہیں۔

کسی کا ظلم بخوشی انگیز کرنا اس کے خلاف جو کچھ کہہ سکتا کر سکتا وہ نہ کہنا نہ کرنا ظلم پر راضی ہونا ہے۔ان قوانین پر ساکت رہنا حرام ہے۔ان کی منسوخی کی کوشش انتہاء تک پہنچانا لازم۔

قال علیه الصلاة والسلام من رضی عمل قوم کان شریك من عمل به۔ باوجود قدرت واستطاعت خاموش رہنے والے اس ظلم صریح پر آہ بھی نہ کرنے والے ظالموں میں شمار ظالمین کی رسی میں بحکم حدیث گرفتار ہوں گے۔

یہ منکر ہے ہے اور ازالۂ منکر تاحدِ طاقت وقوت فرض۔ قال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه واله وسلم من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعف الایمان۔ ہاتھ نہیں اٹھا سکتا؟ کیا اس ظلم کو ظلم بھی نہیں کہا جا سکتا؟ یہ بھی فرض کیجئے تو اس سے اظہار ناراضی پر بھی کیا زبان بندی ہے؟ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی ہے؟

وقف تو ابداً تا قیام قیامت باقی رہنے ہی کے لئے ہے تو جو قانون اس کی بقاء کے خلاف ہو وہ سرے سے وقف ہی کو باطل کرنے کا قانون ہے۔ پھر یا رب مداخلت فی الدین کے سر کیا سینگ ہوتے ہیں؟ وقف میں شرط واقف سے کمی بیشی حرام ہے کہ شرط واقف کا اتباع ایسا ہی لازم جیسا کہ خود نص شارع کا۔ (وقف میں) بے اجازت خاصہ شرعیہ تغییر وتبدیل یقیناً ناجائز۔ الاشباہ النظائر میں فرمایا۔ شرط الواقف کنص الشارع ای فی وجوب العمل به۔

وقف کے منافع کے لئے بھی مصارف مشروطہ پر زیادت ناجائز ہے۔ امام محقق علی الاطلاق بالغ مرتبۂ اجتہاد امام کمال الدین ابن الھمام نے فتح القدیر میں ارشاد فرمایا۔ ایسے ہی جگہ جہاں منافع وقف کے لئے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے۔ امرنا بابقاء الوقف علی ما کان۔ جن اوقاف کے واقفین کی شرائط کا پتہ نہ چلتا ہو وہاں کے لئے حکم ہے کہ قدیم الایام سے جو مصارف متولیان یکے بعد دیگرے کرتے چلے آئے ہیں وہی کیے جائیں گے۔ جدید تصرف، اس میں بھی اضافہ نہیں ہو سکتا۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....11

فتاویٰ خیریہ میں فرمایا۔ اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الیٰ مخالفته واذا فقد عمل بالاستفاضة والاستیمارات العادیة المستمرة من تقادم الزمان الیٰ ھذا الوقت۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم (ص ۴۰۰ و ۴۰۱، فتاویٰ مصطفویہ، رضا اکیڈمی، ممبئی)

مسئلہ:- ازمہندرو ضلع پٹنہ درگاہ حضرت شاہ ارزان قدس سرہٗ، مرسلہ: سید شاہ عاشق حسین صاحب ۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ

بندہ نواز، السلام علیکم۔ مسلمانوں پر اس وقت جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ کانگریس گورنمنٹ کی طرف سے بہار مسلم وقف بل کونسل میں پیش ہے۔ مسلم لیگ اس کی مخالف ہے۔ اس بل پر تبصرہ جو شائع ہوا ہے اور اس بل کی مخالفت میں رائے عامہ اور فتاویٰ جو شائع ہوئے ہیں ان کی ایک ایک کاپی کونسل کے ممبران و گورنر دو یسرائے کو بھیج دی گئی ہے۔ ایک کاپی آپ کے ملاحظہ کے لئے بھی بھیجی جاتی ہے اور ایک فرد استفتاء منسلک ہے جس پر جناب بھی براہ عنایت فتویٰ مختصر تحریر فرما کر جلد مجھ کو بھیج دیں۔ آپ کا دعاء گو! شاہ عاشق حسین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

(۱) مسلمانوں کے اوقاف میں کسی حاکم یا غیر حاکم کو اختیار ہے یا نہیں کہ وہ شرائط واقف کا منشاء واقف کے خلاف مخالفت میں کرے یا واقف کے مقرر کردہ متولی کے خلاف کوئی جدید قانون بنانے کی اسکیم پیش کرے جب کہ واقف اپنے منشاء کے مطابق اپنے مقرر کردہ متولی کے سپرد کیے اور اس اختیار پائے ہوئے متولی نے اپنے بعد کے لئے اپنا جانشین متولی مقرر کیا جس کا اس کے سوا اختیارات یکے بعد دیگرے جانشین متولی کو سپرد ہوتا چلا آیا۔ دراں حالے کہ واقف نے وقف کے اختیارات اپنے منشاء کے خلاف نہ تو کسی کمیٹی کے سپرد کیے نہ کسی بورڈ کے مگر گورنمنٹ یہ چاہتی ہے کہ متولی کے اختیارات اپنے مقرر کردہ کسی کمیٹی یا بورڈ کو دے کر حقِ تولیت سے متولی کو محروم کردے۔ تو زبردستی ایسا کرنا مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) وقف کی جائیداد کی سابق مقرر کردہ لگان میں کمی کر دینا جس سے آمدنی کم ہو

کرا مورخیر میں حسب منشاء واقف صرف نہ ہوسکے یا وقف کی آمدنی جو صرف امور خیر کے
لئے تھی اس میں سے ایک معقول رقم لے کر نیا دفتر یا کوئی کمیٹی یا کوئی بورڈ قائم کر کے اس
میں جو صرف امور خیر کے لئے تھی اس میں سے ایک معقول رقم لے کر نیا دفتر یا کوئی کمیٹی یا
کوئی بورڈ قائم کر کے اس میں صرف کرنا یا کسی قسم کا کوئی ٹیکس لگانا یا اس میں سے بطور
چندہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ جواب باصواب جلد عنایت ہو۔

الجواب:- جناب محترم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نامۂ گرامی مع
استفتاء موصول ہوا۔ فقیر مکان پر موجود نہ تھا اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ تکلیف
انتظار ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔ مظالم کے خوگر، جفا پیشہ، ستم گر، ظلم پرور، جور کے
عادی جو مظالم کریں کم ہیں۔ بندگانِ خدا کو اوروں کے مظالم سے محافظت کے بلند بانگ
دعاوی کرنے والے خود جو کچھ قوانین گڑھتے پاس کرتے ہیں اور جیسی کچھ داد عدل
وانصاف دیتے دلاتے ہیں کسے معلوم نہیں؟ ان کے املاک پر جیسی جیسی چیرہ دستیاں
قانون کی آڑ میں ہوتی ہیں ظاہر ہے۔ وہی اب اور ترقی کر کے خاص املاک الٰہی پر دست
تعدی دراز کرنا چاہتے ہیں مگر از نام حفاظت۔ وہی جو املاک بندگان پر شب و روز طرح
طرح تعدیاں کرتے بے اذن مالکان زبردستی تصرف حکومت کے بل بوتے پر نشہ حکومت
سے مخمور ہو کر کرتے ہیں اب اوقاف پر ہاتھ پھیر نا مشق ستم کرنا چاہتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ ملک غیر میں تصرف ظلم ہے اور ظلم کس کے نزدیک حرام اور اشد
جرم نہیں؟ پھر کیا کچھ ہوتا ہے اس سے کون واقف نہیں؟ مگر اس کا کیا علاج کہ خود جو کچھ کیا
جائے وہ ظلم نہیں۔ یونہی کون نہیں جانتا کہ وقف میں منشاء وغرض وشرط واقف کے خلاف
عمل خاص ملک الٰہی میں تصرف محض بے جا ظلم ناروا جور و جفا ہے۔ مقصد وقف ہی کا
صریح ابطال ہے۔ شرعاً نہ صرف شرعاً ہی بلکہ عقلاً بھی۔

وہ امور جو سوال میں مذکور ہوئے سخت ناجائز وقبیح۔ جور وظلم صریح ہیں اور دین میں
کھلی مداخلت فضیح۔ غیر حکام، اور یہ حکام کیسے؟ خود شرعی حکام بھی وقف میں ایسے امور
نہیں کر سکتے یا دخل نہیں دے سکتے جو ایسا کرے گا وہ جائر جابر ستم گر ظالم ٹھہرے گا۔

علماء ارشاد فرماتے ہیں: شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....12

بہ اھ مختصراً (اشباہ) صرحوا بان مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ
(ردالمحتار) امرنا بابقاءِ الوقف علی ما کان (فتح القدیر) القاضی لا یملك
التصرف فی الوقف مع وجود المتولی (ردالمحتار) لیس للقاضی ان یقرر
وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف (درمختار) اذا وجد شرط الواقف
فلا سبیل الی مخالفۃ الخ (فتاویٰ خیریہ)

مسلمانوں پر لازم کہ تاحد استطاعت پوری قوت سے اس وقف بل کے خلاف
آواز اٹھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ص ۴۰۰ تا ۴۰۳ فتاویٰ مصطفویہ، رضا اکیڈمی ممبئی)

مسئلہ:- از جے پور گھاٹ دروازہ مسئولہ نمائندگان برادری لوہاران۔ جے
پور، مرسلہ: امام اعظم علی صاحب ۲۲ محرم ۱۳۵۸ھ

جناب عالی علمائے دین بعد ادائے آداب کے عرض ہے کہ جو حادثہ یہاں جامع مسجد
کے دروازہ وسیع کرنے پر فائرنگ ہوئی اس کی بابت اسٹیٹ کے حکام بالا یعنی خان بہادر
عبدالعزیز خاں یہ فرماتے ہیں کہ راجہ بہادر کی یہ مرضی ہے کہ جامع مسجد مسلمانان جے پور
کے لئے ایک لاکھ روپیہ خرچ کر کے دوسری بنوا دی جائے لہٰذا اس پر غور طلب ہے کہ
شریعت سے اس کی بابت کیا حدیث ہے کہ کفار راجہ کے روپے سے مسجد بنانے پر اس مسجد
میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- جو مسجد ہو چکی تا قیام قیامت وہ مسجد رہے گی۔ مسجد بیچ ڈالنے بدل
لینے کی چیز نہیں نہ چند یا ساری دنیا کے مسلمانوں کے بیچنے بدل لینے سے وہ مسجد مسجد
ہونے سے نکل سکے۔ ایک لاکھ نہیں اگر راجہ اپنی ساری ریاست دے اور مسجد نہیں مسجد
میں سے ایک گز بھر زمین لے ہرگز مسلمانوں کو اس کا اختیار نہیں۔ جو اس پر راضی ہوں
گے اشد گنہگار ہوں گے۔ بیچنے خریدنے والے سب ظالم جفاکار ٹھہریں گے۔ نہ مسجد کی
تعمیر سوا مسلمانوں، کسی کے لئے صحیح و درست۔

قال تعالیٰ ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللّٰہ شٰھدین علیٰ
انفسھم بالکفرط اولٰئك حبطت اعمالھم وفی النارھم خلدون۔ انما یعمر
مسٰجد اللّٰہ من اٰمَنَ باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم

یخش الا اللّٰہ فعسی اولٰئِکَ ان یکونوا من المھتدین (سورہ توبہ آیت ۱۷)
ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کو روپیہ دے دے۔ مسلمان اس روپیہ کا مالک ہوکر مسجد بنائے۔ یا غیر مسلم کسی زمین پر عمارت بنا کر مسلمانوں کو دے دے مسلمان اس پر قابض ہوکر اس کے مالک ہوکر اسے وقف کردیں۔ ان دونوں صورتوں میں وہ مسجد ہوجائے گی۔ اس صورت میں کہ غیر مسلم مسجد بنائے اور اسے اپنی ملک پر باقی رکھے یا خود وقف کرے وہ مسجد نہ ہوگی۔ نماز اس میں ہوجائے گی مگر مسجد کا ثواب نہ ہوگا نہ اس کے لئے احکام مسجد ثابت ہوں گے۔

اگر مسجد جامع کی بجائے دوسری مسجد بنا کر مسلمانوں کو دے دینے کا خیال ہے کہ مسلمان اس پر قابض ہوکر اسے وقف کریں اور اسے مسجد جامع کرلیں۔ اور جو مسجد اب تک جامع تھی اسے جامع نہ رکھیں مگر وہ مسجد رہے۔ صرف جامع نہ رہے۔ بجائے اس کے جامع یہ نئی مسجد کی جائے تو یہ کرسکتے ہیں۔ مگر سوال کے لفظ یہ ہیں کہ مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا مطلب ظاہر یہی ہے کہ دوسری لے کر پہلی کو مسجد ہی نہ رکھا جائے گا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا اس پر جو راضی ہوگا وہ عذاب الیم اور شدید وبال ونکال اپنے سر لے گا۔ وہ مسجد ابدالآباد تک مسجد ہی رہے گی۔

مسجد خاص ملک الٰہی ہے جسے نہ کوئی بیچ سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے۔ آباد و معمور مسجد تو آباد و معمور ہے جو مسجد غیر آباد ہوگئی ہو، خرابہ میں پڑ گئی ہو، بہت خستہ بالکل شکستہ ہوچکی ہو وہاں اس کے اردگرد آبادی بھی نہ رہی ویرانہ میں آگئی ہو، لوگ اس سے مستغنی ہوچکے ہوں، غرض کوئی بھی حالت ہو ایسی مسجد کو بھی نہیں بیچا جاسکتا بلکہ اس کے ملبہ کڑی تختہ اینٹ پتھر کو دوسری مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا۔

ردالمحتار میں ہے۔ ان المسجد اذا خرب یبقی مسجداً ابداً۔ اسی میں حاوی قدسی سے ہے۔ لا یجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر۔

عالمگیری میں ہے۔ لو صار احد المسجدین قد یما وتداعی الی الخراب فاراد اهل السکه بیع القدیم وصرفه فی المسجد الجدید فانه لا یجوز۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم (ص ۲۶۷ تا ۲۶۹ فتاویٰ مصطفویہ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....13

مسئلہ:- ازسرائے خام مدرسہ اشاعت العلوم مرسلہ: علی حسین بریلی، مورخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

علمائے اسلام اور دیانت وتقویٰ شعار اہل علم کی توجہ ذیل کے معاملہ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔ امید ہے کہ احکام شرعی صادر فرمائے جاویں گے۔

لاہور میں مسجد شہید گنج کی تحریک نے اب ایک پیچیدہ صورت اختیار کی ہے کیوں کہ بعض مسلمانوں نے اس سے اختلاف کرنا شروع کیا ہے جن کو عام مسلمانان لاہور غدار وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ وہ اس تحریک کو بے کار قرار دیتے ہیں جس کی بناء پر عام مسلمانوں میں یہ شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔

آیا مسجد شہید گنج کو شرعاً مسجد قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور جب اس کو سکھوں نے گورنمنٹ پنجاب کی اعانت وحفاظت میں گرایا ہے تو کیا اس زمین کو اب مسجد کا حکم حاصل ہے یا نہیں؟

اس کی حفاظت کے جذبہ میں سرشار ہوکر جن مسلمانوں نے اس کے گرانے کو اپنے مذہب پر اور اس کے ضمن میں اپنی مذہبی عزت پر ایک شدید حملہ سمجھا اور بہ حیثیت مسلمان اپنی عزت کو بچانے کی غرض سے مسجد شہید گنج میں جانا چاہا اور بصورت ممانعت بطور احتجاج راستہ پر بیٹھ گئے اور محض اس جرم کی پاداش میں کہ مسجد اور اپنی عزت کی حفاظت کی غرض سے وہ راستہ پر سے نہ ہٹتے تھے ان پر آتش بازی کی گئی جس سے ان پُر امن نہتوں کی جانیں تلف ہوگئیں۔ آیا وہ شرعاً شہید ہیں یا نہیں؟

مسجد مذکور کو موجودہ قانون مسلمانوں کے حوالہ کرانے میں اپنے آپ کو عاجز بتاتا ہے اس لئے عدالت اس امر میں مسلمانوں کی مدد نہیں کرتی لیکن مسلمانوں میں یہ قدرت ضرور ہے کہ وہ اس کارروائی کے خلاف زبانی احتجاج کریں، پر امن مظاہرے کرکے مخالفین کو مجبور کریں کہ وہ توہین مسجد سے باز آجائیں۔ ان کی یہ کارروائی ان کے لئے باعث ہلاکت نہیں ہوسکتی بلکہ اگر کوئی تکلیف جرمانہ یا قید کی اس کے مقابلہ میں ان کو پہنچے گی بھی تو وہ قابل برداشت ہوگی اس لئے اس بارے میں پُر امن احتجاج اور مظاہرے کرنا مسلمانوں کے لئے من حیث المذہب ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- لاہور کی مسجد شہید گنج ہو یا کہیں کی کوئی مسجد جو مسجد ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے۔ اس کی مسجدیت باطل نہیں ہو سکتی۔ سکھوں نے شہید کی ہو یا کسی نے وہ مسجد جیسے شہید ہونے سے پہلے مسجد تھی یوں ہی اب بھی مسجد ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی۔

عیاذاً باللہ کافروں کے قبضہ میں مسجد آجانے سے کسی کے نزدیک اس کی مسجدیت نہیں جاتی۔ کعبہ برسہا برس قبضۂ کفار میں رہا جس کے گرداگرد مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہر دن ایک نئے بت پوجا کرتے اس قبضہ سے کعبہ غیر کعبہ نہیں ہو گیا۔ وہاں بتوں کے نصب کرنے اور پوجا ہونے سے قبلہ بت خانہ نہیں بن گیا وہ جیسا خالصاً للہ تعالیٰ برائے قربت وطاعت الٰہی پہلے تھا یوں ہی جب رہا یوں ہی اب ہے یوں ہی ابدالآباد تک رہے گا۔ اسی طرح مسجد کا وہ بقعۂ طاہرہ جو خالصاً للہ تعالیٰ برائے طاعت وقربت وقف کیا گیا وہ جب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا جیسا جب تھا ویسا ہی سکھوں کے قبضہ میں چلے جانے کے بعد رہا۔ ویسا ہی مسجد کی عمارت شہید ہو جانے کے بعد اب ہے۔ اصل مسجد تو وہ موضع صلاۃ ہے عمارت ہو یا نہ ہو جو جگہ مسجد ہو گئی مسجد ہی رہے گی۔ الا عند محمد فی بعض الصور وھذہ لیست منہا۔

عنایہ میں فرمایا: فی زمان الفترة قد کان حول الکعبة عبدة الاصنام ثم لم یخرج موضع الکعبة بہ ان یکون موضعاً للطاعة والقربة خالصاً للّٰہ تعالیٰ فکذلک فی سائر المساجد۔

مسجد کی ابدیت ان بعض کتب معتمدہ کی ان عبارات سے روشن۔ حاوی قدسی وتنویر الابصار ودرمختار میں ہے۔ ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداالی قیام الساعة وبہ یفتی۔

ردالمحتار میں ہے۔ قولہ ولو خرب ما حولہ الخ ای ولو مع بقائہ عامرا وکذا لو خرب ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس عنہ لبناء مسجد اخر۔

اسی میں بحر وفتح ومجتبیٰ وحاوی سے تائیدیں لیتے ہوئے فرمایا۔ قولہ عند الامام

والثانی فلا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل ما لہ الیٰ مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیہ او لا وھوالفتویٰ حاوی القدسی واکثر المشائخ علیہ مجتبی وھو الا وجہ فتح اھ بحر اذا خرب المسجد وفی الفتاویٰ اذا خربت القریة التی فیھا المسجد وجعلت مزارع وخرب المسجد ولا یصلی فیہ احد فلا بأس بان یأخذہ صاحبہ ویبیعہ وھو قول محمد وعن ابی یوسف لا یعود الی ملک البانی ولا الی ملک ورثتہ وھو مسجد ابداً۔

بحرالرائق پھر شامی میں ہے۔ علم ان الفتویٰ علی قول محمد فی آلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد۔ *ردالمحتار میں ہے۔* ان الفتویٰ علی ان المسجد لا یعود میراثاً ولا یجوز نقلہٗ ونقل ما لہ الی مسجد اخر۔

حاشیہ علامہ سیدی ابن عابدین علی الدر میں ہے۔ ای قولہ ینصرف مفرع علی قول الامام وابی یوسف ان المسجد اذا خرب یبقی مسجدا ابدا۔ *اسی میں ہے۔* علمت ان المفتی بہ قول ابی یوسف انہ لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الیٰ مسجد اٰخر کما مر عن الحاوی۔

فتاویٰ حجہ پھر مضمرات پھر ہندیہ میں فرمایا۔ لو صار احد المسجدین قدیما وتداعیٰ الی الخراب فاراد اھل السکة بیع القدیم وصرفہ فی المسجد الجدید فانہ لا یجوز اما علی قول ابی یوسف فلان المسجد وان خرب واستغنی عنہ اھلہ لا یعود الی ملک البانی واما علیٰ قول محمد وان عاد بعد الاستغناء ولکن الیٰ ملک البانی وورثتہ فلا یکون لاھل المسجد علی کلا القولین ولایة البیع والفتویٰ علیٰ قول ابی یوسف انہ لا یعود الیٰ ملک مالک ابداً

ان عبارات سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن وآشکارا ہوا کہ مسجد شہید گنج مسجد ہی ہے۔ بستی کے مسلمان اسے وہ تو وہ ہے کسی ایسی مسجد کو جو بوجہ قدامت بوسیدہ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....14

وخراب ہوچکی ہوتی جس سے استغناء ہوگیا ہوتا غیر آباد ہوگئی ہوتی ویرانہ میں پڑ گئی ہوتی ایسی مسجد کو بھی فروخت نہیں کرسکتے۔ مسجد شہید گنج کو مسلمان سکھوں یا کسی کے ہاتھ فروخت کرڈالتے تو بھی وہ بیع نہ ہوسکتی۔ وہ ہزار بار اگر فروخت کی جائے تو بھی وقف ہی ہے۔ ع

ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں

مسلمانوں کی شامت اعمال کہ ہر معاملہ میں کچھ نہ کچھ لوگ کسی نہ کسی وجہ اپنی ذاتی غرض ومنفعت یا محض خوشامد میں اختلاف کا علم اٹھالیتے ہیں۔ یہ بات بھی کوئی اختلاف کی تھی۔ ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم۔

اپنی جہالت سے اسلام و مسلمین کو نقصان پہنچاتے غلبۂ کفر وکافرین کا موجب ہوتے ہیں کفار کی امداد واعانت کرتے ہیں۔ والعیاذ باللّٰه تعالیٰ۔

گورنمنٹ کا قانون کہ وہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کرے گی کبھی دست انداز نہ ہوگی۔ مگر ایسے ہی لوگ ہیں جو حکومت کو اپنے بدعمل سے فریب دیتے ہیں اور اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے گورنمنٹ کو بدنام کراتے ہیں۔ رعایا میں بداعتمادی پھیلاتے ہیں۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ اس قانون معاہدہ کے ہوتے ہوئے مسجد کو مسجد جانتے ہوئے کیوں کر مسلمانوں کو اس سے روکتی اور مسلمانوں کی عبادت گاہ سکھوں کو شہید کرنے دیتی اور سکھوں کی حفاظت کرکے جو مسجد کو شہید کرتے ہیں ان کی امداد واعانت کرتی؟ جب تک اسے ایسے ہی لوگوں نے کوئی سخت خطرناک فریب نہیں دیا۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگوں نے گورنمنٹ کو یہی باور کرایا ہو کہ اب وہ مسجد نہ رہی۔ ایک فریب اور بھی مسموع ہوا ہے کہ جسے مسجد شہید گنج کہا جاتا ہے یہ درحقیقت مسجد نہیں مسجد نما ایک عمارت ہے جو کسی قاضی کی کچہری تھی۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

ان دشمنان عقل وخرد کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان کوئی عمارت مسجد نما نہیں بناتے کیا کوئی اور عمارت ایسی دکھائی جاسکتی ہے جو مسجد نما ہو مسجد نہ ہو؟ قاضی کی کچہری کی بھی ایک ہی ہوئی۔ ان جہلاء کو کیا معلوم کہ پہلے مقدمات ومجالس نکاح وغیرہ امور مساجد ہی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....15

میں ہوا کرتے۔ خود زمان برکت نشان حضور سید الانس والجان میں یہی تھا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو کیا اس سے وہ مسجدیں مسجدیں نہ رہیں قاضیوں کی کچہریاں ہوگئیں؟ والعیاذ باللّٰه تعالیٰ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

۲- مساجد بیوت اللہ ہیں اللہ کے دین کا شعار عظیم ہیں اور کسی شعار دین کی ادنی سے ادنیٰ ہتک ہرگز مسلمان برداشت نہیں کرسکتے۔ بیشک بیشک شعار دین پر حملہ ہے مسلمانوں کی ذاتی ہی عزت پر حملہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی دینی عزت پر بھی جس پر مسلمان اپنی عزت وآبرو اپنی جان ومال تن من دھن سب کچھ قربان کردینے کا سچا جذبہ رکھتے ہیں اور جو بن پڑے اور جس کی ان کا دین ومذہب اجازت دے وہ سب کچھ کرگذرنے کو تیار رہتے ہیں۔

مسجد شہید گنج یقیناً شعار دین ہے۔ مسجد کی حفاظت وصیانت فرض مبین ہے۔ جہاں تک جس جائز طریقہ سے ہوکرنا ناگزیر ہے۔ کلیجہ اس مسلمان کہلانے والے کا دیکھو جو ان مسلمانوں کو جنہوں نے مسجد کی حفاظت وصیانت چاہی گورنمنٹ کے خلاف ہاتھ اٹھانا کیسا لب تک نہ ہلایا اور مسجد کی حفاظت وصیانت چاہتے ہوئے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کردیں شعار دین پر اپنی قربانیاں چڑھادیں اللہ کے راستہ میں اپنی جانیں نثار کیں انہیں حرام موت مرنے والا کہے؟ حدیث تو ارشاد فرمائے۔ من قتل دون ماله فهو شهید ومن قتل دون دمه فهو شهید ومن قتل دون دینه فهو شهید ومن قتل دون اهله فهو شهید اور یہ برخلاف حکم حدیث کہے نہیں نہیں جو مسجد کی حفاظت وصیانت میں مارے گئے وہ شہید نہ ہوئے۔

حدیث فرماتی ہے۔ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گھر والی یا کسی قرابت والے کی حرم سے حفاظت میں بلکہ اپنے مال کی حفاظت میں جو مارا جائے وہ شہید ہے۔ دین کی حفاظت تو دین کی حفاظت ہے تیسیر شرح جامع صغیر میں حدیث مذکور کی شرح میں علامہ مناوی قدس سرہٗ یوں فرماتے ہیں۔ من قتل دون ماله ای عند رفعه من یرید اخذه ظلماً فهو شهید ای فی حکم الآخرة لا الدنیا ومن قتل دون دمه ای فی الدفع عن نفسه فهو شهید ومن قتل دون دینه ای فی نصرة

دین اللّٰہ والذب عنه فهو شهید ومن قتل دون اهله ای فی الدفع عن بضع حلیلته او قریبته فهو شهید فی حکم الاٰخرة لا الدنیا لان المؤمن محترم ذاتاً ودماً واهلاً ومالاً فاذا ارید منه شئ من ذلك جازله الدفع عنه فاذا قتل بسببه فهو شهید۔

جوان لوگوں کو حرام موت مرنے والا بتاتا ہے اس کے طور پر یہی نہیں بلکہ جو مسلمان اذان پر یا قربانی گاؤ پر شہید ہوتے رہے وہ سب بھی حرام موت مرے اور یہی نہیں بلکہ تیرہ سو برس کے اندر جتنے لوگ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مارے گئے وہ سب معاذ اللہ ایسی ہی حرام موت مرے۔ ولا حول ولا قوة الا باللّٰه۔

قرامطہ ملعون نے مکہ معظّمہ پر حملہ کیا ہزار ہا حجاج کو قتل کیا جن میں بڑے بڑے حضرات علماء بھی تھے اولیاء تھے وہ قتل ہوتے رہے اور گاجر مولی کی طرح کٹتے رہے مثلاً حضرت شیخ علی بابویہ صوفی۔ اعلام الاعلام میں ہے۔ لم یقطع طوافه علی بابویه وجعل یقول۔

ترى المحبین صرعىٰ فی دیارهم
کفتیة الکهف لا یدرون کم لبثوا
والسیوف تقفوه الی ان سقط میتا رحمه اللّٰه تعالیٰ۔

آنجناب نے طواف جاری رکھا تلواریں پڑ رہی ہیں اور وہ طواف قطع نہیں فرماتے۔ وہاں سے بھاگنا کیسا طواف جاری رکھتے ہوئے یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا۔ تری المحبین الخ تو محبوں کو ان دیار میں مدہوش پائے گا جیسے اصحاب کہف کہ انہیں خبر نہیں کہ وہ کہف میں کتنا رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

وہ صحابۂ کرام جو انواع انواع آلام دیئے گئے اور سخت ایذاؤں کے ساتھ قتل کیے گئے کہ اپنا فرض چھوڑ دیں انہوں نے ساری ایذائیں تکلیفیں آلام خوشی سے برداشت کیے قتل ہونا منظور کیا مگر جسے اپنا فرض جانتے تھے نہ چھوڑا۔ یہ سب معاذ اللہ شہید نہ ہوئے؟

ازالۂ منکر فرض ہے۔ اس کے تین مرتبے حدیث میں ارشاد ہوئے کہ فرمایا۔ من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....16

فبقلبه وذلك اضعف الایمان جو تم میں کوئی منکر دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اور اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ اضعف ایمان ہے۔

مسجد جو شعار دین ہے اس کا گرانا یا کسی طرح اہانت کرنا بھی ضرور منکر اعظم ہے اور ضرور اس کا ازالہ جس طرح ہو سکے گا جائز طور پر وہ لازم ہے۔

مسلمانوں میں یہاں اس کی استطاعت نہ تھی کہ وہ مسجد ڈھانے والوں کو بقوت روکتے ان پر جہاد کرتے حملہ آور ہوتے تو انہوں نے ایسا نہ کیا کہ یہ اس حالت میں اس کی انہیں اجازت نہ تھی۔

اب دوسری صورت یہ تھی کہ زبان سے احتجاج کریں اپنی حق بات کا خوب روشن طریقہ پر اثبات کریں غیروں کے باطل دعویٰ کا واضح طور پر ابطال کریں مسجد میں اور مسجد کے راستوں میں بیٹھ جائیں کہ پہلے مسجد والوں کو ختم کر دو پھر مسجد کو ہاتھ لگاؤ، اتنا ہجوم ایک ساتھ ایک بات بالحاح کہے شاید ان پر اثر انداز ہو۔ انہوں نے اپنا فرض ادا کرنا چاہا مضطر ہو کر شہید گنج کی طرف چلے بدنام کنندگانِ حکومت نے انہیں روکا وہ رک گئے پھر جذبۂ حفاظت وصیانت سے متاثر ہو کر بڑھے پھر روکے گئے بار بار یہی ہوا آخر کار ان نہتوں پر جن سے کسی طرح کسی خطرناک کارروائی کا اندیشہ صحیح نہیں تھا حکومت نے آتشبازی کی اور اللہ جانے کتنے مجروح ہوئے کتنے شہید کتنی بیبیاں بیوہ ہوئیں اور کتنے بچے یتیم کتنے گھر بے چراغ ہوئے اور کتنے مکانات ماتم کدہ بن گئے۔

امر بالمعروف اور ازالۂ منکر میں اگر کوئی ضرر لاحق ہو تو ترک حلال ہے لازم نہیں بلکہ کرنا افضل ہے۔ جو مسلمان اسے سن کر کے ازالہ میں مارے گئے وہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں حدیث مذکور کی تشریح یوں ہے: من رأی ای علم منکم معشر المسلمین المکلفین القادرین منکرا ای شیئاً قبحه الشرع فعلا اوقولاً فلیغیره بیده وجوباً شرعاً اوعقلاً فان لم یستطع الانکار بیده بان ظن لحوق ضرربه فبلسانه فان لم یستطع ذالك

بلسانه لوجود مانع لخوف فتنة او خوف على نفس اوعضوا ومال فبقلبهٖ ينكره وجوباً بان يكرهه ويعزم انه لو قدر فعل وذٰلِكَ اى الانكار بالقلب اضعف الايمان۔

فتاویٰ خلاصہ میں فتاویٰ صغریٰ سے ہے۔الامر بالمعروف يحل وان كان يلحقه الضرر غالباً او يعلم يقيناً وفى فتاوىٰ القاضى الامام اذا رأى الرجل منكرا من قوم وهو يعلم انه لونها هم عنه قبلوا منه فانه لا يسعه ان يسكت ويترك وان كان يعلم لونها هم لايستمعون وسعه ان يترك والنهى افضل وان علم انهم يضربونه او يشتمونه لونها هم وسعه ان يتركه۔

مسلمان اگر مجبور تھے تو اس سے کہ شہید کرنے والوں کو اپنے زور بازو سے روکیں۔ان پر حملہ آور ہوں جہاد کریں۔زبانی منع کرنے اس پر فرداً فرداً احتجاج کرنے تھک کر الحاح کرنے اور دوسرے جائز طریقوں سے روکنے سے تو مجبور نہ تھے؟ جو کر سکتے تھے اس کا کرنا تو ان کے ذمہ لازم وفرض تھا یا قانوناً یہ بھی منع تھا؟ پھر جب مسلمانوں نے اپنا فرض ادا کیا اور وہ فرض ادا کرتے ہوئے حکومت کو بدنام کرنے والوں کے گڑھے ہوئے اندیشہ کی بنا پر ظلماً شہید ہوئے وہ کیوں نہ شہید ہوئے اور کیوں حرام موت مرے؟ کسی کے گھر پر کوئی ظالم قوم چڑھ آئے اور وہ اپنی چلتی جائز طریقوں سے اپنے گھر کی حفاظت چاہے اور گھر کو ڈھانے سے باز رکھنے کی کوشش کرے اس پر انہیں ظالمین میں کہ وہ جن کا تعلق حکومت سے ہو زبردستی اس مظلوم کو حکومت کا مجرم فسادی امن عامہ کو برباد کرنے والا ٹھہرا کر حکومت کو اس سے اندیشہ اور خطرہ بتا کر قتل کرلیں وہ مظلوم مرے تو حرام موت مرے۔کیا انصاف ہے؟

جب اپنے گھر کی اپنے مال کی حفاظت میں جو قتل کیا جائے بحکم حدیث وہ شہید ہے۔تو یہ تو خدا کے گھر کی حفاظت وصیانت چاہتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ہم حکومت کو ملزم نہیں کہہ سکتے اس نے جو کچھ کیا غلط یا صحیح اندیشہ فساد کی بنا پر کیا اگر حکومت پر اس الزام کا جواب ہمارے خیال میں نہیں تو اس نے جیسے اندیشہ فساد کی بنا پر مسلمانوں کو روکا تھا

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....17

یوں ہی سکھوں کو مسجد کے شہید کرنے سے کم از کم اس وقت ہی روک دیتی۔اور نہ اس الزام کا ہماری سمجھ میں کوئی معقول جواب ہے کہ حکومت کے ایسے لوگ جو خطرناک کارروائیاں کر گذرتے ہیں۔حکومت ان کی تحقیقات کر کے انہیں سزا کیوں نہیں دیتی؟ اس کا ایسا اعتبار کیوں کرتی ہے کہ انہیں آئے دن ایسی غلط اور پر خطر کارروائیاں کرنے کی جرأت ہوتی ہے؟

ہاں ایک ہی صورت ہے جس سے گورنمنٹ مسلمانوں کی اشک شوئی کر سکتی ہے وہ یہ کہ جو کچھ عمال حکومت نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی اور ناقابل تلافی نقصان پہنچایا کافی تحقیقات کے بعد اس کا ان سے انتقام مسلمانوں کی جانب سے لے۔اور مسجد شہید گنج مسلمانوں کے حوالہ کرے۔سید حبیب اور جن ناکردہ خطا لوگوں کو عمال حکومت نے بے وجہ گرفتار کیا ہے انہیں آزاد کرے۔

دو آنکھیں خدا نے اسی مصلحت سے دی ہیں کہ دونوں جانب نظر کی جائے۔حکام کی حمایت ضرور حکومت پر لازم ہے کہ اگر حکام کی حمایت نہ کی جائے تو حکام کام نہ کر سکیں رعایا سے ان پر اندیشہ زیادتی ہو مگر رعایا کی رعایت بھی حکومت کا فرض ہے۔ اگر ادھر نظر التفات نہ کرے گی تو وہی نتیجہ ادھر ہوگا کہ حکام رعایا پر ظلم توڑیں گے اور اس پر زیادتی کریں گے۔جو حاکم غلطی کا ارتکاب کرے اسے سرزنش کرنا لازم اور جیسی غلطی ہو ویسی سزا ضرور۔گورنمنٹ جیسے اپنے معاملات میں خطا پر فوری سزا دیتی ہے اور جیسی تحقیقات کرتی ہے ویسی ہی تحقیقات ویسی ہی سزا اس خطا پر کی جائے۔ماننا نہ ماننا اس کا اختیار ہے۔

مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے
ہم نیک وبد سے آپ کو آگاہ کر چکے

تقریر بالا سے روشن ہوگیا کہ مسلمانوں پر مسجد کی حفاظت وصیانت لازم ہے۔وہ ان کا فرض ہے۔جائز طریقوں سے تاحدامکان اس میں سعی کریں۔جو امر جائز اور مفید ہو اسے کریں اور ناجائز نامفید سے بچیں۔کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے فائدہ کی بجائے نقصان ہو۔پرامن احتجاج اور مظاہرہ اگر مفید ہوں اور کر سکتے ہوں تو بیشک کریں

اپنا فرض کسی کی کراہت کی وجہ سے اور کسی کی خوشنودی سے ہرگز ترک نہیں کیا جاسکتا مگر جب کہ اس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو۔

جب قانون اس سے مانع نہیں تو کوئی اندیشہ نہیں ایسا قانون ہو بھی نہیں سکتا۔ آخر عام اضطراب اور بے چینی کا اظہار اور کس طرح ہوسکتا ہے اور حکومت کو اس کا علم اور کیسے کرایا جاسکتا ہے؟ اگر ایسا قانون ہو تو کیا اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے۔ ہرگز کوئی قانون ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو جائے تو جب بھی اتنا ہوگا کہ لزوم نہ ہوگا وبس۔ (ص ۲۴۴ تا ۲۵۰، فتاویٰ مصطفویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

مفتی اعظم ہند کے اندر ایمانی جرأت ایسی تھی کہ بلا خوف لومۃ لائم ہر صحیح اور سچی بات برملا کہتے اور اس میں کسی طرح کی مداہنت اور بے جا رعایت کے قائل نہ تھے۔ جب کوئی خلاف شرع کام دیکھتے فوراً ٹوکتے۔ بے داڑھی والا مسلمان سامنے آتا تو اس کو سختی کے ساتھ داڑھی رکھنے کی تاکید کرتے۔ محافل میلاد اور جلسوں میں کوئی نعت خواں غلط شعر پڑھ دیتا جس میں شرعی سقم ہوتا یا کوئی خطیب و واعظ غلط مسئلہ یا روایت بیان کرتا تو فوراً وہیں مجمع عام میں اس کی اصلاح کرتے اس سے توبہ کراتے۔ اگر کوئی ننگے سر سامنے آتا اس کو بھی برداشت نہ فرماتے اور تنبیہ فرماتے۔ اس طرح کے نہ جانے کتنے واقعات پیش آئے جن سے قریب رہنے والے ہزاروں علماء و عوام بخوبی واقف ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد جب کہ مسلمان اور ہندو دونوں ایک دوسرے کے خلاف سخت مشتعل تھے اور برصغیر ہندوستان میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی اور صبح و شام خوف و ہراس کے سائے میں گذر رہے تھے ایسے ہنگامہ خیز دور میں آپ مسجد میں ہی نماز ادا کرنے جاتے اور لوگوں کے منع کرنے کے باوجود اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے وقت پر مسجد پہنچ جاتے۔ دنیا آج بھی جا کر دیکھ سکتی ہے کہ محلّہ سوداگران بریلی میں صرف آپ کا خاندان آباد ہے۔ بقیہ سب ہندو ہیں جن میں کثیر تعداد پاکستان سے آئے ہوئے شرنارتھیوں کی ہے۔

مفتی اعظم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے عظیم الشان دینی خدمات انجام دی ہیں۔ ہمیشہ گمراہوں کو راہِ ہدایت دکھاتے رہے اور اپنے چند جملوں سے قلوب کی تسخیر کا

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....18

آپ وہ کارنامہ انجام دیتے جو اوروں کی سیکڑوں تقاریر پر بھاری ہوتے۔ آپ کی دلکش اور مقدس صورت دیکھ کر بے شمار غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں بدعقیدہ آپ کی صورتِ زیبا دیکھ کر اور آپ کے حسن اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر بدعقیدگی سے تائب ہوئے۔

بیعت و ارشاد کے سلسلے میں اپنے دور میں آپ بے مثل و بے نظیر تھے اور آپ ایسے عارف و کامل مرد مومن تھے جس کی نگاہ حق بیں شریعت و طریقت کے اسرار و رموز اور ان کی تہ تک فوراً پہنچ جائے۔ آپ کے دامن کرم سے وابستہ مریدوں کی تعداد دسیوں لاکھ تھی۔ دلوں پر آپ کی سلطانی و حکمرانی ایسی مسلّم تھی جس کی مثال آپ کے دور میں عالم اسلام اندر ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔

افسوس کہ عرب و عجم کا یہ فقید المثال فقیہ و مفتی و مرشد و شیخ طریقت شب پنجشنبہ ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲؍نومبر ۱۹۸۱ء ایک بج کر چالیس منٹ پر مسلمانانِ عالم اور کروڑوں عقیدت مندوں کو اچانک داغِ مفارقت دے گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

بی بی سی لندن، آل انڈیا ریڈیو، پاکستان ریڈیو اور اخبارات و رسائل نے اس المناک و وحشت ناک حادثہ کی خبر ساری دنیا میں پھیلادی جس سے مسلمانوں پر ایک بجلی سی گر پڑی اور سوگواروں کے قافلے بریلی شریف کی جانب چل پڑے۔ کاروں، بسوں، ٹرینوں اور ہوائی جہازوں سے علماء و فضلاء و نمائندگان حکومت ہزاروں ہزار کی تعداد میں جمع ہوگئے۔ تین بج کر ۲۰؍منٹ پر بعد نماز جمعہ اسلامیہ کالج بریلی کے وسیع و عریض میدان میں سرکارِ کلاں حضرت مولانا سید مختار اشرف اشرفی سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد خانقاہ عالیہ رضویہ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پہلو میں آپ کو سپرد لحد کیا گیا۔ جس کے انوار و تجلیات کا چشم سر سے مشاہدہ کر کے زبان خلق پکار اٹھی۔

نصیب تیرا چمک اٹھا دیکھ تو نوری
عرب کے چاند لحد کے سرہانے آئے ہیں

☆☆☆

مفتیِ اعظم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پیغمبر فطرت، محسن انسانیت، ختمی مرتبت، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت والفت اور آپ کی اطاعت وفرماں برداری اصل الاصول اور خلاصۂ ایمان واسلام ہے۔ اسی لئے حکم قرآن کے مطابق محبت خداوندی کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنے آپ کو فنا کردیا جائے اور زندگی کا لمحہ لمحہ ان کی سنت کی یاد تازہ کرتے ہوئے گذارا جائے۔ چنانچہ خداوند قدوس کا یہ فرمان ہدایت نشان جملہ اہل اسلام کے لئے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ (پ٣، آل عمران، ع١٢) تم فرمادو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں محبوب رکھے گا۔

اطاعت رسول کو اطاعت خداوندی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ (النساء-٨٠) جس نے رسول کی اطاعت کی درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کسی بھی انسان کا صاحبِ ایمان ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ اقرار توحید ورسالت کے ساتھ ذات سرورکائنات کو اپنا حاکم وفیصل تسلیم کرلے۔ اور اپنے اس فیصلہ پر دل سے عمل بھی کرے۔ جیسا کہ قرآن مقدس کا حکم ہے۔

فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا ممّا قضیت ویسلموا تسلیما (النساء-٦٥) تمہارے رب کی قسم! اس وقت تک یہ صاحب ایمان نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی اختلاف میں تمہیں فیصل نہ بنالیں اور پھر تمہارے دیئے ہوئے فیصلہ سے اپنے دل میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....19

سچ فرمایا امام اہل سنت مولانا احمد رضا حنفی قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ؎

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ ۔۔۔ اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ۔۔۔ ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

خلفاء راشدین، اہل بیت اطہار، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین اور اسلاف کرام کی مبارک ومسعود زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے عشق وعرفان کے ایسے حیات آفریں واقعات ومناظر ہماری نگاہوں کے سامنے آئیں گے جن سے ہماری روحِ ایمان ویقین کو وجد آجائے اور ہمارے قلوب ان کے جلوؤں سے سرشار ہو اٹھیں۔ ؎

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں
ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

ماضی قریب کے جلیل القدر اور شہرۂ آفاق عالمِ دین مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری قدس سرہٗ (متوفی ١٤٠٢ھ/١٩٨١ء) کا شمار ان پاکبازانِ امت اور عشاقِ رسول میں ہوتا ہے جو اپنے علم وفضل، فکر ودانش، عرفان وآگہی، اتباعِ شریعت، خشیت وتقویٰ، زہد وورع، اخلاص وایثار، کرم وسخاوت، خلق واحسان، ہدایت ورہنمائی، اور انسانیت نوازی میں نادرۂ روزگار اور اپنی مثال آپ ہوا کرتے ہیں۔

علم تفسیر وحدیث، فقہ وافتاء، اور جملہ علوم نقلیہ وعقلیہ میں جہاں آپ مرجع علماء وفضلاء تھے وہیں شعر وشاعری کے میدان میں بھی آپ نے اپنے تأثرات وواردات قلبی کو الفاظ کے پیکر میں ڈھال کر صنفِ نعت گوئی کو عروج وکمال بخشا ہے۔ صداقتِ بیان اور سلاستِ زبان کا مشاہدہ کرنا ہو تو ''سامانِ بخشش'' کا مطالعہ کیجیے اور اپنے ذخیرۂ عشق وعرفان میں اضافہ کیجیے۔

چونکہ میرا موضوع سخن ''مفتی اعظم کا عشقِ رسول'' ہے اس لئے میں صرف اسی موضوع پر اظہار خیال کروں گا اور اپنی اس مختصر سی تحریر کے ذریعہ بتلاؤں گا کہ سیدی مرشدی حضور مفتیٔ اعظم ہند کا عشقِ رسول اپنی ارجمندی وفیروزبختی کی کس منزل پہ فائز

ہے۔اوران کی زندگی کا قریب سے مشاہدہ کرنے والے علماء و مشائخ کرام نے انہیں عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کس درجہ سرشار پایا ہے۔

جانشین مفتیٔ اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی ارشاد فرماتے ہیں۔

''سیدی مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا قدس سرہٗ رضائے مصطفیٰ تھے۔اور جو عظمت انہیں حاصل ہوئی وہ محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بنا پر۔اور بلا شبہ عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی جان ایمان ہے۔حضرت مفتی اعظم کی سرکار علیہ السلام کے عشق میں فنائیت کا شاہدان کی زندگی کا لمحہ لمحہ ہے۔محبتِ رسول میں ان کی فنائیت کا صحیح اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آخر عمر میں باوجود شدید علالت کے نعت کی محفل میں گھنٹوں باادب بیٹھے رہتے تھے۔اور نعت پاک کے ہر مصرع پر رونا اور والہانہ کیفیت کا طاری ہونا اس بات کا غماز ہے کہ وہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی محبت میں گم ہو چکے تھے۔
(ص ۳۵،مفتی اعظم نمبر،ماہنامہ حجاز جدید دہلی،ستمبر و اکتوبر ۱۹۹۰ء)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت وشیفتگی کا اندازہ کرنا ہو تو یہ واقعہ بروایت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی سماعت فرمائیں۔

ایک بار کوٹہ (راجستھان) کے ایک مقرر صاحب بڑی گھن گرج کے ساتھ تقریر کر رہے تھے۔دورانِ تقریر انڈیا گورنمنٹ کی تعریف میں کہنے لگے۔ہماری سرکار! حضرت مفتی اعظم اسٹیج پر موجود تھے۔فوراً ٹوکتے ہوئے فرمایا۔گورنمنٹ کہو،سرکار تو بس ایک ہی ہے۔مدینے کی سرکار!

عشق ومحبتِ رسول کی سچی علامت ہے اتباع رسول۔جس کا عالم یہ تھا کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی کچھوچھوی ارشاد فرماتے ہیں۔

''بخاری ومسلم کا سننے والا جس یقین واذعان کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سنے،اسی یقین واذعان کے ساتھ حضور مفتی اعظم ہند کو دیکھنے والے کو یہ حق ہے کہ کہے''ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چلتی پھرتی سچی تصویر دیکھی''۔فرائض وواجبات وموکدات کو رہنے دیجئے جو ہستی مباحات وفطری خواہشات میں رسولِ کریم کی اطاعت واتباع سے سرِ مو متجاوز نہ ہو وہ رسول کریم کی سچی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....20

تصویر اور افعال رسول کا پیکرِ نور نہیں تو اور کیا ہے؟ (ص ۵۲،مفتی اعظم نمبر،حجاز جدید)

اور حضرت مولانا سید محمد اجمل میاں اشرفی کچھوچھوی آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

''خرابی صحت وتوانائی کے باوجود فرائض کی تکمیل میں اتنے مستعد کہ جوانی بھی تحیر واستعجاب کے عالم میں عش عش کر اٹھے۔عشق حبیب خدا سے آشنا قلب وذہن لذتِ نعت گوئی سے زبان کی عظمتوں کو چار چاند لگاتا رہا۔اور دنیائے حمد ونعت میں عشق ومحبت کے ایسے گل بوٹے کھلے جن کی مہک سے مشام عالم معطر ہو گیا۔خدمتِ خلق بچھونا، خدمت دین اوڑھنا،اور عشقِ مصطفیٰ غذا۔بس اسی کو اپنا سب کچھ سمجھا اور اسی میں زندگی گذاردی۔(ص ۶۹،مفتی اعظم نمبر،حجاز جدید،دہلی)

مفتی اعظم کی زندگی کا یہ رنگ وآہنگ کیوں نہ ہو اور آپ کی ہر ادا سنتِ مصطفیٰ کے پیکر میں کیوں نہ ڈھل جائے کہ اپنے اہل عقیدت وارادت کو آپ نے ہمیشہ یہ تعلیم دی۔

''سنت مصطفیٰ کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔اسی میں دین دنیا کی بھلائی ہے''۔

عشق ومحبتِ رسول ہی کی ایک شکل ہے محبت ساداتِ کرام۔اور خانوادۂ رضویہ بریلی شریف عشق واتباع رسول اور محبت سادات کرام کی بنیاد پر آج تک اہل عشق وعرفان کی نظروں میں محترم رہا ہے۔چنانچہ اسی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سید شاہ احمد اجملی سابق سجادہ نشین دائرۂ شاہ اجمل الہ آباد لکھتے ہیں۔

''مفتی اعظم مرحوم اپنے خاندان کی تمام روایات کے امین تھے۔اولادِ رسول سے انہیں اپنے والد کی مانند محبت تھی۔سادات کرام کا وہ جس جذبہ سے استقبال کرتے تھے۔جس محبت سے ملتے تھے اب شاید اس کی نظیر نہ مل سکے۔عشقِ رسول نے ہی حضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمۃ کو بریلی کی سرزمین سے اٹھا کر شہرت کے آسمان پر چمکا دیا اور عشقِ رسول واولادرسول نے ہی حضرت مولانا مصطفیٰ رضا علیہ الرحمۃ کو وہ شہرتِ دوام عطا کی جو مشکل سے ہی کسی کو ملتی ہے۔(ص ۵۶،مفتی اعظم نمبر،حجاز جدید)

محبت سادات کرام کے ایک حیدرآبادی واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت مولانا سید اظہار اشرف کچھوچھوی ولی عہد سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ شریف رقمطراز ہیں۔

''ایک ثقہ روایت کے مطابق مکہ مسجد (حیدرآباد) کا عظیم الشان اجلاس جس میں کم وبیش ساٹھ ستر ہزار مسلمانوں کا اجتماع اور پھر سب کے دل میں حضور مفتی اعظم ہند کی زیارت کی تمنا اور اس پر ساداتِ حیدرآباد کا حضور مفتی اعظم ہند سے گزارش کرنا کہ آپ منبر پر یا کم از کم کرسی پر رونق افروز ہوں تاکہ دیدار کا اشتیاق رکھنے والوں کی تمنا پوری ہوجائے۔ یہ وہ مناظر ہیں جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔مگر ان سے زیادہ نہ فراموش کیا جانے والا وہ جواب ہے جو اس نسبتِ رسول کا احترام کرنے والے نے دیا۔حضور مفتی اعظم نے فرمایا! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نیچے ہو اور میں اوپر بیٹھوں۔ یہ مجھ سے کبھی نہیں ہوسکتا۔ امر پر ادب کو ترجیح دے کر حضور مفتی اعظم ہند نے صدیق اکبر اور مولائے کائنات کے پاکیزہ جذبات کی یاد دلادی۔ حیدرآبادی سادات وحضرات حیران وششدر رہ گئے۔اور خود ان کے دلوں میں اس عشق کے انوار وبرکات کا نزول ہونے لگا۔ اور پھر پورا مجمع نشۂ عشقِ مصطفیٰ میں سرشار نظر آنے لگا۔ (ص ۶۱، مفتی اعظم نمبر، حجاز جدید)

محبت سادات کا سلسلہ مفتی اعظم ہند کی حیات وممات دونوں کو محیط ہے اسی لئے سرکارِ کلاں حضرت مولانا سید شاہ مختار اشرف جیلانی سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف جنہوں نے حضور مفتی اعظم ہند کی نماز جنازہ پڑھائی ان کی خدمت میں ایک عریضہ کے ذریعہ حضرت مولانا ریحان رضا عرف رحمانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۹۸۵ء) اپنے ان تأثرات کا اظہار کرتے ہیں۔

''احترام سادات واولاد حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانوادۂ رضویہ کا طرۂ امتیاز رہا۔اور حضور مفتی اعظم ہند کی خواہش بھی یہی تھی کہ ان کی نماز جنازہ کوئی آل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ادا کرنے کی زحمت گوارہ کرے۔ حضور والا کی تشریف آوری دوہری سعادت کا باعث ہوئی کہ حضور مفتی اعظم ہند کی نماز جنازہ نہ صرف آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ شہزادۂ حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کی''۔ (ص ۶۱، مفتی اعظم نمبر، حجاز جدید)

اہل سنت کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کی تاسیسی کانفرنس ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء کے موقع پر دار العلوم اشرفیہ کی قدیم عمارت میں جہاں حضور مفتی اعظم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....21

ہند کا قیام تھا۔خانوادۂ اشرفیہ کی شاخ بسکھاری (ضلع فیض آباد، یوپی) کے سجادہ نشین سید ظفر الدین اشرف المعروف بہ بابو میاں کانفرنس میں شرکت کی غرض سے مدعو تھے۔وہ حضور مفتی اعظم سے ملنے پہنچے۔ چونکہ ان کے بعض آباء واجداد دیوبندیوں سے رسم وراہ رکھتے تھے۔اس لئے ان سے حکم حدیث کے مطابق آپ نے سلام وکلام سے انکار فرمادیا۔ اب اس کے بعد کی سرگذشت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی زبانی سماعت فرمائیے۔

''بابو میاں نے کہا۔حضور میں کبرائے دیوبند کی تکفیر میں ساری دنیا کے اہل اسلام کا ساتھی ہوں۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے اس مضمون کی اپنی دستخطی تحریر مفتی اعظم کے حضور پیش کی۔ اس وقت لوگوں نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا۔حضور مفتی اعظم ہند نے بابو میاں سے فرمایا صاحبزادے! آپ ذرا کھڑے ہوجائیں۔ نہ تو بابو میاں یہ سمجھے کہ یہ حکم کیوں ہورہا ہے۔ نہ مجلس میں بیٹھنے والوں نے ہی۔ مگر جب حکم پاکر بابو میاں کھڑے ہوئے تو حضور مفتی اعظم ہند نے باآں شان وجلال و باآں عظمت وتقدس و باآں ریش سفید ورفعت پیری ایک سبزہ آغاز نوجوان (بابو میاں) کا پیر دونوں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ ڈبڈبائی آنکھیں ان کے چہرہ کی طرف اٹھا کر فرمایا صاحبزادے! ہم تو آپ کے غلام وخانہ زادے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ کے جد کریم ہی کا دیا ہوا ہے۔ہم نے شروع میں جو کیا آپ ہی کے جد کریم کے حکم کی بجا آوری اور انہیں کے دین کا پرچم بلند کرنے کے لئے کیا۔ (ص ۳۳، مفتی اعظم نمبر، حجاز جدید)

احترام نسبت رسول کا یہ جذبہ کتنا روح پرور اور ایمان افروز ہے۔ حضرت مفتی عبد المنان اعظمی آپ کے بارے میں اپنا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

''مغربی یوپی کے کسی علاقہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا۔ بدنصیب مسلمان آج کل رات میں بارہ بجے تک سنیما دیکھتے ہیں اور دن میں دس بجے تک سوتے ہیں۔

یک بیک بازو سے میری طرف پوری طرح مخاطب ہوکر کہا۔ نہایت بلند آواز میں۔ بے حد بے زاری کے ساتھ۔ گویا مجھ پر پھٹ پڑے۔ مولانا! میں اس کو مان نہیں

سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بدنصیب ہو۔ آپ اس کو بدنصیب نہ کہئے کچھ اور کہہ لیجئے۔ حق یہ ہے کہ جس امت کے نگہبان رسول عربی ہوں وہ بدقسمت کیسے ہوسکتا ہے۔

چہ غم دیوارِ امت را کہ دارد چوں تو پشتیباں
چہ باک ازموجِ بحرآں را کہ دارد چوں تو کشتیباں

(ص ۳۲، مفتی اعظم نمبر، حجاز جدید، دہلی)

اب آخر میں کلام نوری سے چند منتخب اشعار ملاحظہ فرمائیں جن سے حضور مفتی اعظم ہند کے کمالِ عشق اور وقارِ عشق کا بخوبی اندازہ ہوجائے گا۔

چارہ گر! یہ دل ہے گھائل عشق کی تلوار کا
کیا کروں میں لے کے پھایا مرہم زنگار کا

÷ ÷ ÷

ہائے اس دل کی لگی کو میں بجھاؤں کیوں کر؟
فرطِ غم نے مجھے آنسو بھی گرانے نہ دیا

ترا ذکر لب پر، خدا دل کے اندر یونہی زندگانی گذارا کروں میں
دمِ واپسیں تک ترے گیت گاؤں محمد محمد پکارا کروں میں
مرا دین وایماں فرشتے جو پوچھیں تمہاری ہی جانب اشارا کروں میں

تمہارے جلوۂ رنگیں ہی کی ساری بہاریں ہیں بہاروں سے عیاں تم ہو، بہاروں میں نہاں تم ہو

تیرے باغِ حسن کی رونق کا عالم کیا کہوں آفتاب اک زرد پتہ ہے ترے گلزار کا

وہ حسیں کیا، جو فتنے اٹھا کر چلے ہاں! حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے

آبلے پاؤں میں پڑجائیں جو چلتے چلتے راہِ طیبہ میں چلوں سر سے قدم کی صورت

یہ دل تڑپ کے آنہ جائے آنکھوں میں کہ پھر رہا ہے کسی کا مزار آنکھوں میں

☆☆☆

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....22

مفتیِ اعظم کا بے مثال تقویٰ

اطاعتِ خداوندی، اتباعِ سنت رسول، فرائض وواجبات کی پابندی، ارتکابِ محرمات سے اجتناب، ترکِ نفسانیت، آداب شریعت کی محافظت، ظاہر وباطن میں یکسانیت، حقوق العباد کی رعایت، اور حسنِ اخلاق وکردار کے مجموعہ کا نام ہے تقویٰ وخشیتِ ربانی۔

رضائے الٰہی کی طلب وجستجو میں انہماک واستغراق اور بارگاہِ مولیٰ میں عتاب وعقاب کے تصور سے خوف وسراسیمگی ہی تقویٰ وخشیتِ ربانی کا وہ جوہری عنصر ہے جو قرآن حکیم کا مطلوب ومقصود ہے۔

تقویٰ اور خشیت، انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی وراثت ہے۔ اور علماء کرام وراثت انبیاء کے حامل وامین ہیں۔ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (۲۸، سورۂ فاطر، پارہ ۲۲)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں۔

''اور اس کی صفات کو جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں، جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم اللہ عزوجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔ (خزائن العرفان)

اولادِ آدم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں

دوطرح کے لباس دیئے ہیں۔ایک تو وہ جس سے تم اپنے پوشیدہ اعضاء کو چھپاتے ہو اور ایک وہ جس سے تمہارے جسم کی آرائش وزیبائش ہوتی ہے لیکن ایک لباس ایسا ہے جو ان دونوں سے بھی اچھا اور بہتر ہے۔'' وَلِبَاسُ التَّقوىٰ ذَالِكَ خَيْرٌ (۲۶،سورۂ اعراف پارہ ۸) ترجمہ: اور پرہیز گاری کا لباس وہ سب سے بھلا ہے۔(کنزالایمان)

جس طرح دنیوی سفر کے لئے زادِ راہ ضروری ہے اسی طرح آخرت کے لئے بھی زادِراہ ضروری ہے۔فرمانِ الٰہی ہے۔وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التّقوىٰ. (۱۹۷-سورۂ بقرہ) ترجمہ: اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے۔

تقویٰ کے بعض دنیوی واخروی فوائد کا ذکر قرآن میں اس طرح آیا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتقٰكُمْ (۱۳حجرات،پارہ۲۶)

بیشک تم اللہ کے یہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہے۔

وَمَنْ يَّتَقِ اللّٰهِ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۲،طلاق،پارہ۲۸) اور جو اللہ سے ڈرے،اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (۳۵،زخرف،پارہ۲۵)

اور آخرت تمہارے رب کے پاس ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جنّٰتٍ وَّعُيُوْن (۱۵،ذٰرِیٰت،پارہ۲۶)

بے شک ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔

تقویٰ کیا چیز ہے،اس کے مراتب کیا ہیں،اور متقی کسے کہتے ہیں؟ اس کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہوئے سورۂ بقرہ کی پہلی آیت کریمہ کی تفسیر میں صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی تحریر کرتے ہیں۔

"ھُدیً لِّلْمُتَّقِيْنَ" اگرچہ قرآن کریم کی ہدایت ہر ناظر کے لئے عام ہے مومن ہو یا کافر جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ھُدیً لِّلنَّاسِ لیکن انتفاع چوں کہ اس سے اہل تقویٰ کو ہوتا ہے اس لئے ھُدیً لِّلنَّاس۔ ارشاد ہوا۔جیسے کہتے ہیں بارش سبزہ کے لئے ہے۔یعنی منتفع اس سے سبزہ ہوتا ہے۔اگرچہ برستی کلّر اور زمین بے گیاہ پر بھی ہے۔

تقویٰ کے کئی معنی آتے ہیں۔نفس کو خوف کی چیز سے بچانا۔اور عرف شرع میں ممنوعات کو چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک وکبائر وفواحش سے بچے۔بعضوں نے کہا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔بعض کا قول ہے تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور تقویٰ پر غرور کا ترک تقویٰ ہے۔بعض کے نزدیک تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کا نام ہے(خازن) یہ تمام معنی باہم مناسبت رکھتے ہیں اور مآل کے لحاظ سے ان میں کچھ مخالفت نہیں۔

تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔عوام کا تقویٰ ایمان لا کر بچنا۔متوسطین کا اوامر ونواہی کی اطاعت۔خواص کا ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے۔(جمل)

حضرت مترجم (امام احمد رضا) قدس سرہٗ نے فرمایا۔تقویٰ کی سات قسم ہے۔

(۱) کفر سے بچنا،یہ بفضلہٖ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے (۲) بدمذہبی سے بچنا۔یہ ہر سنی کو نصیب ہے (۳) ہر کبیرہ سے بچنا (۴) صغائر سے بھی بچنا (۵) شبہات سے احتراز (۶) شہوات سے بچنا (۷) غیر کی طرف التفات سے بچنا۔یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔اور قرآن کریم ساتوں مرتبوں کا ہادی ہے''۔(خزائن العرفان)

تقویٰ کے بارے میں متعدد اقوال اور روایتیں بیان کرتے ہوئے محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔مجھے تقویٰ کے بارے میں بتایئے۔انہوں نے فرمایا۔کیا آپ کبھی کانٹوں والے راستے پر چلے ہیں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے پوچھا۔وہاں آپ کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ڈرتا ہوں اور دامن بچا کر چلتا ہوں۔حضرت کعب نے فرمایا۔تقویٰ اسی طرح ہے۔(ص ۳۷۶،غنیۃ الطالبین،ترجمہ: از مولانا محمد صدیق ہزاروی،فرید بکڈپو اسٹال اردو بازار،لاہور،باراول ۱۹۸۸ء)

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔متقی وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....23

دیتا ہے جن میں حرج نہیں تاکہ حرج والی چیزوں میں داخل ہونے سے محفوظ رہے (ص ۳۷۶، غنیۃ الطالبین)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ متقی اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ (ص ۳۷۶، غنیۃ الطالبین)

حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ تقویٰ شبہات سے بچنے کا نام ہے۔ (ص ۳۷۷، غنیۃ الطالبین)

تقویٰ اور متقی کے بارے میں یہ تفصیلات جاننے کے بعد ماضی قریب کی عہد ساز شخصیت تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی قدس سرہٗ (وصال ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کی مقدس زندگی کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا سینہ خشیتِ ربانی سے معمور اور آپ کا ہر لمحۂ حیات انوار تقویٰ سے پرنور تھا۔ آپ کا ہر عمل اطاعت خداوندی کا مظہر اور آپ کی ہر ادا سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ترجمان تھی۔

کلمۂ حق کے اظہار میں مفتی اعظم ہند کی ذاتِ گرامی اپنی مثال آپ تھی۔ کسی سے ڈرنا اور دبنا تو آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ دنیا سے بے نیازی و بے رغبتی کے واقعات آپ کی زندگی میں قدم قدم پر ملتے ہیں۔ اور جن لوگوں کو آپ کی زیارت کا شرف حاصل اور آپ کی صحبت میسر ہے وہ گواہی دیں گے کہ شبہات سے اجتناب کے باب میں بھی آپ اپنے دور کے اہل تقویٰ میں امتیازی شان کے مالک ہیں۔

کئی سال پہلے کی بات ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد میاں ثمر دہلوی کے دولت کدہ (باڑہ ہندوراؤ دہلی) پر میں حاضر ہوا۔ ان سے ایک مذہبی مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی۔ انہوں نے دورانِ گفتگو مجھ سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔

''مسجد فتحپوری دہلی میں ایک بار حضرت محدث اعظم سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ مسجد کے ایک حجرہ میں قیام فرمایا۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ دیر بعد چائے پیش کی گئی۔ یہ چائے کسی غیر مسلم کے ہاتھ کی بنی ہوئی تھی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا حضور! بریلی کے مفتی اعظم تو

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....24

غیر مسلم کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے نوش نہیں فرماتے۔ چائے کی پیالی محدث اعظم کے سامنے رکھی تھی۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ مفتی اعظم غیر مسلم کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے نہیں پیتے، یہ ان کا تقویٰ ہے۔ اور پھر چائے کی پیالی ہونٹ تک لے جاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اور یہ ان کا فتویٰ ہے۔ اس کے بعد اطمینان کے ساتھ چائے پینے لگے۔

اسی طرح کا ایک مشہور واقعہ مولانا مرغوب حسن قادری اعظمی بیان کرتے ہیں۔

''ایک سفر میں حضور محدث اعظم اور حضور مفتی اعظم بعد نماز عصر مسجد ہی میں بیٹھ گئے۔ کسی نے وہیں آپ حضرات کی خدمت میں چائے پیش کی۔ حضور محدث اعظم نے مسجد ہی میں بیٹھ کر چائے نوش فرمائی۔ مگر حضور مفتی اعظم چائے کی پیالی لے کر مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ اور چبوترہ پر بیٹھ کر چائے نوش فرمائی۔ دیکھنے والوں نے دونوں عظیم ترین علماء کرام کا عمل دیکھا۔ اور کسی کے پوچھنے پر یا خود اپنی فراست سے حاضرین کے ذہنی تأثر کو بھانپ کر حضور محدث اعظم نے ارشاد فرمایا۔

''میں جب مسجد کے اندر داخل ہوتا ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں۔ اور معتکف کے لئے مسجد کے اندر کھانے پینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ مفتی اعظم کی بھی یہی نیت اعتکاف تھی مگر انہوں نے تقویٰ پر عمل کیا''۔

ان دونوں واقعات کے اندر جہاں حضور مفتی اعظم کے تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ ہمیں ملتا ہے وہیں مخدوم العلماء محدث اعظم ہند کی زبانِ مبارک سے آپ کے تقویٰ کی بلند پایہ شہادت بھی ملتی ہے۔

مؤخر الذکر واقعہ کے راوی حضرت مولانا عبدالحمید (بستہ ڈانگی پوسٹ سورجاپور ضلع مغربی دیناج پور) تلمیذ حضرت صدر الشریعہ وحضرت محدث اعظم بھی ہیں۔ (حسب روایت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی) اور نائب مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی بھی اس واقعہ کے راوی ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسد (علیگ) پیلی بھیتی بیان کرتے ہیں۔

''مولانا محمد عباس اشرفی خطیب مسجد قریشیان پیلی بھیت کا بیان ہے کہ ۱۹۶۸ء

میں حضور مفتیٔ اعظم جامع مسجد کھٹیما ضلع نینی تال تشریف لائے۔ اور آپ کا قیام ناچیز کے حجرے میں ہوا۔ ہم لوگوں نے بہترین مٹھائی، نمکین اور چائے کا اہتمام کیا۔ حضور مفتی اعظم نے صرف چائے نوش فرمائی جو ہم لوگوں کی بنائی ہوئی تھی۔ اور مٹھائی و نمکین کے بارے میں فرمایا یہ میرے کھانے کی نہیں۔ ہم لوگ فوراً سمجھ گئے کہ اس انکار کی وجہ یہ ہے کہ مٹھائی اور نمکین غیر مسلم کے یہاں سے آئی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر محمد اسد ہی کی روایت کے مطابق مولانا محمد عباس اشرفی بیان کرتے ہیں۔

''۱۹۶۵ء میں ناچیز احمد آباد (گجرات) میں مدرس تھا۔ اس وقت کی بات ہے کہ ایک سفر میں حضور مفتی اعظم احمد آباد کے اپنے ایک عقیدت مند کے یہاں دعوت طعام میں تشریف لے گئے۔ صاحب خانہ کے دروازہ تک پہنچ کر آپ کے قدم رک گئے۔ صاحب خانہ حیرت میں پڑ گئے کہ آخر کیا بات ہے۔ اور آپ کے قریب پہنچ کر گھر کے اندر تشریف لے چلنے کی انہوں نے درخواست کی۔ حضور مفتی اعظم نے فرمایا کہ تمہارا مکان صنم خانہ بنا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ تیزی کے ساتھ گھر کے اندر گئے۔ اور دیوار وغیرہ پر لگی ہوئی ساری تصویریں ہٹائیں۔ تب کہیں جا کر حضور مفتی اعظم ان کے گھر کے اندر داخل ہوئے۔

حضرت مولانا مجیب اشرف رضوی اعظمی ثم ناگپوری بانی دار العلوم امجدیہ ناگپور جنہوں نے بریلی شریف دار العلوم منظر اسلام سے تکمیل علوم کیا اور جنہیں حضور مفتیٔ اعظم کی خدمت اور سفر وحضر میں رفاقت کا بارہا شرف حاصل رہا۔ وہ اپنے مشاہدات وتأثرات کا ذکر کرتے ہوئے ایک مجلس جس میں وہ خود موجود تھے۔ اس کا ایک واقعہ راقم سطور سے اس طرح (بتاریخ ۱۰ نومبر ۱۹۹۱ء در ناگپور) بیان کرتے ہیں۔

''۱۹۷۲ء کی بات ہے۔ حیدر آباد دکن کی مشہور خانقاہ یحییٰ مسکین قاضی ٹولہ میں حضور مفتی اعظم تشریف فرما تھے۔ حیدر آبادی علماء ومشائخ بھی زینت محفل تھے۔ خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید محمد قادری مرحوم ومغفور جن کا ابھی دو سال پہلے انتقال ہوا ان کے کمرے میں یہ سبھی حضرات رونق افروز تھے۔ اور مختلف دینی وعلمی موضوعات پر آپس میں تبادلۂ خیال ہو رہا تھا۔

اب آگے جو واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے اسے توجہ وانہماک کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ جس

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....25

سے حضور مفتی اعظم کی جرأت حق گوئی بھی ظاہر ہوتی ہے اور ترکِ نفسانیت واحتساب نفس کا جذبہ بھی آشکار ہو کر سامنے آجاتا ہے جو تقویٰ کی ایک نہایت اعلیٰ قسم ہے۔

''محفل میں بیٹھے بیٹھے اچانک حضور مفتی اعظم کی نگاہ سامنے کی دیوار کی طرف اٹھی اور آپ نے استغفر اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ، لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے سر نیچے جھکا لیا۔ چند ہی لمحات کے بعد پھر آپ نے نگاہ اوپر اٹھائی۔ اور توبہ، توبہ، استغفر اللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے دوبارہ سر نیچے جھکا لیا۔

حاضرین دم بخود تھے کہ آخر بار بار ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ سارے علماء ومشائخ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی نگاہ سے وہ کون سی چیز اوجھل ہے جس کا حضور مفتی اعظم مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اور توبہ واستغفار فرما رہے ہیں۔

اسی عالم میں حضور مفتی اعظم کی آواز گونجتی ہے۔ کس نے اس کو لگایا؟ اتارو پھینکو۔ اب جو دیکھا گیا تو اوپر ایک طغریٰ آویزاں ہے جس پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

اچھے تو بخشے جائیں گنہگار منھ تکیں

اے رحمتِ خدا تجھے ایسا نہ چاہئے

آپ نے ارشاد فرمایا۔ رحمتِ خدا کے ساتھ ایسے نازیبا کلمات کا استعمال جائز نہیں۔ اس لئے صاحب خانہ (مولانا سید محمد قادری) اس سے توبہ کریں۔

حیدر آبادی تہذیب غالباً اس طرز عمل کی روادار نہ تھی اس لئے وہاں کے علماء ومشائخ اس جرأتِ حق گوئی کا ناخوشگوار اثر اپنے اوپر محسوس کر رہے تھے۔ چار و ناچار صاحب خانہ نے اس طغریٰ کو نیچے اتارا۔ اور پھر اپنی اس غلطی پر اظہار ندامت وپشیمانی کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں توبہ بھی کیا۔

اس پورے واقعہ کے دوران حیرت انگیز پہلو اس وقت سامنے آیا جب خود حضور مفتی اعظم نے عرض کیا۔ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں بھی توبہ کرتا ہوں۔

حاضرین کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ آخر اس وقت حضور مفتی اعظم سے کون سی ایسی غلطی سرزد ہو گئی جس سے وہ اپنے توبہ کا اظہار فرما رہے ہیں۔

اس وسوسہ کا ازالہ فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ تحریر کا ادب چاہیے اور اس شعر

میں چونکہ رحمت خدا کا لفظ بھی شامل ہے جس کا ادب ہر لحاظ سے ضروری ہے۔ اور اس کے لئے میری زبان سے اتارو پھینکو کا جملہ نکل گیا ہے جو خلاف ادب ہے۔ اس لئے آپ حضرات کو گواہ بنا کر میں بھی توبہ کرتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

مذکورہ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت مولانا مجیب اشرف رضوی اعظمی ثم ناگپوری نے ایک اور واقعہ بیان کیا۔ پہلا واقعہ اپنوں کی اصلاح سے متعلق ہے اور یہ دوسرا واقعہ غیروں کے سامنے کلمۂ حق کے اظہار واعلان کا شاہکار ہے۔

''۱۹۵۵ء کی بات ہے۔ حضور مفتی اعظم کو لکھنؤ سے بریلی شریف جانا تھا۔ ساتھ میں نائب مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی اور مولانا مجیب اشرف بھی تھے۔

لکھنؤ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے ہی تھے کہ گاڑی نے رینگنا شروع کر دیا۔ عجلت میں یہ سبھی حضرات ایک ڈبہ جو سامنے تھا اس میں داخل ہوگئے۔ اندر جا کر دیکھا تو سارے مسافر فوجی تھے کیونکہ یہ ڈبہ ہی فوجی تھا۔ یہ فوجی اپنے انداز میں کچھ سوئے کچھ بیٹھے تھے۔ اور کچھ فوجی تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔

حضور مفتی اعظم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان فوجیوں سے کہا گیا کہ یہ بزرگ آدمی ہیں آپ لوگ تھوڑی سی جگہ دے دیں تا کہ یہ بیٹھ جائیں۔ اگلے اسٹیشن پر ہم لوگ اتر جائیں گے۔

اس گذارش پر فوجیوں نے کہا کہ اس ڈبہ میں آپ لوگ کیسے آگئے یہاں کسی غیر فوجی کو بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ بہر حال! ایک فوجی نے ناگواری کے ساتھ اپنے پاؤں سمیٹتے ہوئے تھوڑی سی جگہ خالی کر دی جہاں حضور مفتی اعظم تشریف فرما ہوئے۔

فوجی آپس میں پہلے ہی سے کچھ مذہبی گفتگو کر رہے تھے۔ درمیان میں سلسلۂ کلام منقطع ہوگیا تھا۔ گاڑی جب باقاعدہ چلنے لگی تو انہوں نے پھر اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور حضرت عیسیٰ و حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرنے لگے۔

اتنا سننا تھا کہ حضور مفتی اعظم جلال کے عالم میں اپنا عصا لے کر اٹھ کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا خبیث! چپ رہ، زبان بند کر، حضرت سیدنا عیسیٰ کے بارے میں خبردار

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....26

اس قسم کے الفاظ نہ بکنا۔ یہ سن کر ایک فوجی نے کہا۔ بڑے میاں! آپ کیوں غصہ ہو رہے ہیں ہم تو کرسچین (مسیحی) لوگوں کے پرافٹ (پیغمبر) کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ آپ کے پیغمبر محمد صاحب کے بارے میں تو ہم نے کچھ نہیں کہا۔

اس پر حضور مفتی اعظم نے فرمایا۔ عیسائی خبیث ان کو پیغمبر کب مانتے ہیں وہ تو ان کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ پیغمبر تو ہم مانتے ہیں۔ اور ہر پیغمبر کی تعظیم وتوقیر ہمارے مذہب میں فرض ہے۔ جس طرح ہم اپنے پیغمبر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کسی ادنیٰ گستاخی و بے ادبی کو برداشت نہیں کر سکتے اسی طرح حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے بارے میں کوئی نازیبا لفظ گوارہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے اب اپنی زبان بند رکھ۔

اس جواب اور جرأتِ حق گوئی کا ان فوجیوں پر اتنا اثر ہوا اور ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب کے سب خاموش اور ششدر ہوگئے اور آپ سے معافی مانگنے لگے۔

پھر ایک فوجی نے پوری برتھ خالی کرتے ہوئے ایک فوجی کمبل اس پر بچھا دیا اور عرض کیا کہ آپ اس پر آرام کریں۔

حضور مفتی اعظم نے وہ کمبل اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ اور اپنے پاس جو بستر تھا وہ بچھا کر اس پر آرام فرما ہوئے۔

جب بریلی اسٹیشن آیا اور گاڑی سے آپ اترنے لگے تو سبھی فوجی ڈبہ سے نکل کر ہاتھ جوڑ کر آپ کو رخصت کرنے لگے۔ اور آپ کی عظمت و جرأت کا اعتراف کرتے ہوئے آپس میں آپ کی تعریف و تحسین کرتے رہے۔ یہ تھا مفتی اعظم کا تقویٰ۔

☆☆☆

آفتاب ولایت کا غروب

بنارس سے بروز پنج شنبہ بتاریخ ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲؍نومبر ۱۹۸۱ء تقریباً گیارہ بجے الجامعۃ الاشرفیہ (مبارکپور اعظم گڑھ) میں بذریعہ ٹیلی فون یہ وحشت ناک اور روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ گذشتہ شب ایک بج کر چالیس منٹ پر حضور مفتیِ اعظم ہند اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وما کان قیسٌ هلکهٗ هلك واحدٍ ...... ولکنّه بنیان قومٍ تهدّما۔

یہ خبر صاعقۂ رنج والم بن کر ٹوٹی۔ جامعہ کے در و دیوار اداس ہو گئے اور نیاز مند اساتذہ وطلبہ کی آنکھیں سیلِ رواں بن گئیں۔ قصبہ مبارکپور میں اس دل گداز حادثہ کی اطلاع ملتے ہی عقیدت مند اشکبار ہو گئے۔ ہر طرف سناٹا چھا گیا اور ساری فضا سوگوار ہو گئی۔

جامعہ اشرفیہ میں فوراً قرآن خوانی کا اعلان ہوا اور اساتذہ وطلبہ عزیزی ہال میں جمع ہو گئے۔ قرآن خوانی کے بعد مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی روح مبارکہ کو ٹوٹے ہوئے دلوں اور بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ ایصال ثواب کیا گیا۔

نائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی کی رقت انگیز دعاء سے دلوں کے اضطراب وبے چینی کا ایک عجیب عالم تھا۔ حاضرین پر اس وقت ایسی کیفیت طاری تھی جس کا احساس قلب وروح تو کر سکتے ہیں مگر الفاظ کی دنیا اس کی تعبیر سے قاصر ہے۔

اسی مجلس میں یہ اعلان ہوا کہ تمام طلبہ اپنے سارے کام چھوڑ کر قرآن حکیم کی مسلسل تلاوت کریں۔ سنیچر کے روز جامع مسجد میں بھی قرآن خوانی ہوگی۔ آپ سب لوگ صبح آٹھ بجے تک وہاں پہنچ جائیں۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....27

یہاں سے اٹھنے کے بعد مولانا سید شمیم گوہر مصباحی الٰہ آبادی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور نے مجھ سے بیان کیا کہ۔

’’سہ شنبہ کی صبح کو تقریباً چار بجے جب کہ میں گہری نیند سو رہا تھا۔ یہ خواب نظر آیا کہ حضرت صدر الشریعہ (مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت) علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوا ہے اور بہت مجمع ہے جس میں علماء وطلبہ اور ہر طرح کے عوام وخواص شریک ہیں۔ نماز جنازہ کے بعد جنازہ قبر میں رکھا گیا اور مٹی دی گئی۔ جس کے بعد میں نے اذان دینی شروع کی۔ خواب ہی میں آواز اتنی بلند ہوئی کہ میری آنکھ کھل گئی اور اس کے بعد میں اٹھ بیٹھا۔ فوراً ہی کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں دیکھا کہ کسی نے میری آواز تو نہیں سنی۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ اس کے بعد واپس آ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد مؤذن نے فجر کی اذان دی‘‘۔

میں نے کہا ’’اس کی تعبیر یہی المناک حادثہ ہے جس سے آج ہم آپ دوچار ہو رہے ہیں۔ یعنی حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ جو حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے بعد فقہ وافتاء کے میدان میں بے مثال شخصیت اور جلیل القدر حیثیت کے حامل تھے آج ہم ان کے وجودِ مسعود اور ظاہری فیض سے محروم ہو گئے‘‘۔

پھر سید شمیم گوہر نے اسی روز کی اپنی سرگذشت سنائی کہ ’’قرآن خوانی کے بعد جب حضرت مفتی صاحب قبلہ ایصال ثواب کے لئے دعاء مانگ رہے تھے اور زار وقطار رو رہے تھے تو اچانک مجھے خوشبو محسوس ہوئی جو بالکل کافور جیسی تھی۔ میرا خیال معاً حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی طرف اس طرح گیا کہ میری ساری توجہ انہیں کی طرف مرکوز ہو گئی۔ دو تین منٹ تک یہی کیفیت رہی۔ اسی دوران دوبارہ خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ میرے بدن میں ارتعاش پیدا ہوا اور آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ جس کا اثر اس وقت تک رہا جب تک کہ دعاء ختم نہ ہو گئی‘‘۔

چونکہ مصدقہ اطلاع مل چکی تھی کہ تجہیز وتکفین نماز جمعہ کے بعد ہوگی اس لئے رات میں تقریباً ساڑھے سات بجے حضرت مولانا عبد الحفیظ مرادآبادی سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اور حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی کی قیادت میں بیشتر

اساتذہ کرام، طلبائے اشرفیہ اور قصبہ مبارکپور کے ارادت مندوں کا قافلہ بریلی شریف کے لئے روانہ ہوا۔ اعظم گڑھ بس اسٹیشن پر خیر آباد، محمد آباد، جین پور، گھوسی، ادری وغیرہ قصبہ جات کے سیکڑوں حضرات ملے جنہیں اشرفیہ کی جانب سے اس جانکاہ حادثہ کی خبر دی جا چکی تھی۔

متعدد بسوں کے ذریعہ یہ قافلہ اعظم گڑھ سے شاہ گنج (ضلع جون پور) ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ چونکہ بی بی سی لندن، آل انڈیا ریڈیو دہلی، لکھنؤ، گورکھپور وغیرہ اور پاکستان ریڈیو کے ذریعہ ہر طرف خبر پھیل چکی تھی اس لئے یہاں کافی بھیڑ ہو چکی تھی۔ یہ قافلہ اعظم گڑھ سے سوا دس بجے روانہ ہو کر سوا گیارہ بجے شاہ گنج پہنچا تھا۔ کچھ سوتے کچھ جاگتے گھنٹوں کے جانگسل انتظار کے بعد سیالدہ ایکسپریس آیا تو جس کو جہاں بیٹھنے یا کھڑے ہونے کی جگہ ملی ڈبےّ میں گھس گیا۔ اور کچھ دیر بعد ٹرین بانگ رحیل دے کر اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔ لکھنؤ پہنچتے پہنچتے دیوانوں کا ہجوم اتنا بڑھ گیا کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ جوں جوں منزل قریب ہوتی جا رہی تھی دلوں کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ خدا خدا کر کے بریلی کا وہ اسٹیشن آیا جہاں ہزاروں غمزدوں کے چہرے اور ان کی پرنور داڑھیاں آنسوؤں سے تر نظر آئیں۔ ہر شخص اپنی جگہ مبہوت، دم بخود اور دل گرفتہ تھا اور زبانِ حال سے ایک دوسرے کو اپنے غم واندوہ کی داستان سنا رہا تھا۔ سب ایک دوسرے کا منھ دیکھتے ہوئے اپنی چھاتی پہ یتیمی کا داغ لئے قدم آگے بڑھا رہے تھے۔ اور رہنمائی تھی سرکارِ کلاں حضرت مولانا سید مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین کچھوچھہ شریف کی۔ علامہ ارشد القادری صاحب بھی اشکبار آنکھوں کے ساتھ مجھے یہیں نظر آئے جو پٹنہ سے لکھنؤ پہنچ کر سیالدہ ایکسپریس ہی سے یہاں آ رہے تھے۔

نوری مسجد (بریلی سٹی اسٹیشن) تک پہنچتے پہنچتے معلوم ہوا کہ جنازہ اسلامیہ کالج کے لئے چل چکا ہے جہاں نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ کچھ دور پہنچے تو دیکھا کہ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے اور گھوڑ سوار پولیس نظم وضبط قائم کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آئی۔ ہم لوگ بھیڑ کے بیچ میں کسی طرح نو محلّہ مسجد (متصل اسلامیہ کالج) پہنچے جہاں وضو کر کے نماز جمعہ پڑھی گئی۔ اور قاضی عبد الرحیم بستوی و مولانا بہاء المصطفیٰ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....28

قادری کے حجرے میں سامان رکھ کر تیز قدم بڑھاتے ہوئے میدان پہنچے۔ اس وسیع وعریض میدان میں پہنچ کر ہم لوگ سکتے میں آ گئے کہ جدھر نگاہ اٹھی آدمی ہی آدمی نظر آئے۔ اس تاریخی میدان کا سینہ تنگ ہو گیا تو لوگ چھتوں اور دیواروں پہ چڑھ گئے۔

ایک کنارے سے بچتے بچاتے حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب، مفتی محمد شریف الحق امجدی، علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا افتخار احمد قادری، مولانا نصیر الدین پلاموی، سید شمیم گوہر الٰہ آبادی، راقم سطور کسی طرح اس جگہ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوئے جہاں جنازہ رکھا ہوا تھا۔ تین بج کر کچھ منٹ پر سرکار کلاں حضرت مولانا سید مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشیں کچھوچھہ مقدسہ کی صدائے تکبیر گونجی جس نے فضا کی لرزش چھین لی۔ لیکن مجمع اتنا عظیم تھا کہ پھر بھی مکمل طور پر سکوت قائم نہ ہو سکا۔

نماز ختم ہوتے ہی کاندھا دینے والوں کا اتنا شدید حملہ ہوا کہ رضا کاروں کی جان پر بن آئی۔ ''خاکسارانِ حق'' کے دستے پوری تندہی اور جاں سپاری کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ لیکن بڑی مشکل سے اس صورتِ حال پر قابو پایا جا سکا۔ اس طرح کہ اسٹیشن ویگن پر یہاں سے آخری قیام گاہ کے لئے جنازہ رخصت ہوا۔ عقیدت مندوں کا جذبۂ فداکاری وجاں نثاری قابلِ دید تھا۔ جذب وکشش کا ایک ایمان افروز منظر تھا۔ راستے بھر چھتوں سے پھولوں کی بارش کی گئی۔ ہر مکتبۂ فکر اور ہر مذہب وملت کے لوگ خراج عقیدت پیش کر رہے تھے۔ شوق ووارفتگی کا ایک عجیب وغریب اور دل نواز سماں تھا۔ ذوق فدائیت اپنے پورے شباب پر تھا۔ اور نیاز مند وعقیدت کیش اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کے لئے مضطرب اور بے چین تھے۔ دلوں کے جذبات کا تلاطم ناقابل بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے محسن ومربی اور مرشد برحق کے قدموں پہ قربان ہوا جا رہا تھا۔

اس عظیم الشان ہجوم کے بارے میں عام طور پر بریلی شریف کے باشندوں کی زبان پر یہ تبصرہ تھا کہ ''اس سے پہلے کبھی چشم فلک نے اس سرزمین پر ایسا مجمع نہ دیکھا تھا''۔

ایک تعلیم یافتہ وسن رسیدہ بزرگ سے میں نے خود سنا وہ فرما رہے تھے کہ۔

''میں نے یہاں بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت کی ہے۔ مذہبی

وسیاسی اجتماعات دیکھے ہیں جن سے وقت کے اکابر علماء وفضلاء اور رہنمایانِ قوم نے خطاب کیا ہے۔ ابوالکلام آزاد، محمد علی جناح اور مسٹر گاندھی کی آمد اور ان کی تقریروں کے وقت کا ازدحام دیکھا ہے لیکن ایسا تاریخی مجمع میری زندگی میں کبھی میری نظر سے نہیں گذرا''۔

ایک ہندو لیڈر کو دوسرے ہندو لیڈر سے گفتگو کرتے ہوئے سنا ''بھئی کمال کی پبلک تھی'' عام ہندوؤں کا تبصرہ تھا کہ ''ہم لوگ جانتے تو تھے کہ بڑے مولوی صاحب مسلمانوں کے بڑے پیشوا اور دھارمک گرو ہیں لیکن اب یہ معلوم ہوا کہ یہ آل ورلڈ لیبل کے آدمی ہیں۔ جدھر دیکھو دیش بدیش کے آدمی ہی آدمی''۔

ازدحام کی وجہ سے جنازہ کا مستقل ساتھ دینے کی ہمت نہ پڑ سکی تھی اس لئے بہت سے لوگ ادھر ادھر منتشر ہو کر دوسری سڑکوں سے جانے لگے۔ ہم لوگ کئی آدمی نو محلّہ مسجد ہی میں رک گئے۔ اور یہ طے ہوا کہ بھیڑ چھٹنے کے بعد پہنچ کر مٹی دی جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ ''حضرت کی پیشانیٔ مبارک نم تھی اور اس پر پسینے کے قطرات چمک رہے تھے''۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی ولایت وبزرگی اور بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت کی یہ کھلی دلیل تھی جس کا حاضرین نے چشمِ سر سے مشاہدہ کیا۔ بیشتر موجود اشخاص نے اطمینان کے ساتھ یہ کرامت دیکھی اور اس کا ہر طرف اسی روز چرچا بھی ہوا۔

مولانا بہاء المصطفیٰ قادری اعظمی نے بیان فرمایا کہ ادھر ایک ہفتہ سے حضرت کا یہ معمول بن گیا تھا کہ حضرت گیارہ بجے کے بعد رات میں لوگوں سے چلے جانے کو کہتے اور اپنے کمرے میں صرف تنہا رہتے۔ دروازہ کے پاس کچھ لوگ احتیاطاً رہتے۔ اندر سے اس طرح کی آوازیں آتیں کہ ''جاؤ تمہیں مرید کیا'' جاؤ تمہارا کام ہو گیا''۔ مرید کرتے وقت جو دعائیں ہوتی ہیں اور جو وظائف پڑھے جاتے وہ سب سننے میں آتے۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے اسی درمیان کی ایک مجلس میں فرمایا کہ بمبئی میں حضرت کے وصال کی خبر ملتے ہی لوگ مضطرب ہو گئے اور جلد از جلد بریلی شریف پہنچنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ صرف اس ہوائی جہاز میں جس سے میں بمبئی سے دہلی آیا۔ چالیس آدمی بریلی شریف آنے والے تھے۔ اور اس کے بعد تو پھر سیٹوں کا ملنا مشکل ہو گیا۔ انتظار اور کافی تگ ودو کے باوجود بہت سے لوگوں کو ٹکٹ نہ مل سکا اور انہیں محروم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....29

ہی رہ جانا پڑا۔

یہاں سے اٹھنے کے بعد جس کو جیسے اور جب موقع ملا خانقاہ عالیہ رضویہ محلّہ سوداگران کی طرف چل پڑا۔ ہم لوگ چند آدمی آٹھ بجے وہاں پہنچے۔ اور مٹی دے کر فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی گئی۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پہلوئے مبارک میں آپ کی قبر شریف تھی۔ مٹی بار بار کے استعمال سے نہایت نرم وگداز اور ملائم ہو چکی تھی اور گویا مٹی پر مٹی دی جا رہی تھی۔ کئی لوگوں کو دیکھا کہ گلاب کے پھولوں کی پنکھڑیاں اور قبر مبارک کی تھوڑی سی خاک تبرکاً اپنے ساتھ لے کر نکلتے۔ بمبئی کے ایک مخلص اور معمر مرید کو اپنے دوست سے (وہاں سے نکلنے کے بعد) یہ بات کرتے سنا کہ ''حضرت کے قبر اطہر کی تھوڑی سی مٹی میں نے رکھ لی ہے۔ گھر والوں کو وصیت کر جاؤں گا کہ مرنے کے بعد دفن کرنے سے پہلے اسے میرے چہرے اور جسم پر چھڑک دیں''۔

دوسرے روز شنبہ کو بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا کیونکہ پہلی اطلاع لوگوں کو یہی ملی تھی کہ شنبہ کو تجہیز وتکفین ہے۔ خصوصی کاروں، بسوں، اور ٹرینوں سے لوگ چلے آرہے تھے مگر یہاں پہنچ کر اور راستے میں ہی تجہیز وتکفین ہو جانے کی خبر سے ان کے دل پژمردہ ہو گئے تھے۔ اور حسرت وحرماں نصیبی کی کیفیتیں ان کے چہروں سے صاف عیاں تھیں۔ آنے والے عقیدت مند وفور رنج والم سے بے تاب تھے اور ہجراں نصیب دل اپنے مرشد ومربی اور شیخ طریقت کی بارگاہ میں پہنچ کر اپنے آنسوؤں کی نذر اور عقیدت کی سوغات پیش کر رہے تھے۔

اللہ اللہ! خانقاہ عالیہ رضویہ کی یہ وہ مقدس سرزمین ہے جہاں امام اہل سنت مقتدائے دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی، ان کے فرزند جلیل حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قادری اور برادرزادۂ امام احمد رضا مولانا حسنین رضا خاں بریلوی وغیرہم جیسی عظیم ہستیاں اور اب حضور مفتی اعظم ہند بھی آسودۂ خاک ہیں کہ اس سرزمین کو دیکھ کر آسمان بھی رشک کرے۔

یہاں پہنچ کر روح کو غذا اور قلب کو طمانیت کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ جانے کتنے انسان دین وایمان جیسی لازوال نعمت اور رشد وہدایت کی دولت سے بہرہ ور ہوتے

ہیں۔ سچ ہے کہ اپنی قدر و قیمت، جمال و رعنائی اور طلعت و زیبائی میں ایک مرد مومن اور عاشقِ رسول کی نگاہ میں یہ بقعۂ ارض قابل صد رشک اور گویا بہشت بریں کا ایک ٹکڑا اور عظمت و رفعت میں ہمسر اوج ثریا ہے۔ اور شاعر کی زبان میں

چپے چپے میں ہے یاں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز

یک شنبہ کو سرکار کلاں حضرت مولانا سید مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشیں کچھوچھہ مقدسہ اور حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی صدارت میں تعزیتی اجلاس ہوا۔ جس میں حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری، حضرت مولانا اختر رضا قادری ازہری، حضرت مولانا ریحان رضا عرف رحمانی میاں بریلوی وغیرہم اکابر علماء اہل سنت نے حضور مفتی اعظم ہند کی حیات وخدمات پر رقت انگیز تقریریں فرمائیں۔

حضرت مولانا رحمانی میاں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ’’انتقال کی شب جب کہ لوگ حضرت کی خدمت میں مصروف تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ’’مجھے خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ کیا یہاں کوئی سید صاحب موجود ہیں‘‘؟ لوگوں نے کہا جی حضور! (سید محمد حسین صاحب افریقی) موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی ضعف ونقاہت کے باوجود اٹھنے کے لئے بے چین ہوگئے۔ اس وقت آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کمزوری اتنی تھی کہ اٹھا نہیں جارہا تھا۔ لوگوں نے حضرت کو پکڑ لیا اور درخواست کی کہ حضور کمزوری بہت زیادہ ہے آپ اس وقت نہ اٹھیں۔ حضرت نے سید صاحب کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ ’’آپ خدمت کرکے مجھے گنہگار نہ بنائیں آپ میرے لئے دعائے خیر فرمائیں اور بس!

اسی اجلاس میں حضرت کے خادم خاص مولانا عبدالحمید (مڈغاسکر افریقہ) نے گلو گلیر آواز میں بیان کیا کہ۔

’’انتقال کی شب کا یہ واقعہ ہے کہ ڈاکٹروں کی اجازت کے باوجود حضرت کچھ کھانا تناول نہیں فرمارہے تھے۔ لوگ درخواست اور اصرار کرتے رہے لیکن آپ کسی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ آخر میں میں نے کہا کہ حضور تھوڑا سا کھالیں۔ اس سے نماز کی طاقت

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....30

آجائے گی۔ حضرت نے کہا کہ ٹھیک ہے نماز کی طاقت آجائے گی تو میں کھالوں گا‘‘۔

اس اجلاس میں شرکت کے بعد شام کو مبارکپور کے لئے واپسی ہوئی۔ آنے والے کئی حضرات مختلف جگہوں کے لئے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی و دیگر متعدد علماء وطلبہ دوشنبہ کو لکھنؤ پہنچے اور یہاں سے بذریعہ بس اعظم گڑھ اور مبارکپور سبھی لوگ پہنچ آئے۔ میں چند گھنٹوں کے لئے لکھنؤ رک گیا اور ایک ضرورت سے فرنگی محل پہنچا۔ جناب مولانا مفتی محمد حبیب الحلیم صاحب فرنگی محلی سے ملاقات ہوئی۔ یہاں سے پھر قیصر باغ گیا اور روزنامہ قومی آواز کے ایڈیٹر جناب عشرت علی صدیقی صاحب سے ملاقات کی اور انہیں توجہ دلائی کہ آپ خبریں اور تعزیت نامے نمایاں انداز سے شائع کریں اور عرس چہلم کے موقع پر بھی اس کا خصوصی خیال رکھیں۔ موصوف سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ یہاں سے سہ شنبہ کی صبح کو مبارکپور پہنچا اور پھر اپنی تدریسی خدمات میں مصروف ہوگیا۔

اب میں سوچتا ہوں کہ کیا بلا کی کشش تھی مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند کے اندر کہ دینی، علمی، ادبی، سیاسی، سماجی، ہر طرح کی بے شمار شخصیتیں بریلی شریف کی طرف پروانہ وار دوڑ پڑیں۔ اسکول اور کالج بند ہوگئے۔ ہر طرح کی انجمنوں، تنظیموں اور اداروں نے تعزیتی جلسے کئے اور اپنے اپنے رنج وغم کا اظہار کیا۔ ہندو پاک، بنگلہ دیش اور نیپال کے علاوہ ایشیاء کے مختلف ممالک اور افریقہ ویورپ تک لاکھوں کروڑوں مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا ہوگیا۔ کئی ممالک کے نمائندوں نے بریلی شریف پہنچ کر تعزیت کی۔ خلق خدا نے وہ غم منایا اور آپ کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں انسانوں کا وہ زبردست ازدحام ہوا کہ اس کی نظیر موجودہ تاریخ ہندو پاک میں شاذ و نادر ہی ملے گی۔

اس دنیا ہی میں آپ کو وہ عظمت ورفعت ملی کہ سلاطین زمانہ کو بھی رشک آئے جن کی حکومت جسموں تک محدود رہتی ہے اور یہ محبوبانِ بارگاہ دلوں پر راج کرتے ہیں اور ایک زمانہ ان کی خدمت اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھتا ہے۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہِ مَن یّشَاءُ ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

الوداع! اے مقتدائے قوم وملت! کہ تیرے مبارک لمحاتِ زندگی تاریخ ملت اسلامیہ ہند کی قیمتی امانت اور متاع عزیز ہیں جن کی اقتداء اور اتباع میں اس کی ارجمندی وفیروزمندی ہے۔

الوداع! اے آبروئے فضل وکمال! کہ تیرے تبحر علم وفن، ذکاوت وذہانت اور بصارت وبصیرت کی سچی داستانوں کی گونج ارباب علم ودانش اور اصحاب فکر ونظر کی محفلوں میں سنائی دیتی رہے گی اور وہ اس کی صدائے بازگشت سے اپنے مستقبل کی راہیں متعین کر کے اس پہ اپنا قدم آگے بڑھاتے رہیں گے۔

الوداع! اے صدر نشین بزم اہل سنت! کہ تیری دین داری وپاکبازی، شرافت ونجابت، اور خلوص وصداقت نے وقت کی پیچیدہ گتھیاں سلجھائیں اور تیری ذات مہر منیر کی طرح اس بزمِ عشاق کو روشن ومنور کرتی رہی۔

الوداع! اے مفتی اعظم ہند! کہ کروڑوں فرزندانِ توحید ورسالت کے دلوں میں تیری عقیدت ومحبت کے چراغ جھلملا رہے ہیں۔ انہیں روز وشب تیری یاد آئے گی جو مرغ بسمل کی طرح تڑپائے گی اور تیری مقدس صورت ہماری نگاہوں میں پھر کر ہمیں خون کے آنسو رلاتی رہے گی۔

سلام قبول ہو ایک گدائے بیکس وبے مایہ کا! جس کے پاس اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ اپنے ٹوٹے ہوئے دل کا آبگینہ تیرے قدموں پہ نثار کردے اور بس۔

کچھ پاس نہیں ہے میرے، کیا نذر کروں میں تجھ کو
اک ٹوٹا ہوا دل ہے اور گوشۂ تنہائی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....31

مفتیِ اعظم اور ''الملفوظ''

علم اور علماء کی فضیلت وعظمت اور مجالسِ علم وعلماء کی افادیت واہمیت سے ایک عام آدمی بھی اچھی طرح واقف ہے۔ دریائے فیض جب بہتا ہے اور ابر کرم جب برستا ہے تو وہ ہر وادی وکوہسار کو سیراب کر دیتا ہے اور روح کی تشنگی جب انسان کو مضطرب اور بے قرار بنا دیتی ہے تو وہ افتاں وخیزاں کسی نہ کسی طرح کوئی ایسا چشمہ اور آبشار تلاش کر کے ہی دم لیتا ہے جس سے اس کی تڑپتی روح کو سکون میسر آسکے۔ افادہ واستفادہ کا یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور قیامت تک یوں ہی جاری رہے گا۔

خدائے علیم وخبیر علم وعلماء اور صحبت ومجالست ومذاکرۂ علماء وصالحین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (سورۃ المجادلۃ- آیت ۱۱) اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے درجے بلند فرمائے گا۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ (سورہ فاطر- آیت ۲۸) اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا عزت والا ہے۔

يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۃ البقرہ- آیت ۲۶۹) اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ اور نصیحت وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً۔ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (سورۃ التوبہ- آیت ۱۲۲) اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے

سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۃ التوبہ-آیت ۱۱۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ الانبیاء-آیت ۷) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

معلم کائنات فخر موجودات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اُغْدُ عَالماً او متعلّماً او مُستمِعاً او مُحبًّا وَلَا تكنِ الخامسَ فَتَهْلِكَ (رواہ البزار والطبرانی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ) عالم دین بنو یا طالب علم بنو یا عالم دین کی بات سننے والا بنو یا اس سے محبت کرنے والا بنو اور پانچواں نہ بنو کہ ہلاک ہو جاؤ۔

مَنْ يُرِدِ اللّٰه بِهٖ خيراً يُفَقِّهْهُ فى الدين (صحیح بخاری عن معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما) اللہ تبارک وتعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔

مسجد نبوی میں ایک بار صحابۂ کرام کی ایک مجلسِ ذکر اور ایک مجلسِ علم کو دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

كلاهما علىٰ خيرٍ واحدُهما افضل من صاحبهٖ. اما هؤُلاء فيدعون اللّٰهَ ويرغبون اليه فاِن شاء اعطاهم واِن شاء منعهم. واما هؤُلَاء فيتعلّمون الفقه او العلم ويُعلّمون الجاهلَ فهم افضل. وانما بعثت معلّماً. ثم جلس فيهم (رواہ الدارمی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ومشکوٰۃ المصابیح) یہ دونوں مجالسِ خیر ہیں مگر ان میں ایک مجلس دوسری سے افضل ہے۔ رہے یہ لوگ تو اللہ سے دعاء کر رہے ہیں اور اس کی طرف راغب ہیں۔ وہ اگر چاہے تو انہیں عطا فرمائے اور چاہے تو کچھ نہ دے۔ اور یہ لوگ فقہ دین اور علم سیکھ رہے ہیں اور نہ جاننے والوں کو سکھاتے ہیں تو یہ افضل ہیں اور میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....32

مجلسِ علم میں بیٹھ گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

مجالسةُ العلماء عبادة (رواہ الدیلمی فی الفردوس) علماء کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

لا تفارقوا مجالسَ العلماء فاِنَّ اللّٰهَ لم يخلق تربةً علىٰ وجهِ الارض اكرم من مجالس العلماء (تفسیر کبیر للرازی جلد اول) علماء کرام کی مجلسوں کو نہ چھوڑو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر علماء کی مجلسوں سے زیادہ شرف رکھنے والی کوئی مٹی نہیں پیدا فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كلمةُ حكمةٍ يسمعها الرجل خير لهٗ من عبادةِ سنةٍ والجلوس ساعةً عند مذاكرة العلم خير مِن عِتقِ رَقَبَةٍ (رواہ الدیلمی) شریعت وحکمت کی ایک بات کا سننا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور علم دین کی گفتگو کرنے والوں کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

''جب میں بغرضِ تحصیلِ علم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درِ دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو براہِ ادب ان کو آواز نہ دیتا۔ ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا خاک اور ریت اڑا کر مجھ پر ڈالتی۔ پھر جب حضرت زید کاشانۂ اقدس سے تشریف لاتے اور فرماتے، اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟ میں عرض کرتا! مجھے لائق نہ تھا کہ آپ کو اطلاع کراتا۔ یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے فرمائی۔

اِنَّ الذين يُنادونك من وراءِ الحجرات اكثرهم لا يَعْقِلون. ولو اَنَّهُمْ صبروا حتى تخرج اليهم لكان خيراً لهم. واللّٰه غفور رحيم (سورہ الحجرات-آیت ۵) وہ جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں ان میں بہت کو عقل نہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ اور

اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایک مرتبہ حضرت زید (بن ثابت) رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ کیا ہے اے ابن عم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ انہوں نے کہا ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علماء کے ساتھ ایسا ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا! ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔ (الملفوظ حصہ اول)

علم وفضل، ورع وتقویٰ، صدق وصفا، نور ونکہت اور شرافت وکرامتِ طبع ونفس کی یہ ایمان افروز اور روح پرور باتیں صدر اول کی ہیں جن کی برکتوں کا ظہور دورِ تابعین وتبع تابعین وائمۂ مجتہدین رضوان اللہ اجمعین میں بھی ہوتا رہا جنہیں آج ہم اپنی ظاہری نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتے لیکن ان کے نقوشِ حیات کی کچھ تجلیات کا ان کتابوں کے صفحات پر مشاہدہ کرسکتے ہیں جو گردشِ روزگار سے محفوظ رکھ کر امین ودیانت دار ہاتھوں نے بطور وراثت ہم تک منتقل کی ہیں اور ہمیں ان سے مستفیض ومستنیر ہونے کے زریں مواقع فراہم کیے ہیں۔ اپنے طائرِ فکر وخیال اور چشم تصور کے سہارے ہم ان صفحات پر وہ مجالس ومحافلِ علم وحکمت آباد اور زندہ وتابندہ دیکھ سکتے ہیں جہاں ایمان ویقین، روحانیت وتقدس، دانش وبینش اور فضل وکمال کے خزانے لٹ رہے ہیں اور بقدر ظرف وصلاحیت ہر شخص کو اس کا حصہ مل رہا ہے۔

سرزمینِ ہند کا دامن بھی ایسے علماء وفقہاء وفضلاء واعاظم واکابر واسلاف کرام کی دولت اور ان کی یادوں سے معمور ہے جو اپنے اپنے عہد وعصر میں زمانِ برکت نشان کے پرتو تھے اور جنہیں دیکھنے، جن کی بات سننے، جن کی محفل میں بیٹھنے، جن کی خدمت کرنے، جن کا ادب واحترام بجالانے اور جن کا ذکر وبیان ومدح وستائش کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

چودھویں صدی ہجری کی وہ مقتدر شخصیت بھی ایسے ہی نفوسِ قدسیہ کی فہرست میں شامل ہے جن کی زیارت ومجالست کو علماء ومشائخ دہر نے باعثِ برکت وسعادت سمجھا اور جس نے خود بھی اپنے معاصر علماء ومشائخ کے ساتھ یہی رویہ اور یہی روش اپنا کر وقارِ علم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....33

وعلماء کی روایت کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا بلکہ اسے پروان بھی چڑھایا۔ جسے شیخ الاسلام والمسلمین فقیہ اسلام مرجعِ انام حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ (متولد ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء- متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے نام سے عالم اسلام میں قابلِ رشک شہرت وعزت حاصل ہے۔

ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری (متولد محرم الحرام ۱۳۰۳ھ/اکتوبر ۱۸۸۰ء- متوفی جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ/نومبر ۱۹۶۲ء) احترام واکرامِ علم وعلماء کے ایک روحانی اور تاریخی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''دبدبۂ سکندری رامپور مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۲ء میں ہے کہ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت (مولانا الشاہ احمد رضا) مدظلہم الاقدس گنج مراد آباد تشریف لے گئے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو (حضرت) شیخ (فضل رحمٰن گنج مراد آبادی تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) علیہ الرحمۃ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرمادی کہ صرف اتنا کہنا! ایک شخص بریلی سے آیا ہے، ملنا چاہتا ہے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے معاً فرمایا! وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور وہ خود عالم، فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟

پھر بکمالِ لطف فرمایا! بلایئے، تشریف لائیں۔

بعد ملاقات اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس (میلاد) شریف کی نسبت حضرت شیخ علیہ الرحمہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا! پہلے تم بتاؤ؟ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا! میں مستحب جانتا ہوں۔

فرمایا! آپ لوگ اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی نا کہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا۔ انہوں نے یہ معجزے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیئے۔ اور میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو، وہ اپنی مجلس میں موڑ (سر) بانٹتے تھے۔

غرض شیخ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو بکمالِ اعزاز واکرام باصرارِ تام تین روز ٹھہرایا۔ انتیس ماہِ مبارک کو رخصت کیا جب عید سر پر آگئی۔ اور وقتِ رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ (ص ۷۷-۴۷- حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ترتیب جدید مطبوعہ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء رضا اکیڈمی ممبئی ۳)

"جامعِ حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں قصیدہ آمال الابرار وآلام الاشرار اعلیٰ حضرت (مولانا الشاہ احمد رضا) کو سنایا کرتا تھا جب اس شعر پر پہنچا۔

اذا حلّوا تمصّرتِ الایادی ÷ اذا راحوا فصار المصر بیدا

جب وہ تشریف فرما ہوتے ہیں تو ویرانہ شہر بن جاتا ہے اور جب وہ کوچ کرتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض شاعرانہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا! نہیں بلکہ یہ واقعہ ہے۔ حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا عبد القادر (بدایونی) صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب وہ یہاں فروکش ہوتے، عجیب رونق اور چہل پہل ہو جاتی، در و دیوار روشن ہو جاتے، انوار وبرکات کی بارش ہوتی۔ اور جب واپس تشریف لے جاتے باوجودیکہ صرف وہی ایک جاتے، گھر کے سب لوگ، محلّہ والے، سب کے سب رہتے لیکن عجیب اداسی اور ویرانی چھا جاتی۔ دولہا گیا، رہ گئے براتی (ق ۱۹۶، ۱۹۷)

جامع حالات غفرلہٗ کہتا ہے کہ میرے زمانۂ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت ومشائخ کرام وداعیانِ دین وملت ودیگر حضرات اہل سنت وجماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر ومدارات حسبِ مرتبہ کی جاتی۔ اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت (مولانا الشاہ احمد رضا) کی مسرت کی جو حالت ہوتی احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

خصوصاً حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پیلی بھیتی، حضرت ابو

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....34

الوقت شیر بیشۂ سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب لکھنوی، حضرت مولانا سراج الدین ابو الذکاء شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی ثم رام پوری، حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری، حضرت مولانا شاہ ریاست علی خاں صاحب شاہجہاں پوری، حضرت مولانا عید الاسلام شاہ عبد السلام صاحب جبل پوری، حضرت مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب اجملی الٰہ آبادی، حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی اور ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب، جناب مولانا قاضی عبد الوحید صاحب عظیم آبادی، مولانا محمد عمر الدین صاحب ہزاروی نزیل ممبئی، حضرت مولانا سید دلدار علی صاحب اَلوری ثم لاہوری، حضرت مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی، حضرت الاستاذ مولانا شاہ عبید اللہ صاحب الٰہ آبادی ثم کانپوری، مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری، مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری ثم علی گڑھی، مولانا رحیم بخش صاحب بہاری آروی، مولانا سید شاہ عبد الغنی صاحب سہسرامی وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت کا سماں تو بیان سے باہر ہے۔ (ص ۲۱۷ تا ۲۱۹ حیاتِ اعلیٰ حضرت اول ترتیب جدید)

اپنے سفر حج وزیارت ۱۳۲۳ھ کے ایام میں حرمین طیبین کے اکابر علماء کی ملاقات اوران سے مذاکراتِ دینیہ وعلمیہ وغیرہ کے احوال امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہٗ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"زمانۂ قیام میں علماء وعظمائے مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا، مذاکراتِ علمیہ رہتے۔ شیخ عبد القادر کردی مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے، مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں ان کا مکان تھا۔ انہوں نے تقریرِ دعوت سے پہلے باصرارِ تام پوچھا کہ تجھے کیا چیز مرغوب ہے؟ ہر چند عذر کیا نہ مانا۔ آخر گزارش کی الحلوا لبارد شیریں سرد۔ ان کے یہاں دعوت میں انواعِ اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے ان کے علاوہ ایک نفیس چیز پائی کہ الحلوا البارد کی پوری مصداق تھی، نہایت شیریں وسرد اور خوش ذائقہ۔ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا رضی الوالدین۔ اور وجہِ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر

کھلائے راضی ہوجائیں گے۔فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا۔مولانا شیخ صالح کمال، وشیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل ومولانا عبدالحق مہاجر الٰہ آبادی اور کتب خانہ میں مولانا سید اسمٰعیل کے پاس۔رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہِ فقیر پر تشریف لایا کرتے۔صبح سے نصف شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں۔اور مولانا سید اسمٰعیل التزاماً روزانہ تشریف لاتے۔خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم الحرام ۱۳۲۴ھ سے سلخ محرم تک مسلسل رہی۔دن میں دوبار تشریف لاتے اور ایک بار کا آنا تو ناغہ ہی نہ ہوتا الخ (الملفوظ دوم)

یہاں (مدینہ منورہ) کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظّمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا۔بحمد اللہ اکتیس روز حاضری نصیب ہوئی۔بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی۔صبح سے عشاء تک علماء کا اسی طرح ہجوم رہتا۔بیرون باب مجیدی (مدینہ منورہ) مولانا کریم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الٰہ آبادی رہتے تھے ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں (الملفوظ دوم)

علمائے کرام نے یہاں (مدینہ منورہ) بھی فقیر سے سندیں اور اجازتیں لیں۔خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی۔اس فقیر سے خطاب میں یاسیدی فرماتے۔میں شرمندہ ہوتا۔ایک بار میں نے عرض کی! حضرت سید تو آپ ہیں۔فرمایا! واللہ تم سید ہو۔میں نے عرض کی! میں سیدوں کا غلام ہوں۔فرمایا! تو یوں بھی سید ہوئے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مولیٰ القوم منھم ،قوم کا غلام آزاد شدہ انہیں میں سے ہے۔اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدقہ میں آفات دنیا وعذاب قبر وعذاب حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے۔آمین۔

یوں ہی حضرت مولانا سید عباس رضوان، ومولانا سید مامون بری، ومولانا سید احمد جزائری، ومولانا شیخ ابراہیم خربوتی، ومفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس، ومفتی حنفیہ سابقاً مولانا عثمان بن عبد السلام داغستانی وغیرہم حضرات کے کرم بھولنے کے نہیں۔(الملفوظ دوم)

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....35

واللہ اعلم وہ کیا بات تھی جس نے حضراتِ کرام مدینہ طیبہ کو اس ذرۂ بے مقدار کا مشتاق بنا رکھا تھا۔یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ علماء تو علماء اہلِ بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا (الملفوظ دوم)

ایسا عالمِ ربانی کہ دانشِ برہانی سے جس کا دل دماغ روشن ہو۔جس کا پورا وجود علم وفضل وکمال سے معمور ہو۔جو شہیرِ حل وحرم اور مقبولِ عرب وعجم ہو۔اکابر حجاز مقدس جس سے سندیں اور اجازتیں لیں۔جس کی کتب ورسائل اور فتاویٰ تصدیقات وتقریظاتِ مشاہیرِ علماء اسلام سے مزین ہوں۔جس کی مجالس ومحافل میں ہر لحہ ذکر خدا ورسول ہو اور جس کی زیارت سے اللہ کی یاد تازہ ہوجائے۔جس کے روئے زیبا کا دیدار عبادت ٹھہرے۔جس کی ہر بات اور ہر ادا سنتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی مجسم تصویر ہو اور جو اسلاف کرام کا سچا متبع اور ان کی روایتوں کا امین ہو اس کے ملفوظات کیوں نہ جمع ہوں اور جو ملفوظات جمع ہوچکے ہیں وہ کیوں نہ عام کیے جائیں کہ دنیا بھر میں ان کا ذکر اور چرچا ہو؟

یہاں واضح رہے کہ جمعِ ملفوظات کی یہ کوئی پہلی اور طبع زاد کوشش نہیں بلکہ صدیوں پہلے سے علماء ومشائخ کرام کے ملفوظات جمع کیے جاتے رہے ہیں اور ان سے عوام وخواص استفادہ کرتے رہے ہیں۔عربی زبان میں ''امالی'' کے نام سے کئی کتابیں ملتی ہیں۔ہندوستان میں دلیل العارفین اور فوائد الفؤاد وغیرہ ملفوظاتِ مشائخ اس جمعِ ملفوظات کی ابتدائی اہم کڑیاں ہیں۔

یہ (جمع الملفوظ) کام ہوا اور جتنا بھی ہوا وہ بڑا جامع بڑا مفید بڑا مستند اور بڑا ہی دل پذیر ہوا۔کیسے اور کتنا ہوا۔کیوں اور کس طرح ہوا۔اور جو نہیں ہوسکا اس پر کتنا افسوس ہوا؟ یہ سب جاننے کے لئے مرتبِ ملفوظات شہزادۂ امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہٗ سیدی ومرشدی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ (متولد ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء- متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کی یہ تحریر پُر تنویر ملاحظہ فرمائیں۔

''غرض میری جان ان پاک قدموں پر قربان، جب سے یہ قدم پکڑے، آنکھیں

کھلیں، اچھے برے کی تمیز ہوئی، اپنا نفع وزیاں سوجھا، مَنہیات سے تابمقدور احتراز کیا اوراَوامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا۔ اوراب اعلیٰ حضرت (مولانا الشاہ احمد رضا) مدظلہٗ الاقدس کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔

یہاں جو دیکھا کہ شریعت وطریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدتوں غور وخوضِ کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط، بڑے بڑے سرٹیک کررہ جائیں۔ فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف اَنَـا لا اَدری کا دم بھریں۔ وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرمادیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے، گویا اشکال ہی نہ تھا۔ اور وہ دقائق ونکاتِ مذہب وملت جو ایک چیستاں اور ایک معمہ ہوں، جن کا حل دشوار سے زیادہ دشوار ہو، یہاں منٹوں میں حل فرمادیئے جائیں۔ تو خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ یوں ہی بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا سلکِ تحریر میں نظم کرلینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

پھر یہ کہ خود ہی متمتع ہونا یا زیادہ سے زیادہ ان کا نفع حاضر باشانِ دربارِ عالی کو ہی پہنچنا، باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں۔ ان کا نفع جس قدر عام ہو اتنا ہی بھلا۔ لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو۔ مگر یہ کام مجھ بے بضاعت اور عدیم الفرصت کی بساط سے کہیں سوا تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا اس لئے باربار ہمت کرتا اور بیٹھ جاتا۔

میری حالت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر مذبذب ہو، ایک قدم آگے ڈالتا اور دوسرا پیچھے ہٹالیتا ہو۔ مگر دل جو بے چین تھا کسی طرح قرار نہ لیتا۔ آخر السعی منی والاِتمام مِن اللّٰہ کہتا کمرہمت چست کرتا اور حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیل پڑھتا اٹھا اوران جواہر نفیسہ کا ایک خوشنما ہار تیار کرنا شروع کیا۔ اور میں اپنے رب عزوجل کے کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس ہار کو ہی میری جیت کا باعث بنائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

واللّٰہ تعالیٰ ولیُّ التوفیق وھو حسبی وخیر رفیق۔ وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....36

اجمعین وبارك وسلم۔

میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے ملفوظات جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہوسکا میں نے کیا۔ آگے قبول واجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں۔ وھو حسبی وربی۔ (تمہید الملفوظ حصہ اول)

امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی نے جمعِ ملفوظات کی خدمت پر اظہار مسرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

میرے ملفوظ کچھ کیے محفوظ ☆ مصطفیٰ، مصطفیٰ کا ہو ملحوظ

نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں ☆ زبروبینہ میں الملفوظ

١٣٣٨ھ

اعداد نکالنے کے عام طریقے سے الملفوظ کے ساتوں حروف کے اعداد ١٠٩٧ ہوتے ہیں اور ہرحرف کو پورا (الف، لام وغیرہ) لکھ کر مجموعی اعداد ١٣٣٨ ہوتے ہیں۔ آخری مصرع میں یہی بات کہی گئی ہے۔

الملفوظ (١٣٣٨ھ/١٩١٩ء) کئی سال کی متفرق کاوشوں کا نتیجہ اور علوم واسرار وحقائق کا گنجینہ ہے جس کا مطالعہ بیش قیمت معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ اور مجالس ومحافلِ رضویہ تک اپنے آپ کو پہنچانے کا بہترین وسیلہ ہے۔ اس بزم رضا کی برکت وسعادت اور معارفِ رضا کی رنگارنگی دیکھ کر طبیعت مچل اٹھتی ہے اور روح پکار اٹھتی ہے کہ۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی ☆ وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں

علوم ومعارفِ قرآن حکیم، عقائد وکلام، فقہ وافتاء، تصوف وتزکیہ، سیرت وتاریخ، اِحقاقِ حق وابطالِ باطل، تحقیق وتردید، ہیئت وفلسفہ، واقعات وحکایات، متنوع مباحث ومسائل، تفصیلاتِ اسفار، ان سب کا مجموعہ ہے یہ الملفوظ جو پہلے الرضا بریلی وتحفۂ حنفیہ پٹنہ ویادگار رضا بریلی میں متفرق طور پر شائع ہوا۔ پھر حسنی پریس بریلی سے پہلی بار کتابی شکل میں اس کی اشاعت ہوئی۔ اس کے اکثر قدیم نسخے جو نقل درنقل ہوتے رہے ان

میں کتابت کی غلطیاں بلکہ بعض تصرفات بھی نظر آتے ہیں۔ اب یہ کوشش کی گئی ہے کہ تصحیح واصلاح میں کوئی بے توجہی اور خامی نہ رہ جائے۔ پھر بھی غلطیوں کا امکان باقی ہے اور اس سے کوئی مَفر بھی نہیں ہے۔

الملفوظ کے بعض مقامات عام قارئین کی فہم سے بالاتر ہیں اور بعض ایسے مقامات بھی ہیں جنہیں سمجھنے میں کچھ لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اور ایسا بھی ہوا ہے کہ اہل سنت کے ایک حریف طبقہ نے محض عناد ومخاصمت کے جذبات سے مغلوب ہوکر چند مقامات کونشانۂ طعن وتشنیع وتنقیص وملامت بنا کر اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ غلط فہمی وبدگمانی پھیلانے کی ایک مسلسل اور مذموم حرکت کی ہے جس کا علماء اہل سنت نے بار بار تحقیقی والزامی جواب دیا ہے مگر وہ ابھی تک قبول حق کی صلاحیت سے اپنے آپ کو محروم اور نا اہل ثابت کرتا چلا آرہا ہے۔

یہاں نہایت اختصار واجمال کے ساتھ ہم بعض ان مقامات کی نشان دہی اور اہل سنت کے انہیں جوابات کا اعادہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تفصیل کے لئے قارئین کرام علماء اہل سنت کی کتب ورسائل بالخصوص تحقیقات از شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی سابق صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ، یوپی (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) کا مطالعہ فرمائیں۔

عرض وارشاد کی شکل میں سوال وجواب تحریر کیے گئے ہیں۔ ملفوظات کا آغاز مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء) کے سوال اور امام احمد رضا کے جواب سے اس طرح ہوتا ہے۔

عرض:- حضور! سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی گئی؟

ارشاد:- حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔ یا جابر ان اللّٰہ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ۔ اے جابر بیشک اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا۔ (الملفوظ اول)

اس حدیثِ نور کو قدیم ومستند محدثین اور اجلۂ علماء کرام نے اپنی اپنی کتابوں مثلاً مصنف عبدالرزاق، مواہب لدنیہ، زرقانی علی المواہب، فتاویٰ حدیثیہ، سیرت حلبیہ،

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....37

مدارج النبوۃ وغیرہ میں تحریر کیا ہے۔

اس وقت میرے سامنے فضیلۃ الدکتور عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن مانع الحمیری مدیر عام دائرۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ دبئی (الامارات العربیۃ المتحدۃ) کی ایک سو پانچ صفحات پر مشتمل تازہ ترین کتاب (مطبوعہ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء) "الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف" للحافظ الكبير ابى بكر عبد الرزاق بن همام الصنعانى (المتولد سنة ١٢٦ھ – المتوفى ٢١١ھ) ہے جس کے اندر حدیث نور اور اس سے متعلق مکمل تحقیق کے ساتھ شبہات واشکالات کے اطمینان بخش جوابات بھی درج ہیں۔ شیخ عیسیٰ مانع سابق وزیر حج واوقاف دوبئی لکھتے ہیں۔

ومن توفيقِ الله عزوجل اننا عثرنا فى هذه النسخة علىٰ حديث جابر مسندا۔ بل وتبيَّن لنا ان النسخة المطبوعة قد سقط منها عشرة ابواب، بعد اجراء المقابلة بين النسختين المطبوعة والمخطوطة۔ كما سيعرف القارى الكريم من المقارنة بين النسختين فى هذا التحقيق ان شاء الله تعالىٰ۔

وتبيَّن لنا بعد ذلك صحة الحديث الذى يرويه عبد الرزاق عن معمر عن بن المنكدر عن جابر بن عبد الله الانصارى (قال: سألت رسول اللّٰه عن اول شئ خلقهٗ الله تعالىٰ فقال: هو نور نبيك يا جابر......) الحديث

فثبت لدينا بان سيدنا ومولانا محمد صلى الله عليه وعلىٰ آله وسلم اول مخلوق فى العالم اى اول روح مخلوقة وآدم اول شبحية مخلوقة اذأن آدم مظهر من مظاهره صلى الله عليه وعلىٰ آلهٖ وسلم۔ ولا بدّ للجوهر ان يتقدمه مظهر۔ فكان آدم متقدماً بالظهور فى عالم التصوير والتدبير۔ وسيدنا محمد صلى الله عليه وعلىٰ آله وسلم مقدماً فى عالم الامر والتقدير۔ لانهٗ حقيقة الحقائق وسراج المشارق فى كل المغارب (ص ٧،٨ – الجزء المفقود للدكتور عيسىٰ بن عبد

اللّٰہ بن محمد بن مانع الحمیری عمید کلیة الامام مالك للشریعة والقانون بدبی۔ الطبعة الاولی سنة ۱۴۲۵/ ۲۰۰۵م)

مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے الجزء المفقود میں حدیثِ نور کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

عبد الرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن اول شئ خلقهٗ اللّٰه تعالیٰ؟ فقال: هو نور نبیك یا جابر! خلقهٗ اللّٰه، ثم خلق فیه کل خیر، وخلق بعدهٗ کل شئ۔

اس حدیثِ نور میں نور محمدی کی متعدد تقسیمات کا ذکر ہے اور پھر اس کا آخری حصہ یہ ہے۔

فلما اخرج اللّٰهُ النور من الحجب رکّبهٗ اللّٰه فی الارض فکان یضئ منها ما بین المشرق والمغرب کالسراج فی اللیل المظلم، ثم خلق اللّٰه آدم من الارض فرکب فیه النور فی جبینهٖ، ثم انتقل منه الیٰ شیث، وکان ینتقل من طاهر الیٰ طیب، ومن طیب الیٰ طاهر، الیٰ ان اوصلهٗ اللّٰه صلب عبد اللّٰه بن عبد المطلب، ومنهٗ الیٰ رحم آمنة بنت وهب۔

ثم اخرجنی الیٰ الدنیا فجعلنی سید المرسلین، وخاتم النبیین، ورحمة للعلمین، وقائد الغر المحجّلین، وهکذا کان بدء خلق نبیك یا جابر۔ (ص٦٥،٦٦— الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف، بتحقیق الدکتور عیسیٰ مانع، المطبوع سنة ١٤٢٥ھ/٢٠٠٥م)

الملفوظ کے اندر مذکور حدیث نور سے متصل ایک عرض کے ارشاد میں تخلیق ارض وسماء کا مسئلہ ہے۔ قرآن حکیم میں سورۂ حٰم سورۃ البقرہ سورۃ نازعات سورۂ یونس وغیرہ میں تخلیق ارض وسماء کا ذکر ہے۔ کتب تفسیر واحادیث میں اس کی تشریح وتفصیل ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق میں کون متقدم اور کون متأخر ہے؟ اور مفسرین ومحدثین نے تطبیق

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....38

واختلاف کی صورتیں بھی تحریر فرمائی ہیں کہ آسمان وزمین اوران کے درمیان کی چیزیں کتنے دنوں میں اور کس طرح پیدا اور ظاہر ہوئیں؟

سورہ اعراف آیت ۵۴، سورۂ یونس آیت ۳، سورۂ ھود آیت ۷، سورہ فرقان آیت ۵۹، سورۂ قٓ آیت ۹، سورہ حدید آیت ۴، سورہ سجدہ آیت ۴ میں چھ دن میں تخلیق زمین وآسمان کا ذکر ہے۔ سورہ حٰمٓ السجدہ آیت ۱۰، ۱۱ میں دو دن میں زمین دو دن میں آسمان اور دو دن میں ان کے درمیان کی چیزوں کی تخلیق کا ذکر ہے۔ اور آنے والی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمین اور اس کے بعد آسمان کی تخلیق ہوئی جس کی تائید بیہقی وحاکم وطبری کی ایک روایت سے ہوتی ہے اور ابن عباس وزمخشری اور اکثر مفسرین اسی کے قائل ہیں کہ زمین پہلے بنی۔

ترجمۂ آیات یہ ہے۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے اور پھر آسمان کی طرف استواء (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۹) کیا تم لوگ اس کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو؟ وہ ہے سارے جہان کا رب۔ اور اس میں اس کے اوپر لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں۔ یہ سب ملا کر چار دن میں، ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو۔ پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔ دونوں نے عرض کی ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیجے۔ (سورۂ حٰمٓ السجدہ آیت ۹ تا ۱۲)

مقاتل وقتادہ وسدی وبیضاوی اس کے قائل ہیں کہ پہلے آسمان بنا اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ''اور اس کے بعد زمین پھیلائی اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو جمایا۔ (سورۂ نازعات آیت ۳۰ تا ۳۲)

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ اللہ نے اتوار اور دوشنبہ کو زمین کی تخلیق کی۔ منگل کو پہاڑ اور بدھ کو پانی، آبادی، ویرانہ۔ اور جمعرات کو آسمان اور جمعہ کو چاند، سورج، فرشتے

بنائے۔آدم علیہ السلام کو جمعہ ہی کے دن آخری گھڑی میں بنایا (ترجمہ ص ۸۹ جلد ۴ مدارک التنزیل)

استاذ محترم بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یوپی کا ایک تحقیقی مضمون اس موضوع پر اس وقت میرے سامنے ہے جو ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور صفحہ ۱۲ تا ۱۹ شمارہ مئی جون ۱۹۸۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔اس مسئلہ کی مزید تحقیق وتفصیل اس کے اندر دیکھی جاسکتی ہے۔بحر العلوم مدظلہ العالی نے اس مضمون میں ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا کا ارشاد قرآن وحدیث اور کتب تفسیر کے مطابق ہے۔اور پہلے زمین بنی یا آسمان یا ان میں سے کس کا کب کس طرح ظہور ہوا اس کے بارے میں مفسرین کرام کے درمیان اختلاف ہے مگر کسی نے کسی مفسر وعالمِ دین کو مخالفِ قرآن وحدیث نہیں کہا۔اس مضمون کے آخری حصہ میں آپ امام احمد رضا کے حوالے ہی سے یہ تحقیق نقل کرتے ہیں کہ۔

''نورِ احدیت کے پرتو سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بنا۔اور اس کے پرتو سے تمام عالم ظاہر ہوا۔اول پانی پیدا ہوا پھر اس میں دھواں اٹھا اس سے آسمان بنا۔پھر پانی کا ایک حصہ منجمد ہو کر زمین ہو گیا اسے خالق عزوجل نے پھیلا کر سات پرت کر دیا۔پھر اسی طرح آسمان کے سات طبقے کیے۔یوں ہی پانی سے آگ بنی۔ممکن ہے کہ پانی کسی قسم کی حرارت پا کر ہَوا ہُوا ہو۔اور ہوا گرم ہو کر آگ یا جس طرح مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ نے چاہا۔غرض پانی مادہ تمام مخلوقات کا ہے۔

امام احمد، ابن حبان، وحاکم کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کل شئ خلق من الماء۔ ہر چیز پانی سے بنی ہے۔(ص ۸-کشف الحقائق از امام احمد رضا)

حفاظتِ الفاظ ومعانی قرآن سے متعلق ایک سوال وجواب اس طرح ہے۔

عرض:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا جب اس کے الفاظ محفوظ ہوئے تو معانی کی حفاظت ضرور کہ معانی الفاظ سے منفک نہیں ہو سکتے اور معانی قرآن کی صفت تِبْيَاناً لِكُلِّ شَئٍ ہے تو قرآن عظیم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....39

ہی سے تِبْيَاناً لِكُلِّ شَئٍ کا دوام ثابت ہو گیا۔

ارشاد:- قرآن عظیم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا اگرچہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں لیکن ان معانی کا علم میں ہونا کیا ضرور؟ نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیانِ الٰہی کا محتاج ہوتا ہے ثُمَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔اور یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ (الملفوظ حصہ سوم)

اس جامع اور علمی وتحقیقی ارشاد پر معاندین ومخالفین نے بے جا اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا کہ اس کے اندر معاذ اللہ حفاظت قرآن کا انکار ہے۔قرآن عظیم کی توہین ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہے۔جس کا بڑا ہی اطمینان بخش اور مُسکت جواب علماء اہل سنت نے دیا جو مختصراً درج ذیل ہے۔

''سائل کی دلیل کا پہلا مقدمہ یعنی الفاظ کی حفاظت معانی کی حفاظت کو مستلزم ہے درست تھا اس لئے کہ معانی الفاظ سے جدا نہیں ہو سکتے لیکن دوسرا مقدمہ کہ معانی کی حفاظت معانی کی صفت تِبْيَاناً لكلِ شی کو مستلزم ہے درست نہیں۔اس لئے کہ معانی کا تبیاناً لکلِ شئ ہونا ان معانی کے سمجھنے پر موقوف ہے۔صرف محفوظ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سمجھ بھی لیے جائیں ورنہ لازم آئے گا کہ الفاظ کے علم میں آتے ہی تمام معانی کا بھی علم ہو جائے تعلیم الٰہی کی ضرورت نہ رہے حالاں کہ ایسا نہیں۔

یعنی الفاظ قرآن کے علم کے بعد معانی مراد جاننے کے لئے بیان الٰہی کا محتاج ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ یعنی قرآن پاک کو آپ کے سینے میں جمع کرنے کے بعد ہم پر اس کا بیان ہے تو واضح طور پر ثابت ہوا کہ الفاظِ قرآن کی محفوظی اور تِبْيَاناً لِكُلِّ شَئٍ ہونے کی محفوظی کے درمیان ملازمہ نہیں اور جب ملازمہ نہیں تو اس دلیل سے سائل کا مدعیٰ یعنی قرآن کے تِبْيَاناً لِكُلِّ شَئٍ ہونے کا دوام ثابت نہیں۔یہی بات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے جواب میں افادہ فرمائی ہے۔فرماتے ہیں۔قرآن کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔اگرچہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں لیکن ان معانی کا علم میں ہونا کیا ضرور؟ نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیانِ الٰہی محتاج ہوتا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔

ظاہر ہے کہ جوابِ مذکور میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا نے نہ الفاظِ قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار کیا ہے نہ معانی کے محفوظ ہونے کا نہ تِبْیَاناً لِکلِ شئ ہونے کا۔ بلکہ سائل کی پیش کردہ دلیل سے تِبْیَاناً لِکلِ شئ ہونے کے دوام کے ثبوت کا انکار کیا ہے جو عقل ونقل کی روشنی میں درست ہے۔

عقلاً تو یوں کہ ملازمہ نہ ہونا واضح ہے اور نقلاً خود اسی آیت سے ثابت ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے۔ فَلِلّٰہِ الحجة السامیة۔

رہا اس کے بعد یہ فرمانا کہ ''اور ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو'' دلیل مذکور سے مدعیٰ کے ثابت نہ ہونے پر دوسری تنبیہ ہے۔ یعنی جب بعض آیات کا نسیان ممکن ہے اور معانی الفاظ کے ساتھ ہیں تو معانی کا نسیان بھی ممکن۔ تو تِبْیَاناً لِکلّ شئ کے دوام کا اس آیت سے کیسے اثبات ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی توہین نہیں نہ قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار ہے بلکہ نسیان ہونا تو خود قرآن سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ مَا نَنْسخ مِن اٰیۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأتِ بِخَیرٍ منها او مِثلها۔ جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔

رہا یہ کہ محفوظ ہونے کا کیا مطلب ہے تو وہ یہ ہے کہ نسخ وانساء کے بعد جو بچا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتراً منقول ہے جس کو حضرت ابوبکر صدیق نے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جمع فرمایا اور مابین الدفتین آج تک موجود ہے وہ ہر قسم کی تبدیلی وتغیر سے محفوظ ہے اور رہے گا''۔

جواب مذکور جو علماء اہل سنت کی طرف سے شائع وذائع ہے وہ نہایت کافی وشافی ہے جس کی مکمل تائید قرآن وحدیث سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ایک انصاری رات میں تہجد کے لئے اٹھے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت ہمیشہ تلاوت کرتے تھے اس کو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی۔ صبح کو دوسرے صحابی سے ذکر

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....40

کیا انہوں نے بتایا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ دونوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا! آج شب میں وہ سورت اٹھالی گئی۔ (بیہقی)

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ عن قتادہ فی قولهٖ ما ننسخ من اٰية او ننسها قال كان عزوجل يُنسى نبيهٗ صلی اللّٰه عليه وسلم ما يشاء وينسخ ما يشاء۔ عن الحسن انه قال فی قولهٖ او ننسها ان نبيكم صلی اللّٰه عليه وسلم قرأ قرآنا ثم نسيه۔ عن ابن عباس انه قال كان ينزل علی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم الوحی بالليل وينسها بالنهار فانزل اللّٰه ما ننسخ من اٰية او ننسها نأت بخير منها او مثلها (تفسیر ابن کثیر، صفحہ ۱۵۰، جلد اول)

قتادہ سے آیۂ کریمہ ما ننسخ کی تفسیر میں روایت ہے کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو چاہتا بھلا دیتا جو چاہتا منسوخ فرمادیتا۔ حسن بصری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن پڑھا پھر اسے بھول گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رات میں وحی نازل ہوتی اور دن میں بھول جاتے تو یہ آیت ما ننسخ من اٰية او ننسها نأت بخير منها او مثلها نازل ہوئی۔

حضرت ملا علی بن سلطان محمد ہروی (متوفی ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

والمنسوخ انواع۔ منها التلاوة والحكم معاً وهو ما نسخ من القرآن فی حياة الرسول صلی اللّٰه عليه وسلم بالانساء حتیٰ روی ان سورة الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة۔ منها الحكم دون التلاوة كقولهٖ تعالیٰ لكم دينكم ولی دين۔ ومنها التلاوة دون الحكم كآية الرجم (صفحہ ۲۱۵، جلد اول مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

منسوخ کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ یہ قرآن کا وہ حصہ ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں بھلا کر منسوخ کیا گیا یہاں تک کہ روایت ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر تھی۔ ایک یہ کہ حکم منسوخ ہو تلاوت

باقی ہو جیسے لکم دینکم ولی دین۔ایک یہ کہ تلاوت منسوخ ہو نہ کہ حکم جیسے آیت رجم۔

ایسا ہی شیخ احمد معروف بملا جیون امیٹھوی (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے بھی تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے۔رب عزوجل قرآن حکیم میں ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسىٰ اِلَّا مَا شاءَ اللّٰهُ۔

آیت وَمَا ننسخ منها کا ترجمہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے یہ کیا ہے۔''ہم کسی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اس آیت ہی کو ذہنوں سے فراموش کر دیتے ہیں تو اس آیت سے بہتر یا اس آیت کے مثل لاتے ہیں''۔

امکانِ نظیر محمدی کے اپنے خود ساختہ عقیدہ کا اثبات کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل دہلوی نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ۔

بعد اخبار ممکن ہست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود۔ پس قول بامکان مثل اصلاً منجر بتکذیب نصے از نصوص نگرددوسلب قرآن بعد انزال ممکن است (رسالہ یکروزی)

ترجمہ۔ممکن ہے کہ یہ آیت (ولکن رسول اللّٰه وخاتم النبیین) لوگوں کو بھلا دی جائے۔تو اب یہ کہنا کہ حضور جیسا دوسرا ممکن ہے کسی نص کو جھوٹا کہنے کا موجب نہ ہوگا اور نازل کرنے کے بعد سلب قرآن ممکن ہے۔

ان حقائق ودلائل سے مذکورہ عبارتِ الملفوظ کا صرف بے غبار ہونا نہیں بلکہ اہل ایمان کا اس پر اجماع ہونا ثابت ہے اور قرآن حکیم جو متواتراً ہم تک منقول ہے اس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔

ایک عرض کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

ارشاد: - انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حِسّی دنیاوی ہے۔ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں۔ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....41

شب باشی فرماتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو حج کرتے ہوئے لبیک پکارتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔اور اولیاء علماء شہداء کی حیات برزخیہ اگر چہ حیات دنیویہ سے افضل واعلیٰ ہے مگر اس پر احکام دنیویہ جاری نہیں۔ان کا ترکہ تقسیم ہوگا ان کی ازواج عدت کریں گی۔اور حیات برزخیہ کا ثبوت تو عوام کے لئے بھی ہے۔الخ (الملفوظ حصہ سوم)

اس مسئلہ میں بھی شور وغوغا مچایا جاتا ہے اور طرح طرح کی بے سروپا نکتہ آفرینیاں کی جاتی ہیں۔اہل ایمان جانتے ہیں کہ موت طاری ہونے کے باوجود انبیاء کرام کا نکاح باقی رہنا ان کے خصائص میں سے ہے۔اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمانوں کو جنت میں ان کی بیویاں ملیں گی جن سے وہ مجامعت ومباشرت کریں گے اور وہاں نکاح جدید کی روایت کہیں کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

حضرت امام محمد بن عبد الباقی زرقانی (متوفی ۱۰۹۹ھ) لکھتے ہیں۔

نقل السبکی فی طبقاتہٖ عن ابن فورك انه علیه السلام حیّ فی قبرہٖ علیٰ الحقیقة لا علیٰ المجاز۔ یصلی فیه باذان واقامة۔ قال ابن عقیل ویضاجع ازواجهٗ ویتمتع بهن اکمل من الدنیا۔ وحلف علیٰ ذلك وهو ظاهر لا مانع عنهٗ۔(زرقانی علی المواهب)

ترجمہ۔امام سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں نہ کہ مجازی حیات کے ساتھ۔وہ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ابن عقیل نے کہا اور اپنی ازواج کے ساتھ مضاجعت وشب باشی فرماتے ہیں۔اور دنیا میں جس طرح ان سے تمتع حاصل کرتے تھے اس سے زیادہ تمتع حاصل کرتے ہیں۔ابن عقیل نے اس پر قسم کھائی۔اور یہ ظاہر ہے اس سے کوئی چیز مانع نہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ بات کہی گئی ہے مگر دیگر انبیاء کرام کی طرف اس کی نسبت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کیوں کہ کوئی بات جب ایک صنف یا کسی نوع

کے ایک فرد یا چند افراد کے لئے ثابت ہو تو پوری صنف اور نوع کی طرف اس کی نسبت درست ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔ وخلق الانسان هلوعا۔اور۔ وکان الانسان اکثر شئ جدلا۔

مومن صالح کی قبر جب حد نظر تک وسیع کردی جاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ویفسح لهٗ فیها مدّ بصره (باب اثبات عذاب القبر مشکوٰة المصابیح) حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔ پھر آپ اور دیگر انبیاء کرام کی قبر کی کشادگی کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ اور عالم برزخ وآخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

سفر معراج کے موقعہ پر حضور اقدس نے انبیاء سابقین کی امامت فرمائی جس سے واضح ہے کہ روح مع الجسم تھی اور انبیاء نے اپنی حیات جسمانی کے ساتھ نماز پڑھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰه تعالیٰ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰه حی یرزق (ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام فرمادیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں جنہیں رزق دیا جاتا ہے۔

اسی ضمن میں اس بات کو سمجھ لینا بھی بہتر ہے جو ابریز از شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے الملفوظ حصہ دوم میں مذکور ہے کہ سید احمد سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی خواب گاہ میں ایک بیوی کی موجودگی میں اپنی دوسری بیوی سے ہمبستری کی یہ سوچ کر کہ پہلی بیوی سوچکی ہے۔ اور پھر جب آپ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ اور کہا کہ چوتھے بستر پر کون تھا؟ اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ شیخ عبدالرحمٰن کا بھی ہے جو ابریز میں مذکور ہے۔ یہ دنیاوی واقعہ ہے مگر اس میں روحانی تصرف کارفرما ہے اور اس کا اس مزعومہ بے غیرتی وبے حیائی سے کوئی تعلق نہیں جس پر معاندین ومخالفین کی طرف سے واویلا ہوتا رہتا ہے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ کراماً کاتبین ہر ایک کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور وہ ان کے سارے حالات وواقعات دیکھتے ہیں اور انہیں لکھتے بھی ہیں؟ اور کیا انہوں نے یہ نہیں پڑھا کہ۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....42

انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اِن اللّٰه تبارك وتعالیٰ وكّل بالرحم ملكا يقول يا رب نطفة يا رب علقة يا رب مضغة فاذا اراد اللّٰه ان يقضی خلقهٗ قال هل ذكر ام انثیٰ شقی ام سعيد فما الرزق فما الاجل قال فيكتب فی بطنِ امهٖ (کتاب الانبیاء، کتاب القدر صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے۔ وہ کہتا ہے اے پروردگار! نطفہ ہے۔ اے پروردگار! بستہ خون ہے۔ اے پروردگار! گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیتا ہے اس کی پیدائش کا تو فرشتہ پوچھتا ہے مرد ہے یا عورت؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اس کی روزی کتنی ہے؟ عمر کتنی ہے؟ یہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور بچہ اس وقت ماں کے پیٹ ہی میں رہتا ہے۔

اذا استقرت النطفة فی الرحم اخذها الملك بكفهٖ وقال ای رب اذكرا وانثیٰ (ص ۴۰۸، جلد ۱۱، فتح الباری) جب نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے اے رب! مرد ہے یا عورت؟

اور کیا انہوں نے اس کا بھی کوئی جواب سوچا ہے کہ۔

''ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے۔ فرمایا! تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا''۔ (ص ۲۹۰، ارواح ثلثہ از تھانوی)

پیغمبروں کی شہادت سے متعلق ایک سوال وجواب اس طرح ہے۔

عرض:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَا غلبنّ انا ورسُلی تو بعض انبیاء کیوں شہید ہوئے؟

ارشاد:۔ رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا؟ انبیاء البتہ شہید کئے گئے۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ یقتلون النبیین فرمایا گیا نہ کہ یقتلون الرسل (الملفوظ حصہ چہارم)

بعض مطبوعہ نسخوں کے سوال میں ختم اللہ ہے جو سائل کا تسامح ہے۔ قرآن کی آیت کتب اللہ ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (سورة

المجادلہ۔آیت ۲۱) اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول۔ بیشک اللہ
قوت والا عزت والا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کتابت کی غلطی سے کَتَبَ اللّٰہُ کی جگہ خَتَمَ اللّٰہُ ہوگیا ہو۔اس
کا بھی امکان ہے کہ حضرت مجیب یا حضرت مرتب کی اس وقت اس جانب توجہ نہ ہوئی
ہو۔کتابت کی غلطی یا نقل وتلاوت میں سہو کوئی نادر بات نہیں۔ایسے حادثات ہوتے
رہتے ہیں۔معاندین ومخالفین کی کتب ورسائل میں خود اس طرح کے نمونے ملتے ہیں۔
جو تحقیقات از حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی میں منقول ہیں۔

جواب میں رسولوں کی شہادت کا انکار ہے جو قرآن اور تفاسیر کے مطابق ہے۔نبی
اصطلاحاً اس انسان کو کہتے ہیں جس کی جانب وحی کی جائے خواہ وہ صاحب شریعت
جدیدہ ہو یا نہ ہو۔اور رسول وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو۔کتب تفسیر مثل
بیضاوی ومدارک وغیرہ میں یہ اصطلاحی تعریف درج ہے۔متعدد آیات میں رسول بمعنی
نبی بھی وارد ہے۔امام احمد رضا نے رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ مراد لیا ہے اور یہ
امر محقق ہے کہ رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ کوئی شہید نہیں ہوا اس لئے جواب مذکور
بالکل صحیح اور برحق ہے اور اس کے خلاف شور وشر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مزید تحقیق کے لئے تحقیقات از حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی کا مطالعہ کریں۔

ایک عالم دین حضرت مولانا مولوی برکات احمد کے بارے میں امام احمد رضا نے
اپنا یہ واقعہ اور یہ خواب ذکر کیا ہے۔

جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ
خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ان کے انتقال کے دن مولوی
سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں۔عرض کی یا رسول اللہ! حضور کہاں
تشریف لیے جاتے ہیں؟ فرمایا! برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔الحمد للہ! یہ جنازۂ
مبارکہ میں نے پڑھایا۔الخ (الملفوظ حصہ دوم)

اس پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا نے اپنے آپ کو امام اور حضور اکرم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....43

صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتدی بنا دیا اور اپنی برتری ثابت کی۔معاذ اللہ! خدا جب دین لیتا ہے
تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت
میں نماز نہیں ادا کی تھی (صحیح بخاری) اور کیا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس
جماعت کے امام نہیں تھے جس میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریک تھے؟

فلما سلَّم عبد الرحمن بن عوف قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ
علیہ وسلم یتم صلواتہ۔ الی آخر الحدیث (صحیح مسلم) عبد الرحمٰن بن عوف نے
جب سلام پھیرا تو رسول اللہ کھڑے ہوگئے اور اپنی نماز پوری کرنے لگے۔

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ فیہ دلیل علیٰ جواز
اقتداء الافضل بالمفضول اذا علم ارکان الصلوٰۃ (ص ۳۶۲ جلد اول مرقاۃ
شرح مشکوٰۃ) اس میں اس پر دلیل ہے کہ افضل کو مفضول کی اقتداء کرنی جائز ہے جب
کہ مفضول ارکان صلوٰۃ جانتا ہو۔

امام کا ہر مقتدی سے افضل یا مساوی ہونا ضروری نہیں۔اور امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ
الحمد للہ یہ جنازۂ مبارکہ میں نے پڑھایا یہ بطور اظہار تشکر ہے کہ مجھے ایسی عظیم سعادت
میسر آئی۔اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تصرف روحانی سے کسی کی نماز جنازہ میں
شرکت فرمائیں یہ بھی کوئی محال ومستبعد نہیں کیوں کہ وہ بحیات حقیقی جسمانی زندہ ہیں اور
جہاں چاہیں وہاں تشریف لے جاسکتے ہیں۔اور جہاں تشریف لے جائیں وہاں برکت
ہی برکت اور خوشبو ہی خوشبو ہوتی ہے جو ظاہر وباہر ہے۔ایسی صورت میں مولانا برکات
احمد کی قبر میں وہی خوشبو رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازش وکرم گستری سے محسوس کی
گئی جو روضۂ انور کے قریب اہل دل اور اہل محبت محسوس کرتے ہیں اسی حقیقت کا اظہار
امام احمد رضا نے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے کہ ان کی قبر میں اترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو
محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔

معترضین کو کسی دوسرے پر حملہ وتیر اندازی سے پہلے اپنے گھر کی بھی خبر رکھنی
چاہیے۔ان کے عالم خلیل احمد انبیٹھوی کے تذکرہ وسوانح میں مذکور ہے کہ۔

شیخ سعید تکرونی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور مجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور ایک عالم ہندی خلیل احمد کا انتقال ہوگیا ہے ان کے جنازہ کی نماز میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ (صفحہ ۳۰۴، تذکرۃ الخلیل، از عاشق الٰہی میرٹھی)

اور شیخ الاسلام نمبر الجمعیۃ دہلی جو مولانا حسین احمد کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہے اس میں ایک خواب لکھا ہے کہ۔

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جامع مسجد کے قریب بوجہ جمعہ مصلیوں کا بڑا مجمع ہے۔ مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔

فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا (صفحہ ۱۶۴، کالم ۳، شیخ الاسلام نمبر الجمعیۃ دہلی)

امام احمد رضا قدس سرہٗ کو متہم ومطعون کرنے کے لئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک صحابی یا تابعی کی توہین کی ہے اور ثبوت میں یہ عبارت پیش کی جاتی ہے۔

ایک بار عبدالرحمٰن فزاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا چرانے والوں کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا الخ (الملفوظ حصہ دوم)

یہ عبدالرحمٰن فزاری یقیناً کافر وظالم وسرکش تھا جو محرم الحرام ۷ھ کے غزوۂ ذات القرد میں مقتول ہوا اور حضرت ابوقتادہ نے اسے قتل کیا۔ اور وہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری جو بقول جمہور تابعی اور بقول واقدی صحابی ہیں ان کی ولادت ۹ھ اور وفات ۸۱ھ میں ہوئی اس لئے مذکور الصدر عبدالرحمٰن فزاری کو صحابی یا تابعی کہنا خود غلط اور خلاف واقعہ ہے بلکہ خلاف اسلام ہے۔ الملفوظ کے بعض قدیم نسخوں میں مجیب ومرتب نے نہیں بلکہ بعد کے کسی ناقل وکاتب نے فزاری کی بجائے قاری لکھ کر اسے بنی قارہ کا فرد بتا کر اپنے زعم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....44

میں تشریح واصلاح اور درحقیقت ایک غلطی کی جس سے مجیب ومرتب کا دامن پاک ہے۔

عبدالرحمٰن کے اس واقعہ کا ذکر مشکوٰۃ المصابیح اور صحیح مسلم میں بھی ہے جہاں عبدالرحمٰن قاری نہیں بلکہ عبدالرحمٰن فزاری کا ذکر ہے اور اس کے کافر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری جو تابعی ہیں ان کا مختصر حال یہ ہے۔

عبد الرحمن بن عبد القاری یقال انه ولد علیٰ عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولیس له منه سماع ولا روایة۔ وعدّهٗ الواقدی من الصحابة فی من ولد علیٰ عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم۔ المشهور انه تابعی وهو من جملة تابعی المدینة وعلماء ها۔ سمع عمر بن الخطاب۔ مات سنة احدٍ وثمانین ولهٗ ثمان وسبعون سنة۔ (الاکمال)

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور نبی کریم سے ان کو نہ سماع ہے نہ روایت۔ واقدی نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں۔ یہ مدینہ کے علماء وتابعین میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے حدیث سنی۔ ۸۱ھ میں وفات پائی اور آپ کی عمر ۷۸ سال کی تھی۔

ایرانی بادشاہ نوشیرواں کو لاعلمی میں بہت سے لوگ سلطان عادل کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک عرض وارشاد یہ ہے۔

عرض: - نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد: - نہیں! اور اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے ورنہ حرام (الملفوظ حصہ چہارم)

اس ارشاد کے خلاف بھی انگشت نمائی کی جاتی ہے اور نوشیرواں کو عادل کہنے کے لئے یہ موضوع حدیث بطور ثبوت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ولدت فی زمن الملك العادل۔ میں بادشاہ عادل کے زمانہ میں پیدا ہوا۔

حضرت ملا علی قاری اس باطل وموضوع حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قال السخاوی لا اصل لهٔ۔ قال الزرکشی کذب باطل۔ وقال السیوطی قال البیهقی فی شعب الایمان تکلم شیخنا ابو عبد اللّٰه الحافظ بفلان مایرویه بعض الجهلاء عن نبینا صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ولدت فی زمن الملك العادل یعنی انوشیروان۔ (ص ۷۹، موضوعات کبیر)

علامہ ابو طاہر فتنی لکھتے ہیں۔

لا اصل لهٔ ولا یجوزان یسمّی من یحکم بغیر حکم اللّٰه عادلاً (ص ۲۱۹، جلد خامس، مجمع بحار الانوار) اس کی کوئی اصل نہیں۔ جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف حکم کرے اس کو عادل کہنا جائز نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

ونزد محدثین ایں صحیح نیست، وچوں درست باشد وصف مُشرک بعدل وحال آں کہ شرک ظلم عظیم است۔ قال اللّٰه تعالیٰ اِنَّ الشِرك لَظُلم عظیمٌ۔ وی گویند کہ مراد بعدل ایں جا سیاستِ رعیت ودادستانی وفریادرسی است کہ اہل عرف آں را عدل می خوانند۔ اما جریان اسم عادل برزبان سید انبیاء صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ بعید است۔ (ص ۲۲۴، جلد دوم- مدارج النبوۃ)

اور سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ۔

ایرانیوں میں اس (نوشیرواں) کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اس کو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کے قتل کی بدولت ملا۔ (ص ۱۶۴ جلد ۴، سیرۃ النبی، مطبوعہ دار المصنفین، اعظم گڑھ)

ایک مسئلہ بتاتے ہوئے امام احمد رضا نے فرمایا۔

''امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نفس بچہ کی مثل ہے کہ اگر اس کو دودھ پلائے جاؤ جوان ہوجائے گا اور پیتا رہے گا اور اگر چھوڑ دو چھوڑ دے گا۔ میں نے خود دیکھا۔ گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی۔ ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس وقت تک نہ چھڑایا تھا۔ ماں ہر چند منع کرتی وہ زورآور تھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....45

پینے لگتی۔ (الملفوظ حصہ سوم)

اس بات کو بداندیش معاندین چٹخارے لے کر بیان کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا ایک جوان لڑکی کو اس طرح دودھ پیتے دیکھتے اور اسے بیان بھی کرتے ہیں۔ اور انہیں یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ یہ واقعہ امام احمد رضا نے اپنے بچپن میں دیکھا ہوگا اور اسے اپنے دور جوانی یا بڑھاپے میں عبرت ونصیحت کے لئے بیان فرمارہے ہیں۔ یہ بدنصیب مخالفین کی شوشہ بازی اور کردارکشی کا ایک شقاوت آمیز اور شرانگیز نمونہ ہے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ حیوانات ونباتات بھی اللہ کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اور ان کے اندر بھی مادۂ معصیت ہے۔ اسی ضمن یہ بیان فرماتے ہیں۔

جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کردیں، غزوۂ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی، شمالی ہوا کو حکم ہوا۔ جا اور کافروں کو نیست ونابود کردے۔ اس نے کہا۔ الحلائل لا یخرجن باللیل۔ بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں۔ فاعقمها اللّٰه تعالیٰ۔ تو اللہ نے اس کو بانجھ کردیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔ پھر صبا آئی اور اس نے کہا۔ فقالت سمعنا واطعنا۔ تو اس نے عرض کی، ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا۔ (الملفوظ حصہ چہارم)

اس پر یہ تبصرہ کہ بادشمالی پر اللہ کا حکم نہیں چلا اور اس سے پانی نہیں برستا جب کہ ہندوستان میں اس سے پانی برستا ہے۔ یہ نہایت لغو ولاطائل بات ہے۔

کسی پر حکم نہ چلنا اور کسی کا تعمیل حکم نہ کرنا یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ امام احمد رضا نے ہرگز یہ نہیں فرمایا ہے کہ بادشمالی پر اللہ کا حکم نہیں چلا۔ بادشمالی نے حکم نہیں مانا یہ ابلیس جیسا اس کا عمل ہے کہ اللہ نے سجدۂ آدم کا حکم دیا اور سارے فرشتوں نے اس پر عمل کیا مگر ابلیس نے انکار وسرکشی کی جس کے نتیجے میں وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ اور بادصبا نے تعمیل حکم کرکے فرشتوں کی اتباع کی اور سرخروئی حاصل کی۔ اسی طرح توحید ورسالت پر ایمان واقرار حکم الٰہی ہے جس کی تعمیل اہل ایمان کرتے ہیں اور اس سے تمرد وطغیان کرکے اہل کفر وشرک اپنے برے انجام کو پہنچتے ہیں۔

رہ گئی بات حیوانات ونباتات وجمادات میں مادۂ معصیت کی تو وہ صحیح ہے۔ جیسا کہ ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امر بقتل الوزغ وقال انہ کان ینفخ علیٰ ابراھیم علیہ السلام (صحیح بخاری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام پر پھونک مارتا تھا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ماصید صید ولا عضدت عضادۃ ولا قطعت وشیجۃ الا بقلۃِ التسبیح (تاریخ الخلفاء) جو جانور بھی شکار کیا جاتا ہے جو درخت کاٹا جاتا ہے وہ تسبیح کی کمی کی وجہ سے۔ ایک روایت میں ہے۔ ما صید صید ولا عضدت من شجرۃ الا ضیعت من التسبیح (تاریخ الخلفاء) کوئی جانور شکار نہیں کیا جاتا اور کوئی درخت نہیں کاٹا جاتا مگر یہ کہ وہ تسبیح ضائع کرے۔

امام سدی روایت کرتے ہیں۔ قال علیہ السلام ما اصطید حوت فی البحر ولا طائر یطیر الا بما یضیع من تسبیح اللّٰہ تعالیٰ (تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر میں کوئی مچھلی اور کوئی پرندہ شکار نہیں ہوتا مگر اس سبب سے کہ وہ تسبیح ضائع کرتا ہے۔

بادشمالی سے پانی نہ برسنے کی بات عرب کے تعلق سے کہی گئی ہے۔ ہندوستان کے موسم اور حالات کا عرب کے موسم اور حالات پر قیاس کرنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟

ایک عرض وارشاد اس طرح ہے۔

عرض:- کافر جو ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں، مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد:- اس روز نہ لے۔ ہاں! اگر دوسرے روز دے تو لے لے۔ نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبثاء کے تیوہار کی مٹھائی ہے بلکہ مال موذی نصیب غازی سمجھے۔ (الملفوظ حصہ اول)

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....46

اس ارشاد پر بھی نکتہ چینی کی جاتی ہے جب کہ خاص تیوہار کے روز کافروں کی مٹھائی لینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ ہاں دیگر ایام میں مال موذی نصیب غازی سمجھ کر لیا جا سکتا ہے۔

مخالفین کو پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے۔ دیوبندی قطب الاقطاب رشید احمد گنگوہی صاحب کا مسئلہ تو یہ ہے کہ۔

مسئلہ: ہندو تیوہار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب:- درست ہے۔ فقط (ص ۱۰۷۔ حصہ دوم فتاویٰ رشیدیہ)

علاج چشم کے تعلق سے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہ اصرار فرمایا کہ اسے (ڈاکٹر کو) آنکھ دکھائی جائے۔ علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ (الملفوظ حصہ اول)

امام احمد رضا کی اندھی مخالفت کرنے والوں نے حضرت مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کا ڈانڈا قادیانی کذاب مرزا غلام احمد سے ملا کر طوفان مچانا شروع کر دیا کہ دیکھئے مولانا احمد رضا کے استاد مرزا قادیانی کے بھائی تھے۔ العیاذ باللہ

حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ابتدائی استاد تھے اور بعد میں انہوں نے امام احمد رضا سے بعض کتابیں بھی پڑھیں۔ اب آگے کے حقائق کیا ہیں انہیں پڑھ کر آپ کو صحیح حالات معلوم ہو جائیں گے۔

حضرت مرزا غلام قادر بیگ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی نے مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کے بارے میں اپنا جو سوانحی مضمون تحریر کیا ہے اس کے چند اقتباسات افادۂ قارئین کے لئے درج ذیل ہیں۔

”حضرت مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میرے حقیقی دادا حضرت مولانا مرزا مطیع بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔

اور میرے دادا حضرت حکیم مرزا حسن بیگ مرحوم مغفور لکھنوی کی بیاض کے مطابق حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۵/جولائی ۱۸۲۷ء مطابق یکم محرم الحرام ۱۲۴۳ھ کو پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی پیدائش محلّہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد مرحوم نے لکھنؤ کی سکونت ترک کرکے بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ لہٰذا آپ جامع مسجد بریلی کے شرق میں واقع مکان محلّہ قلعہ میں رہتے تھے۔ آپ کا مکان آج بھی موجود ہے''۔ (ص ۶۱- ماہنامہ حجاز جدید دہلی، شمارہ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

''ہمارا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے اور بیگ کے خطابات واعزاز شاہانِ مغلیہ کے عطا کردہ ہیں۔ اسی مناسبت سے ہمارے بزرگوں کے ناموں کے ساتھ مرزا اور بیگ کے الفاظ لکھے جاتے رہے ہیں۔ ہمارا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ حضرت احرار رحمۃ اللہ علیہ نسلاً فاروقی تھے''۔ (ص ۶۱، حوالہ مذکور)

''حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ کے اجداد کرام بھی شاہانِ مغلیہ سے وابستہ رہے ہیں۔ اسی زمانہ سے ہمارے اور امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے خاندان سے قریبی روابط رہے ہیں۔ یہ تعلق ورابطہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کی حیات ظاہری تک برابر رہا حتی کہ میری دو ہمشیرگان بھی حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بیاہی گئیں''۔ (ص ۶۱، حوالہ مذکور)

''ہمارے خاندان کا کبھی بھی کسی قسم کا کوئی واسطہ وتعلق مرزا غلام احمد قادیانی کذاب سے نہیں رہا حتی کہ ہمارے دور کے عزیزوں کا بھی نہیں''۔ (ص ۶۲، حوالہ مذکور)

''یہ الزام لگانا کہ حضرت مولانا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے بھائی تھے، انتہائی لغو، بے بنیاد اور کذب صریح ہے۔ غلام احمد قادیانی کذاب کا کوئی بھائی غلام قادر بیگ ہو تو یقیناً وہ دیگر شخص ہے۔ اس سے امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استادی وشاگردی کا کوئی تعلق نہیں رہا ہے''۔ (ص ۲۷، حوالہ مذکور)

''حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بریلی شریف میں ہوا۔ میرے والد مرحوم نے اپنی بیاض میں آپ کی تاریخِ وفات ۱۸/اکتوبر ۱۹۱۷ء یکم محرم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....47

الحرام ۱۳۳۶ھ بعمر نوے سال لکھی ہے۔ آپ محلّہ باقر گنج میں واقع حسین باغ (بریلی) میں دفن کیے گئے تھے''۔ (ص ۶۲، ماہنامہ حجاز جدید دہلی اکتوبر ۸۸ء)

اگر اتنے تاریخی شواہد پر بھی کسی کو یقین نہ آئے اور یہ الزام وہ دہراتا رہے کہ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے تو ایسے لوگ اس الزام کے جواب میں کیا ثبوت پیش کریں گے کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی یہودی النسل اور احسان الٰہی ظہیر نصرانی الاصل تھے؟۔

حضرت مولانا احمد رضا حنفی قادری بریلوی نے جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کذاب ودجال کی تکفیر فرمائی ہے وہیں اس کے خلاف مندرجہ ذیل کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں۔

(۱) المبین ختم النبیین (۲) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (۳) جزاء اللّٰہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ (۴) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔ علاوہ ازیں ردِّ قادیانیت میں بریلی شریف سے ایک مستقل رسالہ بھی امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جاری فرمایا جس کا نام ہے۔ قھر الدیان علیٰ مرتدٍ بقادیان۔

معترضین ومعاندین ومخالفین کو ان کے گھر تک پہنچانے کے بعد اب واپس آیئے بارگاہ رضوی میں اور دیکھئے کہ اس محفل ذکر وفکر اور مجلس علم وحکمت میں حقائق ومعارف کی کیسی دولت تقسیم ہو رہی ہے اور کیسے کیسے جواہر پاروں کی چمک دمک ہے۔ ایک جھلک آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کلمۂ طیبہ کے اختصار سے پورا کلمہ مراد ہے یا نصف کلمہ اس کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

''لا الٰہ کلمۂ طیبہ کا علم ہے جس سے پورا کلمہ مراد ہے۔ اگر کہیے الحمد سات بار کہو یا قل ھو اللہ گیارہ بار کہو۔ کیا اس سے صرف لفظ الحمد یا لفظ قل ھو اللہ مراد ہوگا؟ ہرگز نہیں بلکہ پوری سورتیں کہ اختصاراً جن کے یہ نام ہیں۔ کلمہ طیبہ کا اختصار لا الٰہ نہیں ہوسکتا تھا کہ نفیِ محض بلا استثناء تو معاذ اللہ کلمۂ کفر ہے۔ لاجرم نصف کلمہ اس کا اختصار ہوا۔ یہ ایک ظاہر جواب ہے۔

اور میرے نزدیک تو حقیقتِ امر یہ ہے کہ بیشک صرف لا الٰہ الا اللہ نجات کا ضامن ہے اور اسی سے وہ ملعون قول کہ محمد رسول اللہ کی معاذ اللہ حاجت نہیں کفر خالص ہے۔ لا الٰہ الا اللہ سے فقط الفاظ مراد نہیں بلکہ اس کے معنی کی تصدیق سچے دل سے اس پر ایمان لانا کہ جس کی ذاتِ جامع جمیع کمالات منزّہ از جمیع عیوب ونقائص کا عَـلَـمِ پاک واقع میں اللہ ہے، جس نے سچی کتابیں اتاریں، سچے رسول بھیجے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الرسل وخاتم النبیین کیا، وہ جس کے کلام کا ایک ایک لفظ وحرف یقینی قطعی حق ہے جس میں کذب یا سہو یا خطا کا اصلاً کسی طرح امکان نہیں۔

جس نے اللہ کو اس طرح پہچانا اسی نے اللہ کو جانا، اسی نے لا الٰہ الا اللہ مانا، اور جسے ضروریات دین سے کسی بات میں شک یا شبہ ہے اس نے ہرگز اللہ کو جانا نہ لا الٰہ الا اللہ کو مانا۔ مثلاً توحید کی گواہی دیتا ہے ایسے کو اللہ سمجھتا ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھیجا اور وہ ہرگز اللہ نہیں، اس نے اپنے خیال میں ایک باطل تصور جما کر اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے۔ یہ اللہ پر مومن نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مشرک ہے۔

اللہ یقیناً وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تو اللہ پر ایمان وہی لائے گا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔ اس پر تمام ضروریاتِ دین کو قیاس کر لو۔ مثلاً جو اللہ کا مُقر اور قیامت کا منکر ہے یقیناً اللہ کا منکر اور اس اقرار میں مشرک ہے تو ایسے کو اللہ ٹھہرایا جو قیامت نہ لائے گا۔ حالاں کہ اللہ وہ ہے کہ قیامت جس کا سچا وعدہ ہے۔ (الملفوظ حصہ دوم)

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی افضلیت کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

''جمہور حنفیہ کا یہی مسلک ہے (کہ مکہ افضل ہے) اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدینہ طیبہ افضل ہے اور یہی مذہب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ایک صحابی نے کہا مکہ معظمہ افضل ہے۔ فرمایا کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟ انہوں نے کہا واللہ! بیت اللہ وحرم اللہ۔ فرمایا! میں بیت اللہ وحرم اللہ کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟ انہوں نے کہا کہ خانۂ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....48

خدا وحرم خدا۔ فرمایا! میں خانۂ خدا اور حرم خدا کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟ وہ وہی کہتے رہے اور امیر المؤمنین یہی فرماتے رہے۔ اور یہی میرا مسلک ہے۔

صحیح حدیث میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ المدینة خیرلهم لو کانوا یعلمون۔ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔ دوسری حدیث نص صریح ہے کہ فرمایا۔ المدينة افضل من مكة۔ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

اور تفاوتِ ثواب کا جواب باصواب شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمۃ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب دیا ہے کہ مکہ میں کمیت زیادہ ہے اور مدینہ میں کیفیت زیادہ ہے یعنی وہاں مقدار زیادہ ہے اور یہاں قدر افزوں جیسے یوں سمجھئے کہ لاکھ روپیہ زیادہ ہے کہ پچاس ہزار اشرفیاں؟ گنتی میں وہ دونے ہیں اور مالیت میں یہ دس گنی۔ مکہ معظّمہ میں جس طرح ایک نیکی لاکھ نیکیاں ہیں یوں ہی ایک گناہ لاکھ گناہ ہیں۔ اور وہاں گناہ کے ارادے پر بھی گرفت ہے جس طرح نیکی کے ارادے پر ثواب۔ مدینہ طیبہ میں نیکی کے ارادے پر ثواب اور گناہ کے ارادے پر کچھ نہیں۔ اور گناہ کرے تو یوں ہی ایک گناہ اور نیکی کرے تو پچاس ہزار نیکیاں۔ عجب نہیں کہ حدیث میں خیرلهم کا اشارہ اسی طرف ہو کہ ان کے حق میں مدینہ ہی بہتر ہے۔ (الملفوظ دوم)

نادانی ولاعلمی میں عوام اکثر ''اللہ میاں'' کہتے ہیں اس کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

''زبان اردو میں لفظ میاں کے تین معنی ہیں۔ ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شانِ الوہیت پاک ومنزہ ہے۔ اور ایک کا صدق ہو سکتا ہے۔ تو جب لفظ دو خبیث معنوں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا۔ اس کا ایک معنی مولیٰ، اللہ تعالیٰ بیشک مولیٰ ہے۔ دوسرا معنی شوہر، تیسرا معنی زنا کا دلال کہ زانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔ (الملفوظ اول)

حمد ونعت میں افراط وتفریط پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں

تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔ (الملفوظ دوم)

اپنے دل دونیم کے نقوش کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ۔ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ۔ (الملفوظ سوم)

اللہ اور اس کے رسول سے محبت پیدا کرنے کا طریقہ اور نسخۂ کیمیا بتلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

''تلاوتِ قرآن مجید اور درود شریف کی کثرت اور نعت شریف کے صحیح اشعار خوش الحانوں سے بکثرت سنے۔ اور اللہ و رسول کی نعمتوں اور رحمتوں میں جو اس پر ہیں غور کرے۔ (الملفوظ اول)

صاحب جوامع الکلم افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شعر و شاعری سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔

''آیۂ کریمہ (وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ) کے یہ معنی نہیں کہ اوروں کے اشعار حضور کے علم میں نہیں بلکہ یہ معنی کہ حضور کو ہم نے شعر گوئی پر قدرت نہیں دی اور نہ یہ حضور کے لائق۔

صحابہ قصائد عرض کرتے کیا ان کے اشعار ہمارے حضور کے علم میں نہ آتے؟ بلکہ بعض بعض مواقع پر اصلاح فرمائی ہے۔ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے قصیدۂ نعتیہ عرض کیا۔

اِن الرسول لنارٌ یستضاء بہٖ

وصارم من سیوف الھند مسلول

ارشاد ہوا نار کی جگہ نور کرو اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ۔ جب بعض اشعارِ دیگراں علم اقدس میں آنا منافی آیۂ کریمہ وما علّمنٰہ الشعر نہ ہوا تو جمیع اشعار اولین و آخرین مکتوباتِ لوح مبین کو علم اقدس کا محیط ہونا کیا منافی ہوسکتا ہے؟ جو ایجابِ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....49

جزئی کسی سلب کلی کا نقیض نہیں اس کا ایجاب کلی بھی یقیناً منافی نہیں۔ البتہ ملکۂ شعر گوئی حضور کو عطا نہ ہوا اور اس پر بھی رب العزۃ نے دفعِ وہم فرمادیا کہ یہ کوئی خوبی نہ تھی جو ہم نے ان کو نہ دی بلکہ وما ینبغی لہٗ یہ ان کی شانِ رفیع کے لائق ہی نہیں تو ان کے حق میں منقصت تھی اور وہ جمیع نقائص سے منزہ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بلکہ شعر گوئی بالائے طاق اگر نادراً کبھی دوسرے کا شعر پڑھتے تو اسے وزن سے ساقط فرمادیتے۔

لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر۔

ستبدی لك الایام ما کنت جاھلا

ویاتیك بالاخبار من لم تزوّد

کا مصرعِ دوم یوں پڑھتے۔ ویاتیك من لم تزوّد بالاخبار۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو شعر سے منزہ فرمایا ہے۔ شاعر نے یوں کہا ہے۔

ویاتیك بالاخبار من لم تزود۔ (الملفوظ دوم)

اردو زبان کے دوسرے شعراءِ نعت کا کلام سننے کے تعلق سے اپنے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ ایک موقعہ پر یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''سوا دو کے کلام کے کسی کا کلام قصداً نہیں سنتا۔ مولانا کافیؔ (مرادآبادی) اور حسنؔ میاں مرحوم (بریلوی) کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔ البتہ مولانا کافیؔ کے یہاں لفظ رعنا کا اطلاق جابجا ہے اور یہ شرعاً ناروا و بے جا ہے۔ مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے۔ حسنؔ میاں مرحوم کے یہاں بفضلہ تعالیٰ یہ بھی نہیں۔ ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتادیے تھے۔ ان کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیارِ اعتدال پر صادر ہوتا۔ جہاں شبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔ ایک شعر میں خیال میں آیا۔

خدا کرنا ہوتا جو تحتِ مشیت

خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

میں نے کہا ٹھیک ہے۔ یہ شرطیہ ہے جس کے مقدم اور تالی کا امکان ضرور نہیں۔ اللہ

عزوجل فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرحمٰنِ وَلَدٌ فانا اولُ العابِدِیْن۔ اے محبوب! تم فرمادو کہ اگر رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔ ہاں شرط و جزاء میں علاقہ چاہئے وہ آیۂ کریمہ کی طرح یہاں بھی بروجہِ احسن حاصل ہے۔ (الملفوظ دوم)

احترام سیادت کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

''قاضی جو حدودِ الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجود اس کے کہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں۔ تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے تا بہ معلم چہ رسد؟ (الملفوظ سوم)

امر و نہی کے ایک ضابطۂ شرعیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''شریعتِ مطہرہ کا ایک عام قاعدہ ہے کہ کسی کام کو منع فرماتی ہے کسی مصلحت سے اور جب بندہ کو ضرورت پیش آجاتی ہے فوراً اپنی ممانعت اٹھا لیتی ہے۔ خمر و خنزیر سے بڑھ کر کون سی چیز حرام فرمائی گئی؟ مگر ساتھ ہی مضطر کا استثناء فرمایا۔ جنگل میں ہے پیاس کی شدت ہے شراب موجود ہے پانی کہیں نہیں ہے نہ کوئی اور چیز ہے جس سے پیاس بجھ سکے۔ اب اگر شراب نہ پیے تو پیاس کی وجہ سے مرجائے گا۔ یا نوالہ اٹکا ہوا ہے اور سوائے شراب کے کوئی ایسی چیز نہیں جس سے نوالہ اتر جائے اگر نہ پیے دم گھٹ کر مرجائے گا۔ ایسی حالت میں اگر اس نے شراب نہ پی اور مرگیا گنہگار رہوا۔ حرام موت مرا۔ یا مثلاً بھوک کی شدت ہے اگر اب کچھ نہ کھائے تو مرجائے گا اور سوائے خنزیر کے گوشت کے کچھ موجود نہیں اگر اس نے نہ کھایا اور مرگیا تو گنہگار رہوا حرام موت مرے گا۔ (الملفوظ سوم)

عرفِ تعظیم و توہین سے تبدیلیٔ احکام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''تعظیم و توہین عرف پر مبنی ہیں۔ ایک چیز ایک زمانہ میں تعظیم یا توہین ہوتی ہے دوسرے زمانہ میں نہیں۔ یا ایک قوم میں ہوتی ہے دوسری قوم میں نہیں۔ مثلاً عرب میں بڑے چھوٹے سب کو صیغۂ مفرد سے خطاب ہے۔ انت قلت تو نے کہا۔ یہ وہاں کوئی

توہین نہیں اور ہمارے یہاں توہین ہے۔ (الملفوظ اول)

نرمی کے فوائد کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ اگر اس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔

جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہوجائیں۔ یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداءً بڑی نرمی برتی گئی۔ الخ (الملفوظ اول)

ابطالِ باطل اور شرعی گرفتوں سے اصلاح پذیر ہونے کی بجائے معاندین ومخالفین آپ پر سب وشتم کرتے جس کا جواب دیتے ہوئے ایک موقعہ پر آپ فرماتے ہیں۔

''دل میں کیا برملا فحش گالیاں دیتے ہیں۔ بعض خبثاء تو مغلظات سے بھرے ہوئے بیرنگ خطوط بھیجتے ہیں۔ پھر ایک نہیں اللہ اعلم کتنے آتے ہیں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اس سے زیادہ میری ذات پر حملے کریں تو میں شکرادا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے مجھے دین حق کی سپر بنایا کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے گالیاں دیتے برا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص سے باز رہتے ہیں۔ ادھر سے کبھی اس کے جواب کا وہم بھی نہیں ہوتا اور نہ کچھ برا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزت ان کی عزت پر نثار ہی ہونے کے لئے ہے بلکہ ان پر نثار ہونا ہی عزت ہے۔ (الملفوظ دوم)

اولاد و مال کی محبت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''الحمد للہ کہ میں نے مال من حیث ھو مال سے کبھی محبت نہ رکھی صرف اِنفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد منِ حیث ھو اولاد سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم نیک عمل ہے اس کا سبب اولاد ہے۔ اور یہ میری اختیاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضہ ہے۔ (الملفوظ چہارم)

افتاء اور ردِ وہابیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''ردِ وہابیہ اور افتاء یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....50

طبیب حاذق کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت وہ دن وہ جگہ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ (الملفوظ اول)

روح اور قلب ونفس کا فرق بتلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

''اصل میں تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ نفس، روح، قلب۔ روح بمنزلۂ بادشاہ کے ہے اور نفس وقلب اس کے دو وزیر ہیں۔ نفس اس کو ہمیشہ شر کی طرف لے جاتا ہے اور قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے (الملفوظ سوم)

مفید، مستفید، منفرد کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

''آدمی تین قسم کے ہیں۔ مفید، مستفید، منفرد۔ مفید وہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے۔ منفرد وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔

مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب (امام ابن سیرین کا واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا) وہ لوگ جو پہاڑ پر گوشہ نشیں ہو کر بیٹھ گئے تھے وہ خود فائدہ حاصل کیے ہوئے تھے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی ان میں قابلیت نہ تھی ان کو گوشہ نشینی جائز تھی اور امام ابن سیرین پر عزلت حرام تھی۔ (الملفوظ سوم)

عالم کون ہے اور غیر عالم کو وعظ کہنا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔ عالم وہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتابوں سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔ (الملفوظ اول)

یہ اور اس طرح کے بہت سے جواہر پارے الملفوظ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں جن کی جمع وترتیب کی خدمت انجام دے کر شہزادۂ امام احمد رضا سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی بریلوی نے انہیں قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔

مفتی اعظم ہند بھی اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی طرح علم وفضل اور تدین وتقویٰ میں بے مثال تھے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ ومفتی تھے۔ مرجع علماء وفقہاء تھے۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....51

مقبول انام تھے۔ اور آپ کی درجنوں تصانیف بھی موجود ہیں جن سے اہل علم استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے تلامذہ وخلفاء پورے برصغیر اور اس سے باہر سرزمین حجاز تک پھیلے ہوئے ہیں۔ معتقدین ومریدین کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ آپ مدبر ومفکر، عالم وفاضل، مصلح، شاعر، متقی، سب کچھ تھے جس کی شہادت ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں خواص وعوام دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے۔

الملفوظ میں آپ نے دین ودانش، فضل وکمال، شریعت وطریقت، حقائق ومعارف، اسرار ورموز کا ایک جہان اور ایک دنیا آباد کر دی ہے۔ اب یہ اس کے دیکھنے پڑھنے والوں پر منحصر ہے کہ اس سے وہ کس حد تک اپنا دامن بھرتے ہیں اور اپنی دنیا آباد کر کے اپنی عاقبت سنوارتے اور اسے قابل رشک بناتے ہیں۔ گویا

بیاو رید گر ایں جابود زباں دانے
غریبِ شہر سخنہائے گفتنی دارد

÷ ÷ ÷

لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے میں انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

مفتیِ اعظم ہند کا جشنِ صد سالہ

ماضی قریب کی دینی و علمی شخصیات جنہوں نے اپنے پورے عہد کو متأثر اور فیض یاب کیا ان میں مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کا وجود مسعود اپنی مثال آپ تھا۔

آپ کے مرشد طریقت فخر خانوادۂ برکاتیہ حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد قادری برکاتی نوری مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، آپ کے جد امجد حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی، آپ کے والد ماجد امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہٗ اور آپ کے استاذ گرامی و برادر اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔ اور یہاں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ان میں سے ہر شخصیت اپنے فضل و کمال کے اعتبار سے نادرِ روزگار تھی۔

اگر اپنے اسلاف و اجداد کو باعثِ فخر و مباہات قرار دیا جاسکتا ہے تو بجا طور پر مفتی اعظم ہند کو یہ کہنے کا حق حاصل تھا کہ۔

اولٰئك آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ محض اسلاف و اجداد کو شرف و افتخار کی بنیاد سمجھنا کسی معقول روش اور سلامتی طبع کی غمازی نہیں کرتا اور ''پدرم سلطان بود'' کا نعرہ لگا کر خلق خدا کو اپنی طرف متوجہ کرنا خود اپنی کم علمی و کم مائیگی کا اظہار و اعلان بھی ہے جسے ذہین و باصلاحیت اور حساس و غیرت مند افراد کسی قیمت پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں۔

میرے مرشد طریقت مفتی اعظم ہند نہ صرف یہ کہ علوم و فنون نقلیہ و عقلیہ کے جامع تھے بلکہ زہد و تقویٰ کے پیکر ایک ولی کامل بھی تھے۔ ولایت و روحانیت کے حامل ایک ایسے صاحب ارشاد و ہدایت عارف باللہ جن کے فیضان سے ایک عالم سیراب ہوا۔ آپ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....52

کے تدین و تقویٰ، علم و فضل، بصیرت و فراست، طباعی و ژرف نگاہی کے کچھ نقوش آپ کو اسی کتاب کے صفحات پر چمکتے اور اپنی روشنی بکھیرتے نظر آچکے ہوں گے۔

آپ کی باکمال شخصیت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور آپ کی دینی و علمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اہل سنت و جماعت کے سرگرم و فعال اور مشہور ادارہ ''رضا اکیڈمی ممبئی'' نے ۱۷/تا ۱۹/جنوری ۱۹۹۲ء عروس البلاد ممبئی عظمیٰ میں ''جشن صد سالہ'' کا اہتمام کیا۔

رضا اکیڈمی ممبئی نے رضویات کے موضوع پر کام کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور مجدد دین و ملت امام احمد رضا و مفتی اعظم ہند سے اس کی جذباتی وابستگی زبان زدِ خاص و عام ہے۔ اس نے بہت سی کتابیں چھپوائیں اور مختلف ذرائع سے سنیت کے فروغ کی عملی جدوجہد کی اور بے شمار لوگوں کو اس کام پر لگایا بھی ہے۔

رضا اکیڈمی ممبئی کی دعوت و تحریک پر ملک و بیرون ملک کے سیکڑوں علماء اور ہزاروں عوام شریک جشن صد سالہ ہوئے اور پورے جوش و ولولہ کے ساتھ بارگاہ مفتی اعظم ہند میں اپنی عقیدتوں کا نذرانہ پیش کیا۔ سہ روزہ جشن کے کئی حصے تھے۔ اس کے تعلق سے کئی ایک دینی و تعمیری تقریبات بھی منعقد ہوئیں۔ اور ان سارے پروگراموں کی تفصیلات روزنامہ انقلاب ممبئی، روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی، روزنامہ ہندوستان ممبئی میں آتی رہیں۔ ہفت روزہ اخبار عالم ممبئی، روزنامہ اردو ٹائمز، روزنامہ ہندوستان ممبئی نے ضمیمے اور خصوصی مضامین بھی شائع کیے۔

۱۷/جنوری ۹۲ء بروز جمعہ مولانا سید سراج اظہر رضوی نے اپنے یہاں رضا جامع مسجد، پھول گلی ممبئی ۳ کے افتتاح کا پروگرام رکھا اور نماز جمعہ کی امامت جانشین مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری نے فرمائی۔

خطبۂ جمعہ سے پہلے تلاوت قرآن پاک اور مولانا صغیر احمد رضوی جوکھن پوری کی نعت خوانی کے بعد حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی (ماریشش، افریقہ) کو دعوت خطاب دی گئی۔ آپ نے عالم اسلام میں امام اہل سنت مجدد دین و ملت اور مفتی اعظم ہند کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ ساتھ ہی شیخ المشائخ

حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان اور امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو خصوصی دینی وروحانی تعلقات تھے اوران دونوں مقدس شخصیات کا آپس میں جو قلبی لگاؤ تھا اس کا بھی بڑے مؤثر اور والہانہ انداز میں ذکر کیا۔ محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد محدث اشرفی کچھوچھوی و مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی (علیہما الرحمۃ) کی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں حضرات آپس میں اس خلوص ومحبت سے پیش آئے کہ دست بوسی کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دیر تک کوشش کرتے رہے۔

تقریر اور نماز ودعاء کے بعد علماء کی گل پوشی ہوئی۔ الحاج محمد اسمٰعیل جانی متولی رضا جامع مسجد، پھول گلی ممبئی نے مندرجہ ذیل علماء کو شال اور پھولوں کے ہار پہنائے۔

حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری، حضرت مولانا سبطین رضا بریلوی، علامہ ارشد القادری مصباحی، مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی، مفتی عبد الحلیم رضوی ناگپوری، مولانا منان رضا بریلوی، مولانا توصیف رضا بریلوی، ڈاکٹر جمال مناع، الحاج شوکت میاں نوری، اور یٰسین اختر مصباحی۔

اس رسم گل پوشی کے بعد ممبئی کے متعدد مدارس اہل سنت کے طلبہ کے درمیان قرأت قرآن حکیم کا مظاہرہ ہوا۔

ممبئی کے مشہور وائی۔ ایم۔ سی۔ میدان میں جشن منانے کے لئے ۱۷ر تا ۱۹ر جنوری ۱۹۹۲ء سہ روزہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ علماء وحاضرین وسامعین کی نشست کا شان دار انتظام تھا۔ پُر شکوہ اسٹیج پر تقریباً ڈیڑھ دو سو علماء ومشائخ وحفاظ وقراء موجود تھے۔ ممبئی اور دور دراز سے آئے ہوئے ہزاروں سنی مسلمانوں کا جم غفیر اور ہر طرف جشن کا سماں تھا۔ اردو، ہندی، انگریزی اور مراٹھی اخبارات کے علاوہ ریڈیو سے بھی اس جشن اور اس کی تقریبات کی خبریں نشر ہوئیں۔

۱۷ر جنوری کی کانفرنس میں جن حضرات نے تلاوت ونعت اور تقریر کے ذریعہ حصہ لیا ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

قاری عبد الرشید رحمانی مصباحی، قاری مطلوب احمد رضوی، مولوی جابر اختر، ابو

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....53

الحقانی محمد حسین صدیقی مصباحی، مولانا محمد علی قاضی مصباحی (انگریزی میں خطاب) مفتی محمد رفیق رضوی مصباحی، مولانا محمد حنیف رضوی (بولٹن، برطانیہ) مولانا شاہ تراب الحق قادری (سابق ممبر قومی اسمبلی پاکستان) مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی (افریقہ) علامہ ارشد القادری مصباحی، حضرت مفتی اختر رضا ازہری۔

اس اجلاس کی سرپرستی عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ مصباحی مبارک پوری سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، صدارت حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی، اور نظامت مولانا محمد قمر الحسن بستوی مصباحی نے فرمائی۔

۱۸ر جنوری کی کانفرنس میں تلاوت ونعت خوانی اور تقریر ان حضرات نے فرمائی۔

قاری مطلوب احمد رضوی، قاری احمد ضیاء ازہری لکھنوی، مفتی محمود اختر قادری مصباحی، قاری اسلام اللہ عزیزی مصباحی، مولانا منصور علی قادری محبوبی، مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی، ڈاکٹر یعقوب ذکی (لندن، انگریزی سے اردو ترجمہ مولانا محمد علی قاضی مصباحی) مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی (مانچسٹر، برطانیہ)

اس کانفرنس کی صدارت علامہ ارشد القادری مصباحی اور نظامت مولانا محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی فرمائی۔

۱۹ر جنوری کی کانفرنس میں جن حضرات نے قرأت ونعت اور تقریر میں حصہ لیا وہ یہ ہیں۔

قاری مطلوب احمد رضوی، اشہر بہرائچی، نسیم حبیبی، حافظ اقبال احمد (لندن) زبیر مکی (کراچی) مولانا عبد الرزاق جبل پوری، مولانا رجب علی، مولانا انیس القادری، ڈاکٹر جمال مناع (مصر، عربی سے اردو ترجمہ مولانا محمد علی قاضی مصباحی) محمد حنیف بلو (جمعیۃ علماء پاکستان) مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی (افریقہ) منا مشتاق احمد وزیر حکومت بہار، مولانا توصیف رضا بریلوی، مولانا منان رضا بریلوی، حضرت مفتی اختر رضا ازہری، مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی (برطانیہ) آج کے اجلاس کی صدارت حضرت مفتی اختر رضا ازہری اور نظامت مفتی محمود اختر قادری مصباحی نے فرمائی۔

تینوں کانفرنسوں کا اختتام صلوٰۃ وسلام اور حضرت ازہری صاحب قبلہ کی دعاؤں پر ہوا۔ وائی۔ ایم۔ سی میدان کے ایک گوشہ میں کچھ آثار وتبرکات کی زیارت کا بھی

انتظام تھا۔

۱۷؍جنوری کی کانفرنس میں حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کی مرتبہ کتاب ''خطبات نظامی'' کی رسم اجراء ادا کرتے ہوئے مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی (برطانیہ) نے اس کا پہلا نسخہ راقم سطور کو عطا فرمایا۔

۱۹؍جنوری کی کانفرنس میں چار غیر مسلموں نے حضرت مفتی اختر رضا ازہری اور مولانا توصیف رضا بریلوی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔

۱۸؍جنوری کو انجمن اسلام جمخانہ ہال ممبئی میں مفتی اعظم ہند کی حیات وخدمات کو علمی اور تحقیقی انداز میں پیش کرنے کے لئے ایک باوقار سیمینار رہا جس میں منتخب علماء واصحاب قلم نے حصہ لیا۔ مقالہ نگار حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

علامہ ارشد القادری مصباحی، مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی، علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی، ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برقؔ دانا پوری، مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، مولانا محمد قمر الحسن بستوی مصباحی، مولانا عبد الحق رضوی مصباحی، مولانا سید شاہد علی رضوی رام پوری، مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، مولانا فتح احمد بستوی مصباحی اور یٰسٓ اختر مصباحی۔

سامعین میں جناب زکریا اگھاڑی چیئرمین حج کمیٹی، جناب یوسف پٹیل اور دوسرے بہت سارے ممتاز شہری اور سیاسی وسماجی کارکن وصحافی موجود تھے۔

اسی سیمینار میں مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ نے اعلان فرمایا کہ نئے اسلوب وطرز تحقیق کے ساتھ کسی بھی زبان میں پانچ سو صفحات پر مشتمل سیرت نبوی پر نئی لکھی جانے والی منتخب کتاب پر ورلڈ اسلامک مشن کی جانب سے ایک لاکھ روپے کا انعام پیش کیا جائے گا۔ مولانا اعظمی نے علماء کرام سے گزارش کرتے ہوئے کہا کہ وہ آج اور ابھی سے اس مبارک کام میں لگ جائیں۔ شاید کوئی ہندوستانی عالم ہی اس انعام کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس انعام کا اعلان پاکستان وبنگلہ دیش ودیگر ممالک میں کیا جا چکا ہے۔

۱۹؍جنوری کو بعد نماز ظہر رضا جامع مسجد پھول گلی ممبئی ۳ میں ''اتحاد ملت'' کے

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....54

موضوع پر علماء کرام کی ایک خصوصی نشست ہوئی جس سے مولانا مقصود علی محبوبی مصباحی کی تلاوت کے بعد مولانا انیس القادری، مولانا عبد القدوس کشمیری، مولانا منصور علی محبوبی قادری اور مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی نے خطاب کیا۔

آخر میں اتفاق رائے کے ساتھ پانچ علماء پر مشتمل ایک سب جیکٹ کمیٹی بنائی گئی جو دوسرے علماء سے رابطہ کے بعد بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے سبھی علماء ومشائخ اہل سنت کو باہم شیر وشکر بن جانے کی دعوت دے اور انھیں ایک دوسرے سے قریب لا کر سواد اعظم کی قیادت ورہنمائی کا ایک مضبوط پلیٹ فارم مہیا کر سکے۔

سبجیکٹ کمیٹی کے پانچ ممبران یہ ہیں۔

حضرت مولانا نظام الدین بلیاوی ثم الہ آبادی، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی، علامہ ارشد القادری مصباحی، مفتی اشفاق حسین نعیمی، مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

مدارس اسلامیہ کے موجودہ نصاب ونظام تعلیم میں مناسب ترمیم واصلاح کے لئے اسی نشست میں غور وفکر کے بعد ایک پنج نفری کمیٹی بنائی گئی جس کے ارکان یہ ہیں۔ مولانا بدر الدین احمد رضوی مصباحی گورکھپوری، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی، مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، اور راقم سطور یٰسٓ اختر مصباحی۔

رضا اکیڈمی ممبئی نے اس جشن کی ذمہ داری اپنے سر لی اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ خلوص ولگن اور ہمت ومستقل مزاجی کا ایک قابل قدر نمونہ ہے جس پر پوری جماعت اہل سنت کی جانب سے اسے مبارک باد پیش کیا جانا چاہئے۔

رب کائنات جمہور اہل سنت کو صراط مستقیم پہ گامزن رکھتے ہوئے ارکان ومعاونین رضا اکیڈمی ممبئی وجملہ اہل سنت کو اپنے اسلاف کا متبع وجاں نثار بنائے۔ اور ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہٖ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

حافظِ ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

شاہانِ شرقی کا دارالسطنت جون پور جو ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ پر انگریزی تسلط کے بعد اودھ کا حصہ اور اب صوبۂ اتر پردیش کا ایک ضلع ہے۔ اسی ضلع جون پور سے متصل شمال مشرق میں ضلع اعظم گڑھ ہے۔ دسمبر ۱۸۳۲ء میں اعظم گڑھ کو مستقل ضلع کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اعظم گڑھ کے شمال مشرقی حصے میں آٹھ میل کی دوری پر قصبہ مبارکپور واقع ہے۔

حضرت سید سالار مسعود غازی متوفی ۴۲۸ھ کے مجاہدین و مبلغین بہرائچ جاتے ہوئے چند روز مبارکپور سے شمال مغرب میں آٹھ میل دور واقع ایک آبادی بھگت پور میں ٹھہرے تھے۔ انہیں میں سے چند مبلغین کے ذریعہ مبارکپور میں سب سے پہلے اسلام کی روشنی پھیلی۔ مبارکپور کا نام پہلے قاسم آباد تھا۔ سریاں مبارکپور سے متصل موضع ملک شدنی ہے۔ ملک شدنی اسی لشکر غازی کے مجاہد تھے جو یہاں شہید ہو گئے تھے۔ یہیں ان کا مزار ہے۔ ماوراء النہر کے صوبۂ ترمذ کے رہنے والے ملک صنعانی کا نام عوامی زبان میں ملک شدنی ہو گیا۔

۱۹۳۱ء میں مبارکپور 'ٹاؤن ایریا' بنا۔ ۱۹۳۴ء میں چودہ محلوں پر مشتمل مبارکپور کی آبادی دس گیارہ ہزار تھی۔ ۱۹۷۴ء میں 'نگر پالیکا' بنا۔ آج کل مبارکپور کی مجموعی آبادی پچھتر ہزار ہے جس میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔

حضرت راجہ سید مبارک بن راجہ سید احمد بن راجہ سید نور بن راجہ سید حامد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بسلسلۂ تبلیغ و اشاعتِ دین کڑا مانک پور (ضلع پرتاپ گڑھ صوبہ اتر پردیش) سے قاسم آباد تشریف لائے۔ حضرت راجہ سید مبارک شاہ سلسلۂ چشتیہ حامدیہ کے مشہور بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنی تبلیغ و ارشاد اور بیعت و ارادت سے قاسم آباد میں ایک نئی روح پھونکی۔ اسلام کو ضیاء بخشی۔ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ معصیت اور

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....55

ضلالت میں مبتلا لوگوں کو راہ راست دکھائی اور قاسم آباد کو از سر نو آباد کر کے اس کا نام مبارکپور رکھا۔

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام محمد باقر بن امام جعفر صادق سے جاملتا ہے۔ حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری متوفی ۸۵۳ھ کے خلیفہ حضرت راجہ سید حامد مانک پوری متوفی ۹۰۱ھ بھی جون پور تشریف لائے تھے جو آپ کے آباء و اجداد میں ہیں۔ حضرت راجہ سید مبارک شاہ اپنے دادا راجہ سید نور کے مرید اور خلیفہ تھے۔

حضرت راجہ سید مبارک شاہ رحمۃ اللہ علیہ عالم، زاہد، اور بڑے عبادت گذار تھے۔ کڑا مانک پور میں ۲ر شوال ۹۶۵ھ میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں اپنے دادا کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت راجہ سید مبارک شاہ کے خانوادہ کے ایک بزرگ سید غلام نظام الدین متوفی ۱۱۲۸ھ راجہ خیر اللہ شاہ محمد آبادی کے نام سے مشہور ہوئے اور محمد آباد گہنہ سے تقریباً ایک کلومیٹر مغرب میں واقع موجودہ قصبہ خیر آباد کے آپ ہی بانی ہیں۔ سلسلۂ چشتیہ میں شاہ ابوالغوث گرم دیوان شاہ متوفی ۱۱۷۸ھ آپ کے مرید ہیں۔

مسجد راجہ مبارک شاہ متعلقہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور جو اپنی وسعت و عظمت اور شان و شوکت میں دور دور تک مشہور ہے وہ حضرت راجہ سید مبارک شاہ ہی کے نام سے موسوم ہے اور قصبہ مبارکپور میں جمعہ و عیدین کی سب سے بڑی جماعت یہیں ہوتی ہے۔

مبارکپور کے مغرب میں مدرسہ حنفیہ جون پور اور مشرق میں مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور دو قدیم دینی و علمی ادارے ہیں۔ مقامی سطح پر کچھ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے شائقین میں سے معدودے چند لوگ لکھنؤ یا دلی اور اکثر لوگ مذکورہ دونوں مدارس میں تعلیم حاصل کرنے جاتے تھے۔ کئی لوگ مولانا عنایت رسول چریا کوٹی متوفی ۱۳۲۰ھ اور ان کے بھائی مولانا محمد فاروق چریا کوٹی متوفی ۱۳۲۷ھ کے بھی شاگرد ہوئے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ کے شاگرد حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی متوفی ۱۳۱۳ھ کے کچھ مریدین بھی یہاں تھے۔ سید احمد رائے بریلوی

متوفی ۱۸۳۱ء کے ایک مرید کرامت علی جونپوری متوفی ۱۲۹۰ھ کا بھی یہاں آنا جانا تھا۔ بعض دوسرے لوگوں کی بھی آمد و رفت تھی۔ لیکن شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی متوفی ۱۱/رجب ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء کی تشریف آوری کے بعد مبارکپور میں سلسلۂ اشرفیہ کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا اور بہت سے سنی مسلمان آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے۔

اپنے بچوں کو ناظرہ وقرآن شریف اور ابتدائی دینی تعلیم دینے کے لئے پورہ رانی دینا بابا کی مسجد کے بغل میں پچھم کی طرف ''جودھا'' دھوبی کے مکان سے متصل ایک چھوٹے سے سفالہ پوش گھر میں ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۸ء میں کچھ بڑے بوڑھے اور باشعور مبارکپوری مسلمانوں نے مدرسہ مصباح العلوم قائم کیا۔ اور چندہ، چٹکی، کوڑی سے تھوڑے بہت پیسے حاصل کر کے اس وقت کی معاشی بدحالی کے باوجود دینی جذبے کے ساتھ دلچسپی سے اسے چلاتے رہے۔

۲۱-۱۳۲۰ھ مطابق ۴-۱۹۰۳ء میں طاعون کا مرض مبارکپور پر اس شدت سے حملہ آور ہوا کہ تقریباً ہر گھر کے دو تین آدمی اس کے شکار ہوئے۔ ہزاروں بچے یتیم ہوگئے۔ ان میں سے بہت سے بچے مدرسہ مصباح العلوم اور اس کے یتیم خانہ میں پڑھنے لگے۔

مدرسہ مصباح العلوم کے ایک مدرس مولوی محمد محمود ساکن پورہ معروف ضلع اعظم گڑھ تھے جو شروع سے مدرس تھے وہ بدقسمتی سے دیوبندی المسلک نکلے اور رفتہ رفتہ انہوں نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا۔ مدرسہ کے دو طالب علم مولوی شکر اللہ مبارکپوری اور مولوی نعمت اللہ مبارک پوری ان سے متاثر اور ان کے حامی ہوگئے۔ اس وقت کمیٹی کے ناظم طیب گرہست مبارکپوری پر مولوی محمد محمود معروفی کا رنگ غالب آگیا۔ مدرسہ حنفیہ جونپور کے پڑھے ہوئے مولانا محمد صدیق ساکن قصبہ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ اور مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور کے پڑھے ہوئے مولانا نور محمد ساکن قصبہ مبارکپور صحیح العقیدہ سنی مدرسین تھے۔ دیگر طلبہ اور کمیٹی کے لوگ بھی سنی تھے۔ دیوبندی مسلک کا ظہور ہوتے ہی انتشار برپا ہوا۔ مسئلہ امکان کذب نے سنگین صورت اختیار کرلی، سنی طلبہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے جب کہ مولوی محمود کے زیر اثر دو چار طلبہ یہ کہتے تھے کہ

اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ یہ بات بڑھی اور بڑھتے بڑھتے مدرسہ مصباح العلوم شاطرانہ سازشوں کا شکار ہوگیا۔ ۱۳۲۹ھ میں بند بھی ہوگیا۔ دیوبندیوں نے احیاء العلوم کے نام سے اپنا الگ مدرسہ قائم کرلیا جو مختلف گھروں میں منتقل ہوتے ہوئے اور مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے لمبی چوڑی عمارت کے ساتھ آج مذکورہ نام سے پورہ رانی میں اپنا کام کر رہا ہے۔

سنیوں نے مدرسہ مصباح العلوم ہی کے نام سے اپنا مدرسہ باقی رکھا اور دو تین جگہوں سے منتقل ہوتے ہوئے مدرسہ لطیفیہ اشرفیہ مصباح العلوم کے نام سے ۱۳۴۱ھ میں پرانی بستی میں اس جگہ قائم ہوا جسے عام طور پر لوگ پرانا مدرسہ کے نام سے جانتے ہیں۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی اولاد میں سے ایک تارک الدنیا اور طویل العمر بزرگ حضرت شاہ عبداللطیف چشتی (ستھن شریف ضلع سلطانپور صوبہ اتر پردیش) کے ایک مرید مخلص مولانا محمد عمر لطیفی مبارکپوری اور شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے بہت سارے مریدین کی خواہش کے مطابق مدرسہ مصباح العلوم کے ساتھ ۱۳۳۰ یا ۱۳۲۹ھ میں لطیفیہ اشرفیہ کی دو نسبتوں کا اضافہ کر کے گولہ بازار کی مسجد میں مدرسہ لطیفیہ اشرفیہ مصباح العلوم قائم ہوا اور محدود پیمانہ پر روایتی انداز سے اس کا کام چلتا رہا۔ ۱۳۴۱ھ میں پورہ رانی پہنچ کر اس مدرسہ کو سکون و قرار میسر آیا اور یہیں سے اس نے ایک نئی تاریخ کا ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں منظم پیمانے پر آغاز کیا۔

مصباح العلوم اپنے محسن مدرس مولانا محمد صدیق گھوسوی (جو صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رضوی مصنف بہار شریعت متوفی ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کے چچا زاد بھائی تھے) کے انتقال کے بعد کئی مدرسین کی آمد و رفت کی وجہ سے قابل ذکر ترقی نہ کرسکا۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ حقانی بریلوی جو بعد میں مفتی آگرہ کی حیثیت سے مشہور ہوئے وہ بھی مصباح العلوم میں تین سال تک ۱۳۴۰ھ کے آس پاس میں مدرس رہ چکے ہیں۔ ذوالحجہ ۱۳۷۷ھ جون ۱۹۵۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

مولوی شکر اللہ مبارکپوری ۱۳۳۶ھ میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہو کر مبارکپور واپس آنے کے بعد اپنے مسلک کے فروغ کے لئے سرگرم ہو چکے تھے۔ ۱۳۴۷ھ میں

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....56

دینا بابا کی مسجد پورہ رانی میں حامیان مسلک دیوبند نے ازخود اپنا جمعہ الگ قائم کرلیا۔ جب کہ یہ سب کے سب جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں جمعہ وعیدین وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ مسجد راجہ مبارک شاہ کے امام مولانا نور محمد مبارک پوری تھے جو مصباح العلوم میں مدرس بھی تھے اور تادم حیات اس مسجد کے امام اور مصباح العلوم کے مدرس رہے۔ ۱۳۶۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ قصیدہ بردہ شریف، مثنوی مولانا روم اور محافل میلاد کے عاشق، پرانی وضع کے عالم تھے۔

اہل مبارکپور نے صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رضوی متوفی ۱۹۴۸ء اور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی متوفی ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء کو رجب یا شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں مبارکپور مدعو کیا۔ شیخ محمد امین انصاری کے مکان پر میٹنگ ہوئی اور دونوں مذکورہ بزرگوں نے اہل مبارکپور کی درخواست کے مطابق مصباح العلوم کے لئے باہمی مشورے سے ایک مدرس کا انتخاب کیا، جس کا نام ہے مولانا حافظ عبدالعزیز مرادآبادی۔

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی نے مرادآباد خط لکھ کر اپنے عزیز شاگرد مولانا حافظ عبدالعزیز مرادآبادی کو بریلی شریف طلب کیا۔ چنانچہ شوال ۱۳۵۲ھ میں آپ بریلی شریف پہنچے۔ ملاقات کے بعد صدر الشریعہ نے فرمایا کہ میں آپ کو خدمت دین کے لئے مبارکپور بھیج رہا ہوں۔ آپ نے عرض کیا۔ حضور! میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا۔ صدر الشریعہ نے ارشاد فرمایا میں نے آپ سے ملازمت کے لئے کب کہا؟ میں تو خدمت کے لئے کہہ رہا ہوں آپ ملازمت سمجھ کر جایئے بھی نہیں۔ میں آپ کو مبارکپور بھیج رہا ہوں۔ یہ مت خیال کیجئے گا کہ آپ کو کیا مل رہا ہے۔ وہاں آپ کو صرف دین کی خدمت کرنی ہے۔ اس ارشاد کے بعد ۲/ ذوالقعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۷ یا ۸/ فروری ۱۹۳۴ء میں آپ خدمت دین کی غرض سے مبارکپور آ گئے۔

طویل اور مسلسل دینی خدمات کے صلہ میں مولانا حافظ عبدالعزیز مرادآبادی کا نام صفحاتِ تاریخ پہ استاذ العلماء جلالۃ العلم حافظ ملت ابوالفیض مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور متوفی ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء کی حیثیت سے

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....57

روشن وتابندہ ہوچکا ہے اور آپ کا ذکر کرتے وقت عوام وخواص کی محفل میں حافظ ملت کہہ دینا کافی ہے۔

حافظ ملت جب مبارکپور پہنچے تو مولانا سید شمس الحق گجہڑوی، مولانا نور محمد مبارکپوری، منشی جواد علی خاں، حافظ عبدالغفور، حافظ عبدالرحمٰن، یہ پانچوں اساتذہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی تعلیمی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے اور اس وقت محمد امین گرہست مدرسہ کے صدر تھے۔ علیم اللہ صاحب ناظم اور حاجی محمد عمر نائب ناظم تھے۔

حافظ ملت مبارکپور تشریف لائے تو مدرسہ میں ناظرہ قرآن وحساب وغیرہ کی ابتدائی تعلیم ہوتی تھی۔ اپنے ساتھ حافظ ملت صرف دو طالب علم مولانا محمد خلیل کچھوچھوی اور قاری اسد الحق کو لائے تھے۔ لیکن آپ کے آتے ہی اسی تعلیمی سال کے اندر تیز رفتاری کے ساتھ بیرونی طلبہ کا سلسلہ شروع ہوا جسے سنبھالنا مشکل ہوگیا۔

مولانا سید شمس الحق گجہڑوی آخر دم تک اشرفیہ میں فارسی کے استاذ رہے۔ مرنجاں مرنج طبیعت کے عالم تھے۔ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

حافظ ملت کی تشریف آوری، آپ کے وعظ وتقریر اور مخلصانہ دینی وتعلیمی خدمت سے مبارکپور کے سنی مسلمانوں میں جوش وخروش پیدا ہوا۔ جامع مسجد راجہ مبارک شاہ اور قصبہ کی ایک با اثر شخصیت حاجی محمد عمر (پورہ صوفی) کے یہاں ہونے والی تقریروں کا شہرہ ہوا۔ مخالف کیمپ میں کھلبلی مچ گئی اور مولوی شکر اللہ مبارک پوری کی جوابی تقریر ہوئی۔ عوام نے آپ سے جواب الجواب کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا میں یہاں کام کرنے آیا ہوں، اگر جوابوں میں الجھ گیا تو اصل کام میں رخنہ پڑے گا اس لئے جوابی سلسلہ نہ شروع کیا جائے۔ لیکن عوامی اصرار کو دیکھتے ہوئے آپ نے بھی جوابی تقریر کی۔ اس کے بعد مناظرانہ تقریروں کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ پورے چار ماہ تک چلتا رہا۔ حافظ ملت دن میں تیرہ اسباق پڑھاتے تھے اور رات میں جوابی تقریر کرتے تھے۔ اس محنت ومصروفیت کو دیکھتے ہوئے مخلصین نے عرض کیا کہ باہر سے علماء مدعو کرکے ان کی تقریریں کرائی جائیں۔ لیکن آپ نے ارشاد فرمایا! میں اس خدمت کے لئے تنہا کافی ہوں۔ پورہ رانی کے ایک پرہجوم جلسہ کی تقریر سننے کے بعد مبارکپور کے داروغہ فہیم احمد

نے کھڑے ہوکر کہا۔ مولانا! مجھے اپنے عہدہ کے لحاظ سے تو کچھ نہیں کہنا چاہئے لیکن جذبۂ حق گوئی مجھے کچھ کہنے پر مجبور کررہا ہے۔ میں دونوں طرف کے جلسوں میں شریک ہوکر تقریریں سنتا رہا اور اب مجھے یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ حق آپ کے ساتھ ہے اور میں آپ کی فتح کا اعلان کرتا ہوں۔

مولوی شکر اللہ مبارک پوری کے ہتھیار ڈالنے کے بعد چار ماہ تک چلنے والا یہ جوابی سلسلہ بند ہوگیا۔ اور اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ سامنے آیا کہ قصبہ کے سنی مسلمانوں کے اندر بے پناہ جوش وخروش پیدا ہوگیا اور اس جذبہ کو تعمیری رخ دینے کا مناسب موقع سامنے آگیا۔

حافظ ملت کی دینی سربراہی میں اشرفیہ کے ارباب حل وعقد اور مخلصین اہل سنت نے محرم ۱۳۵۳ھ سے ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ کے تقریری ہنگاموں کا ماحول سرد پڑتے ہی ایک نیا تعمیری محاذ کھول دیا۔ قوم کے ابھرے ہوئے جذبات کا صحیح استعمال کرنے کے لئے جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں جمعہ کے روز اشرفیہ کی تعمیر وترقی کا منصوبہ پیش کرکے چندہ کی مہم شروع کردی۔ مبارک پور کے سنی مسلمانوں نے اس وقت کی معاشی کمزوری کے باوجود دل کھول کر جو کچھ ہوسکا اپنا مالی تعاون پیش کیا۔ عورتیں، بچے، بوڑھے سب نے حوصلہ ولگن کے ساتھ جو میسر آیا اسے حاضر کردیا۔ دو مہینے تک چندہ کی وصولی کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔

مسلمانانِ مبارکپور کے جذبۂ ایثار وقربانی کی منظرکشی کرتے ہوئی ذمہ داران اشرفیہ مبارکپور اپنی ایک روداد میں لکھتے ہیں۔

”روپیہ پیسہ، گائے، بھینس، مرغی، بکری، گھوڑا، برتن، کپڑا، زیور ہر قسم کی چیز کو نثار کیا۔ وہ کون سی اپنی ضروریات کی چیزیں ہیں جو مسلمانان مبارکپور نے اپنے مدرسہ پر قربان نہ کی ہوں۔ ایثار وقناعت اسی کا نام ہے۔ زیور عورتوں کو کس قدر مرغوب ومحبوب ہے۔ ہر چیز سے پیارا اور ہر چیز سے محبوب تر عورتوں کے لئے زیور ہے۔ مگر واہ رے جذبۂ دینی! پہلی منزل کے تعمیری چندہ میں علاوہ طلائی زیور کے عورتوں نے تخمیناً سوا من پختہ زیور مدرسہ پر نثار کیا (روداد دار العلوم اشرفیہ، صفحہ ۳-۶ ۱۳۵۶ھ)

دوماہ کے اندر اس زمانے میں تقریباً دس ہزار کا چندہ ہوا۔

دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

مدرسہ کی نئی عمارت کے لئے مسلمانان مبارک پور نے شیخ محمد امین انصاری سے جو صدر مدرسہ کے ساتھ ساتھ رئیس مبارکپور بھی تھے، گولہ بازار مبارکپور میں وسیع قطعۂ اراضی حاصل کیا اور شوال ۱۳۵۳ھ میں اس میں سنگ بنیاد رکھنے کا منصوبہ طے ہوگیا۔ جلسۂ سنگ بنیاد میں شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی، حضرت صدر الشریعہ، حضرت محدث اعظم ہند اور دیگر علمائے اہل سنت شریک ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا بعد نماز جمعہ بزرگان دین اور حافظ ملت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھ کر اس کے فروغ وترقی اور بقاء واستحکام کی دعاء فرمائی۔ پھر دیگر معززین قصبہ نے بھی سنگ بنیاد رکھا۔ ہزاروں کا مجمع فرطِ اشتیاق میں نعرے لگا رہا تھا اور دل کی گہرائیوں سے تعمیر مدرسہ کی دعائیں کررہا تھا۔

ایک پرجوش سنی عقیدت مند نے اپنے جذبۂ شوق میں چاندی کی چھوٹی کرنی اور چھوٹی سی کڑھائی جن دونوں کا مجموعی وزن دس بارہ تولہ تھا۔ بنواکر اپنی طرف سے دوسرے روز جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کے جلسۂ عام میں جہاں تقریباً ڈھائی ہزار کا مجمع تھا۔ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی کی خدمت میں پیش کیا۔ لیکن حضرت نے اسے اپنے لئے قبول نہ کرتے ہوئے اسی وقت مجمع عام میں اپنی جیب سے کئی روپیہ نکال کر مدرسہ کو عطا فرمایا۔ اور مجمع کو بھی مدرسے کی طرف متوجہ فرمایا۔ اس کے بعد یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ ”فقیر نے تو اپنی کرنی دکھادی اب تم لوگ بھی اپنی اپنی کرنی دکھاؤ“۔

اس کا سال تاسیس ”باغ فردوس“ (۱۳۵۳ھ) ہے۔ دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم اس کا نام رکھا گیا۔ اور دار العلوم اشرفیہ کے نام سے اسے شہرت حاصل ہوئی۔ اس کی دو منزلہ عظیم الشان عمارت دس سال میں تیار ہوئی۔ تقریباً چالیس سال تک اسی عمارت میں تعلیم ہوتی رہی۔ اور اب اس قدیم دو منزلہ عمارت کو منہدم کرکے اس کی جگہ پانچ منزلہ عظیم الشان عمارت کی تعمیر ہوچکی ہے۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....58

انجمن اہل سنت وجلوس عید میلا دالنبی ﷺ

۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں طلبۂ اشرفیہ کی انجمن اہل سنت کی بنیاد پڑی تا کہ اس کے ذریعہ منظّم انداز سے طلبہ اپنی اجتماعی سرگرمی جاری رکھ سکیں۔ یہ اللہ کا فضل واحسان ہے کہ ابتداہی سے اشرفیہ کو ہونہار اور بیدار مغز طلبہ ملتے رہے اور اساتذہ کے زیر سایہ ان کی نہایت مناسب تعلیم وتربیت ہوتی رہی۔

اپنی معلومات میں اضافہ اور ذوق مطالعہ کی تسکین کے لئے طلبہ نے اشرفی دارالمطالعہ کے نام سے ایک دارالمطالعہ قائم کیا جس میں ہرفن کی کتابیں اور رسائل ومجلّات کا مدرسے کی جانب سے حسب استطاعت عہد بہ عہد انتظام ہوتا رہا۔ دارالعلوم اشرفیہ کی قدیم عمارت (گولہ بازار) کے کمرے میں یہ دارالمطالعہ تھا۔ اور طلبہ خارجی اوقات میں اس سے کتب ورسائل کا اجراء کرا کے ان سے استفادہ کرتے رہے۔ اب یہ دارالمطالعہ مرکزی عمارت الجامعۃ الاشرفیہ میں منتقل ہو چکا ہے۔

طلبہ نے ذوق وشوق کے ساتھ آج سے تقریباً ستر سال پہلے بارہ ربیع الاول کو جلوس عید میلا دالنبی نکالنے کی ابتدا کی اور رفتہ رفتہ قصبہ مبارک پور کے ہزاروں مسلمان اس جلوس میں شامل ہوکر اس کی شان وشوکت بڑھانے لگے۔

چندہ اور طلبہ کی ضیافت

۱۳۶۳ھ تک دارالعلوم اشرفیہ صرف اہل مبارک پور کی کفالت میں چلتا رہا اور انہیں کے مالی تعاون اور دس سال کی شبانہ روز محنتوں سے ۱۳۶۳ھ میں اشرفیہ کی عمارت کی تکمیل ہوئی۔ یہ ساری خدمت کسی باہری تعاون کے بغیر اہل مبارک پور نے اپنے بل بوتے پر انجام دی۔ اپنے جذبات واوقات کی قربانی دی اور پسینے کی گاڑھی کمائی سے باغ فردوس کو سرسبز وشاداب کیا۔

مبارکپور میں مسجد ومدرسہ کی تعمیر کے لئے چندہ یعنی مالی تعاون حاصل کرنے کی جب بھی مہم چلتی ہے تو تن من دھن کی قربانی کے حیرت انگیز نمونے سامنے آتے ہیں۔

گروپ اور جلوس کی شکل میں چندہ کرنے والے جب کسی کے گھر پہنچتے ہیں تو ان کا اس طرح اعزاز ہوتا ہے جیسے اور جگہوں پر کسی بارات کا استقبال ہوتا ہے۔

اشرفیہ میں جب بیرونی طلبہ کی آمد شروع ہوئی تو ان کے کھانے پینے کا مسئلہ اہل مبارک پور نے اس طرح حل کیا کہ ذی حیثیت اور فراخ دل مسلمان ایک ایک طالب علم کو دونوں وقت اپنے یہاں کھانا کھلانے لگے۔ اپنے گھر بلا کر اعزاز واکرام کے ساتھ کھانا کھلانے کا یہ رواج مبارک پور میں بڑا ہی نرالا ہے۔ طلبہ کو مبارکپور میں مہمان رسول کی حیثیت دی جاتی رہی ہے۔ اور انہیں گھر کا ایک فرد سمجھا جاتا رہا ہے۔

حوصلہ منداور فراخ دل مسلمانان مبارکپور اپنے اشرفیہ کو ہر دور میں اپنے خون جگر سے سینچتے رہے ہیں اور لہو کے قطرے نچوڑ نچوڑ کر اس کی جڑ اور شاخ وبرگ کو تروتازہ کرتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اشرفیہ کا شجر سایہ دار، بارآور اور ثمردار رہا ہے۔

تاریخ ساز تعلیمی کانفرنس

حافظ ملت کی تاریخ ساز دینی وعلمی صدارت وسربراہی اور دارالعلوم اشرفیہ کی اعلیٰ تعلیمی کارکردگی نے پورے ہندوستان میں مبارک پور کا نام روشن کر دیا۔ باصلاحیت اور ذی استعداد مدرسین اشرفیہ نیز مخلص عوام کی رفاقت میں حافظ ملت کا کاروانِ علم اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا اور تشنگانِ علوم نبوت کے قافلے جوق در جوق مبارکپور کا رخ کر رہے تھے۔ دارالعلوم اشرفیہ کی دومنزلہ عظیم الشان عمارت ناکافی اور تنگ ثابت ہو رہی تھی۔ حافظ ملت کی بلند نگاہی، استقلال اور منصوبہ بندی نیز قومی وعلمی ضروریات نے مہمیز لگائی کہ آبادی سے نکل کر کسی وسیع وعریض زمین کو اپنی جولان گاہِ عمل بنایا جائے۔ چنانچہ مستحکم ارادہ کے ساتھ اس ضرورت کی تکمیل کا آپ نے ذہن بنالیا اور اس کے لئے اپنے معتمد رفقائے کار کو تیار کر کے اپنی منزل کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ جس کا اظہار واعلان ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء کی تعلیمی کانفرنس کے ذریعہ ملک وقوم کے سامنے کر دیا گیا۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....59

مبارک پور کے جنوبی حصے میں الجامعۃ الاشرفیہ کا خواب شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے کافی وسیع وعریض زمین کی خریداری ہوگئی اور اعلان کر دیا گیا کہ ۶ / مئی ۱۹۷۲ء میں ایک شہرستانِ علم بسا کر تاریخ ساز تعلیمی کانفرنس کی جائے گی۔ مخلص وعقیدت مند اور باشعور مبارک پوری عوام کی نمائندگی، حافظ ملت کے ساتھ مکمل حمایت ووفاداری اور قدم قدم پر تعاون کرنے والے مبارک پوری علماء میں حضرت مفتی عبد المنان اعظمی، حضرت قاری محمد یحییٰ اور حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی کا نام سرفہرست ہے۔

آج جہاں الجامعۃ الاشرفیہ کی پر شکوہ مرکزی عمارت ہے وہیں اور اس کے آس پاس تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔

کانفرنس کی مجلس علماء میں غور وفکر کے لئے مندرجہ ذیل موضوعات طے ہوئے تھے۔

(۱) مقتضائے وقت کے مطابق ایک جامع اور جدید نصاب تعلیم کی تدوین۔

(۲) بین المدارس تعلقات کے لئے اخلاقی اور ادارتی ضابطوں کی تشکیل۔

(۳) موجودہ معاشرہ کی اخلاقی، اصلاحی، تبلیغی، اجتماعی، عملی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر عربی مدارس کے طلبہ کی ذہنی علمی اور عملی تربیت کے لئے ایک جامع نظام کی ترتیب۔

(۴) عربی مدارس کے درمیان تعلیمی معیار کی حد بندی۔

(۵) دینی مدارس کے نظام عمل میں مناسب تبدیلیوں کے لئے مدارس کے نمائندوں پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ کی تشکیل۔

اس کانفرنس میں شریک ہونے والے چند علماء کرام کے نام یہ ہیں۔

(۱) شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا قادری بریلوی۔

(۲) سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی، صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء۔

(۳) مجاہد ملت حضرت مولانا الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت وبانی جامعہ حبیبیہ الہ آباد۔

(۴) شمس العلما حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری رضوی جونپوری۔

(۵) خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی بانی دار العلوم غریب نواز الہ آباد۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....60

(۶) مفتی مالوہ حضرت مولانا محمد رضوان الرحمٰن فاروقی، اندور، مدھیہ پردیش۔

(۷) سلطان الواعظین حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی مجددی نقشبندی۔

(۸) رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری (کانفرنس کی منصوبہ سازی میں آپ کا نمایاں کردار تھا)

۶ / مئی ۱۹۷۲ء کی شام کو حضور مفتی اعظم ہند ودیگر علماء ومشائخ کرام نے الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت کا منظر اور لوگوں کے جذبات کا تلاطم دیکھنے کے قابل تھا۔ لوگ وفورِ جذبات سے بے قابو ہوکر الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر، اس کے تابناک مستقبل کی دعاء اور مالی تعاون کے لئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

سید العلماء نے اسی تعلیمی کانفرنس کی اپنی تقریر میں فرمایا۔

''اشرفیہ اور حافظ ملت کے ساتھ آل رسول ہے اور جس کے ساتھ آل رسول ہے اس کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ضرورت پیش آئی تو آل رسول اپنے مریدین ومخلصین کو ساتھ لے کر اس کے لئے ہر طرح کی قربانی پیش کرے گا''۔

مرکزی درسگاہ کے ۲۸ کمروں کی تعمیر کی ذمہ داری لوگوں نے ایک ایک کر کے قبول کی اور ہزاروں روپئے نقد پیش کیے۔

بفضلہ تعالیٰ ۵ / جولائی ۱۹۷۲ء سے الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا۔

حافظ ملت کی سربراہی میں جمشید پور، بھیونڈی، بمبئی وغیرہ کے دورے ہوئے جن میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور لوگوں نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ قابل قدر تعاون پیش کیا۔ ان دوروں میں حافظ ملت کے ساتھ حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت مفتی عبد المنان اعظمی، مولانا سید اسرار الحق، مولانا قمر الزماں اعظمی اور بیکل اتساہی خصوصیت کے ساتھ شریک سفر رہے۔

حضور مفتی اعظم ہند کی یہ دعاء اور اپیل الجامعۃ الاشرفیہ کے لئے قیمتی اثاثہ ثابت ہوئی۔

''دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کو ایک عظیم سنی یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کی نیک کوشش کا میں خیر مقدم کرتا ہوں اور حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کے حق میں دعاء کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں

اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب فرمائے اور حضرات اہل سنت کو توفیق بخشے کہ وہ اشرفیہ عربی یونیورسٹی کی تعمیر میں حصہ لے کر دین کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت پوری فرمائیں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں‘‘۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

۲۶؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

الجامعۃ الاشرفیہ کی مرکزی درسگاہ جس کا سنگ بنیاد حضور مفتی اعظم ہند و دیگر علمائے اہل سنت نے رکھا اس کی دو منزلہ شاندار عمارت ڈیڑھ سال میں مکمل ہوگئی اور ایک مدت کے بعد اب دار الحدیث کے اوپر ایک نہایت باوقار گنبد بھی تعمیر ہو چکا ہے۔

۱۶/۱۷؍نومبر ۱۹۷۳ء میں دوسری تعلیمی کانفرنس ہوئی جس میں سابقہ ذوق وشوق کے ساتھ علماء ومشائخ اور عوام وخواص نے بھرپور حصہ لیا اور علماء کی میٹنگ میں مزید تعمیر ونظام تعلیم ونصاب تعلیم اور دستور اساسی پر غور وخوض ہوا۔

شعبۂ نشریات اور ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

تحریری واشاعتی کام کی ضرورت واہمیت محسوس کرتے ہوئے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے شعبۂ نشریات قائم کیا جس کی طرف سے متعدد کتابیں اور کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔ اور ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور بھی اسی شعبہ کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے پہلے شمارہ فروری ۱۹۷۶ء میں حافظ ملت کا یہ ارشاد گرامی شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی حبیبہٖ الکریم۔ اما بعد!

برادران اسلام، السلام علیکم

مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ایک قدیم دینی درسگاہ ہے جو ترقی کر کے دار العلوم اشرفیہ ہوا اور اب الجامعۃ الاشرفیہ ہے۔ یہ دینی ادارہ اپنی پوری جدوجہد کے ساتھ تعلیمی وتبلیغی دینی خدمات انجام دیتا رہا۔

۲۰؍شوال ۱۳۹۳ھ کی مجلس شوریٰ نے اس میں شعبۂ نشر واشاعت کا اضافہ کیا۔ یہ شعبہ اپنی بساط کے مطابق تقریری وتحریری خدمات انجام دیتا رہا۔ قلمی خدمات ارشاد القرآن، اشرفیہ کا ماضی اور حال، الوسیلۃ السنیۃ شائع ہو کر منظر عام پر آ چکیں۔

اب مستقل ماہنامہ اشرفیہ آپ کے زیر نظر ہے۔ ان شاء المولیٰ القدیر یہ رسالہ مذہبی ماہنامہ نہایت پابندی کے ساتھ وقت پر پہنچتا رہے گا۔ امید ہے کہ آپ اس کی قدر کریں گے اور حتی الامکان اس کی اشاعت کو فروغ دیں گے۔ اور اعانت فرمائیں گے۔

دعاء ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں اس ماہنامہ اشرفیہ کو قوم وملت اور مذہب اہل سنت کے لئے مفید سے مفید تر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ فقط

عبد العزیز عفی عنہ

۲۵؍ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

لائبریری اور کمپیوٹر سینٹر

اشرفیہ سے متعلق سب سے قدیم لائبریری اشرفی دار المطالعہ ہے جس سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے طلبۂ اشرفیہ علمی استفادہ کر رہے ہیں۔ اور مذہبی واسلامی ذخیرۂ کتب سے اپنی علمی تشنگی بجھانے کے ساتھ عربی اور عام معلومات میں اضافہ کر رہے ہیں۔ مجلّات ورسائل کا بھی اس دار المطالعہ کے اندر روزانہ مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اس دار المطالعہ کا انتظام وانصرام طلبہ سے وابستہ ہے۔ اس کے علاوہ مکتبۃ اللغۃ العربیہ کے نام سے بھی طلبہ کی ایک لائبریری ہے۔ جس میں عربی زبان وادب کی کتابیں جمع کی گئی ہیں تاکہ قدیم وجدید نثری وشعری اسلوب سے طلبۂ اشرفیہ واقف ہوتے رہیں۔ اور عہد بعہد عربی زبان کے اسلوب اور اس کے ہر دور کے ادباء وشعراء اور ان کی ادبی خدمات اور نمونے طلبہ کے پیش نظر رہیں۔

طلبہ کے لئے درسی کتابوں کا انتظام آغاز مدرسہ سے ہی اشرفیہ کے ذمہ رہا ہے۔ اس لئے اس کی مرکزی لائبریری میں درسی وغیر درسی کتابوں کا وافر ذخیرہ ہے۔ اس

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....61

مرکزی لائبریری میں تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عربی ادب، تاریخ اسلام، سیرۃ وتصوف اور منطق وفلسفہ، میراث ومناظرہ وغیرہ کی ہزاروں کتابیں ہیں۔ طلبہ کو ان کی جماعت کے حساب سے شوال میں کتابیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ جنہیں وہ امتحان سالانہ کے بعد تعطیل کلاں میں گھر جانے سے پہلے جمع کر دیتے ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے دارالافتاء میں ہر ماہ سیکڑوں مذہبی سوالات آتے ہیں اور یہاں سے ان کے مستند جوابات دیئے جاتے ہیں۔ دارالافتاء میں کمپیوٹر کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان وصال ۶ رصفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ رمئی ۲۰۰۰ء جنہوں نے ۱۹۶۷ء سے ۲۰۰۰ء تک صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ کی حیثیت سے عظیم فقہی خدمت انجام دی ہے۔ ہزاروں فتاویٰ تحریر کیے ہیں۔ ان کے دور میں دارالافتاء کے لئے مستقل لائبریری کا انتظام ہوا اور اس کے اندر فقہ وفتاویٰ سے متعلق تقریباً سبھی ضروری کتابیں موجود ہیں۔

طلبہ کی لائبریری کے لئے الگ ایک مستقل عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔

ایک بڑے ہال میں اشرفیہ کمپیوٹر سینٹر قائم ہو چکا ہے۔ جس کے اندر ملٹی میڈیا بیس کمپیوٹر ہیں۔ کئی ٹیچر روزانہ طلبہ کو کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور پروگرامنگ کی ٹریننگ دیتے ہیں۔

مجلس شرعی

شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ محنتی، باصلاحیت اور ماہر علمائے کرام ومفتیان عظام کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو حسب ضرورت اہم اور پیچیدہ مسائل پر فقہی سیمینار اور علمی مذاکرات کرے۔ ارباب فقہ وافتاء واصحابِ فکر وبصیرت کو یکجا کر کے سر جوڑ کر بیٹھنے اور مغلق ولاینحل مسائل کے حل تلاش کرنے کے مواقع فراہم کرے اور قوم مسلم کی ہدایت ورہنمائی اور قیادت وپیشوائی کا کام کرے۔ یہ کام نہایت مشکل، دشوار، جاں سوز اور دل گداز تھا۔ اس کے لئے عزم محکم کے ساتھ استقامت وثبات قدمی اور اخلاص وایثار کی ضرورت تھی۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....62

الحمد للہ! جامعہ اشرفیہ کے زندہ دل، حساس، جرأت مند اور بااخلاص ذمہ داروں نے اس ضرورت کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا اور ۲۳ رجمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹ ردسمبر ۱۹۹۲ء بروز شنبہ ''مجلسِ شرعی'' کے نام سے اس بورڈ کا قیام عمل میں آگیا اور اسی وقت ماہر وتجربہ کار، ذی شعور وباصلاحیت اور اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں چاق چوبند علمائے کرام ومفتیان اسلام کو ارکانِ مجلس کے طور پر نامزد کیا گیا۔ بعد میں اکابر علماء ومشائخ پر مشتمل ایک سہ رکنی فیصل بورڈ کی تشکیل ہوئی تاکہ وہ سیمینار کے تمام مباحث، تحقیقات وتنقیحات اور علماء ومندوبین کی آراء سننے کے بعد ان مسائل کا فیصلہ کرے جو سیمینار میں حل نہ ہو سکے۔

مجلس شرعی کے زیر اہتمام تادمِ تحریر مختلف اہم موضوعات پر چھوٹے بڑے متعدد فقہی سیمینار منعقد ہو چکے ہیں۔

ہر سیمینار پر ایک لاکھ سے زائد کے اخراجات ہوتے ہیں اور بحمد اللہ جامعہ اشرفیہ بلا شرکتِ غیرے تنہا یہ مالی بار برداشت کرتا ہے۔

اس سے جہاں سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب وتلامذہ کی ''سنت تدوین فقہ'' کا احیاء، جدید تقاضوں کے مطابق فقہی احکام کی ترتیب وتدوین اور جدید مسائل کے شرعی حل کی تلاش وجستجو کا کام ہو رہا ہے وہیں نوجوان علماء کی علمی وفقہی تربیت بھی ہو رہی ہے تاکہ مستقبل میں بالغ نظر، دقیقہ بیں، اور نکتہ رس علماء کی ٹیم تیار ہو سکے جو دینی وشرعی اور قومی وملی مسائل میں امتِ مسلمہ کی صحیح شرعی رہنمائی کر سکے اور قومِ مسلم کے سفینے کو ساحلِ نجات سے ہم کنار کر سکے۔

اشرفیہ کا انتظام وانصرام

اشرفیہ کے وسیع انتظامات کو کنٹرول کرنے اور نظم وضبط بحال رکھنے کے لئے مجلس انتظامی کی روایت اشرفیہ میں شروع ہی سے قائم ہے۔

شیخ محمد امین انصاری صدر مدرسہ اور شیخ علیم اللہ ناظم اور خیر اللہ دلال متولی مدرسہ کے دور کی ایک روداد میں ہے۔

'' دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ بتیس سال سے ایک باضابطہ کمیٹی کے ماتحت قائم رہ کر تعلیمی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جس کے سرپرست شمع شبستان غوثیت حضرت مولانا العلام الشاہ ابو المحامد سید محمد صاحب قبلہ محدث کچھوچھوی دامت برکاتہم وعلامۂ زمن خاتم الفقہاء حضرت صدر الشریعۃ مولانا شاہ ابو العلاء محمد امجد علی صاحب قبلہ اعظمی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ علاوہ اراکین وعہدہ داران کے چالیس اشخاص معززین قصبہ ممبر کمیٹی ہیں۔ جن کے مشورے سے امور انتظامی طے پاتے ہیں۔ (مطبوعہ ص۲ روداد ۶۲،۶۱، ۱۳۶۱ھ)

آج کل بھی اس کی ایک مجلس انتظامی اور ایک مجلسِ شوریٰ ہے۔

جامعہ اشرفیہ کا نصاب تعلیم

درجات پرائمری وہائی اسکول کے علاوہ اشرفیہ میں درجۂ حفظ وتجوید کا شعبہ ایک دو منزلہ بلڈنگ میں قائم ہے جس میں حفظ وتجویدِ قرآن کی تعلیم ہوتی ہے۔ یہ تین سندیں طلبہ کو دی جاتی ہیں۔ (۱) سند حفظ قرآن (۲) سند تجوید قرآن بروایت حفص (۳) سند قرأت سبعہ وعشرہ۔

درجہ اعدادیہ کے بعد درس نظامی کا آٹھ سالہ کورس ہے۔ درجۂ سادسہ کی تکمیل کے بعد طلبہ کو سند عالمیت اور اور درجۂ ثامنہ کی تکمیل کے بعد سند فضیلت ملتی ہے۔ اس کے بعد دوسالہ کورس تخصص کا ہے۔ اشرفیہ کی عالمیت کی سند کی بنیاد پر لکھنؤ یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ دہلی میں بی، اے کے لئے طالب علم کو داخلہ مل جاتا ہے۔

ہر سال ہر درجہ کا ششماہی اور سالانہ امتحان ہوتا ہے۔ ششماہی امتحان مکمل تحریری ہوتا ہے۔ اور سالانہ امتحان کچھ تحریری اور کچھ تقریری۔ ۳۳ رفیصد سے کم نمبر حاصل کرنے والے طلبہ فیل قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور اگلے تعلیمی سال میں انہیں پھر اسی درجے میں پڑھنا پڑتا ہے جس کا وہ امتحان دے چکے ہیں۔ امتحان کا باضابطہ نظام ہے جس کی تحریری اطلاع طلبہ کو ہر مرحلے میں دے دی جاتی ہے۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....63

نصاب تعلیم دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

تعلیمی مراحل

(۱) ابتدائی — ۶سال
(۲) ثانوی — ۵سال
(۳) عالی — ۴سال
(۴) اعلیٰ — ۲سال

نصاب میں شامل فنون اور مضامین

درجۂ ابتدائیہ

(۱) قرآن شریف
(۲) عقیدہ وفقہ
(۳) اخلاق
(۴) معاشرت
(۵) اردوزبان
(۶) ہندی زبان
(۷) سائنس
(۸) حساب
(۹) جغرافیہ
(۱۰) قواعدِ اردو
(۱۱) انگلش
(۱۲) عام معلومات

درجۂ ثانویہ

(۱) فارسی ادب
(۲) فارسی قواعد
(۳) اردو ادب
(۴) فارسی انشاء
(۵) عقائد
(۶) فقہ
(۷) سیرت
(۱۴) عربی ادب
(۱۵) عربی انشاء
(۱۶) منطق
(۱۷) فلسفہ
(۱۸) تاریخ
(۱۹) رجال
(۲۰) جغرافیہ

(۸) حدیث

(۹) اصول فقہ

(۱۰) عربی صرف

(۱۱) عربی نحو

(۱۲) بلاغت

(۱۳) عروض وقوافی

(۲۱) سائنس

(۲۲) حساب

(۲۳) انگلش ادب

(۲۴) انگلش قواعد

(۲۵) انگریزی انشاء

(۲۶) عام معلومات

درجۂ عالیہ

(۱) تفسیر

(۲) اصول تفسیر

(۳) اصول حدیث

(۴) مناظرہ

(۵) فرائض

(۶) تاریخ فقہ

(۷) تاریخ تدوین قرآن وحدیث

(۸) تاریخِ فِرَق

(۹) مطالعۂ مذاہب

(۱۰) معاشیات

(۱۱) تمدن

(۱۲) سیاست

(۱۳) تنقید عربی

(۱۴) منتخب موضوع پر تحقیقی مقالہ

درجۂ اعلیٰ

(۱) تفسیر

(۲) اعجازِ قرآن

(۳) حدیث

(۴) اصول حدیث

(۵) سیر محدثین

(۶) فقہ

(۷) کتب فتاویٰ

(۸) فقہ مذاہب کا جائزہ

(۹) علم اسرار

(۱۰) ادبِ عربی

(۱۱) انشائے عربی

(۱۲) سیاست

(۱۳) ثقافتی تاریخ

(۱۴) نقد عربی

(۱۵) فقہ اسلامی اور قوانین انسانی کا تقابلی جائزہ

(۱۶) منتخب موضوع پر تحقیقی مقالہ

☆☆☆

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....64

معیارِ تعلیم

معیار تعلیم کے سلسلہ میں اشرفیہ کی ایک قدیم روداد میں ہے۔

''یوں تو دارالعلوم ھٰذا میں قاعدۂ بغدادی سے لے کر دورۂ حدیث تک جملہ علوم وفنون عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم باقاعدہ جاری رہے۔ درجۂ حفظ القرآن وناظرہ واردو وفارسی، تجوید وقرأت، درجات عربی، ضروریات زمانہ کا لحاظ رکھتے ہوئے انگریزی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ طلبہ درجات فوقانیہ کو تقریر وتحریر مکالمہ ومناظرہ بھی سکھایا جاتا ہے۔ تعلیم دین کے ساتھ ساتھ صحیح مذہبی ودینی تربیت کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے۔ مدرسہ سے کچھ دور ایک مسجد ہے۔ طلبہ نماز باجماعت اس مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ اور مدرسین حضرات اس امر کی خاص نگرانی رکھتے ہیں۔ خلقِ نبوی وعادتِ مصطفوی کے ساتھ آراستہ ہو کر ایک ایک فارغ التحصیل یہاں سے باہر نکلتا ہے اور اسی مشعل کی روشنی اطراف واکناف ہند میں پھیلاتا ہے۔ یوپی، سی پی، حیدرآباد، بنگال، بہار، مارواڑ، اڑیسہ، پنجاب غرض کہ تمام ہندوستان میں یہاں کے تعلیم یافتہ آج مسند تدریس وافتاء وارشاد پر متمکن ہیں۔ رات دن ہمارے پاس ہندوستان کے تمام اطراف سے یہاں کے فارغ التحصیل کی طلبی کے خطوط آتے رہتے ہیں مگر ہم ان کی آرزو پوری نہیں کر سکتے۔ تقریر وتحریر میں جو ملکہ ہمارے دارالعلوم کے طلبہ کو حاصل ہے وہ بایدوشاید ہی کسی مدرسہ میں ہو۔ پھر بحمدہٖ تعالیٰ وہ ہر جمعرات کو اطراف مبارک پور میں جو دیہات وقصبات واقع ہیں وہاں پیدل جا کر اور چار چار چھ چھ میل سفر کر کے لوگوں کو اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور یہ سب کام محض حسبۃً للہ ہوتا ہے۔ اس سے کوئی دنیوی غرض وابستہ نہیں۔ اس دارالعلوم کے فاضل آج بھی بہت سی جگہ مسند صدارت پر فائز ہیں۔ اور اپنے علم وفضل کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ جس کی فہرست اسی روداد کے نقشۂ فارغ شدگان میں درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (ص ۳، روداد دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، ۶۴-۱۳۶۵ھ)

اکابر کے تأثرات

دارالعلوم اشرفیہ کے معیارِ تعلیم کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے میں یہاں اہل سنت کی دو جلیل القدر شخصیتوں کے تأثرات پیش کر رہا ہوں جن کے آئینے میں آپ ہر چیز اور ہر پہلو بذات خود دیکھ سکتے ہیں۔

(۱) حضور محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی نے ۱۰؍شعبان ۱۳۶۹ھ کے اپنے معاینہ میں تحریر فرمایا۔

"آج ۱۰؍شعبان کو مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے درجۂ اعلیٰ کے ان طلبہ کا امتحان لیا گیا جو تفسیر و حدیث کی آخری تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ صحیح عبارت خوانی اور صحیح ترجمہ اور صحیح مطلب بتانے میں طلبہ نے بے حد خوش کیا۔ اور ان مقامات کا سوال کیا گیا جن کو پہلے سے متعین نہیں کیا گیا تھا۔ کتاب سے باہر کی باتیں امتحانِ ذکاوت کے لئے پوچھی گئیں اور یہ نہ گھبرائے اور سوال کا جواب مدرّسانہ انداز میں دیتے رہے۔ اور اس تجربہ کی بنیاد پر جو ملک کے مدارس عربیہ کا رکھتا ہوں اور جا بجا امتحان کی خدمت مجھ سے لی جاتی ہے۔ میں بغیر کسی مبالغہ کے کہتا ہوں کہ اس مدرسہ کے کمزور طالب علم کا درجہ دوسرے مدارس کے قابل فخر طلبہ سے بڑھا ہوا پایا۔ یہ مدرسین کرام کی انتھک کوششوں کا اور معاونین مدرسہ کی پاک نیتوں کا ثمرہ ہے۔

فجزاهم اللّٰه تعالىٰ احسن الجزاء

(۲) اجمل العلماء حضرت علامہ شاہ محمد اجمل صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد نے ۷؍شعبان ۱۳۷۶ھ کے اپنے معاینہ میں تحریر فرمایا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰهِ وكفىٰ والصلوٰة والسلام على من اصطفىٰ۔ صلى اللّٰه عليه وعلى آلهٖ وصحبه وعلماء امته وعلى كل من اجتبى۔

آج ۷؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کو میں نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے درجۂ اعلیٰ و دیگر درجات کی چند مشہور اور مشکل کتابوں کا امتحان لیا۔ میری عادت کسی مدرسہ کی رعایت اور جانبداری کی نہیں ہے۔ بلکہ طلبہ سے ان کی استعداد اور کتاب کی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....65

حیثیت کے اعتبار سے سوالات کرنے اور کماحقہ طلبہ کی قابلیت و استعداد کا صحیح جائزہ لینے کی ہے تاکہ اراکین مدرسہ کے سامنے صحیح معیارِ تعلیم پیش کر سکوں اور دیانت داری سے انہیں طلبہ کی اہلیت اور مدرسین کی محنت اور عرق ریزی کا واقعی اندازہ بتا سکوں۔ یہ وہ بات ہے جس میں نہ کسی سے مرعوب ہوتا ہوں نہ کسی کی رو رعایت کرتا ہوں۔

لٰہذا اس دارالعلوم کے طلبہ کا میں نے خوب جم کر امتحان لیا۔ ہر ایک سے سوالات کر کے اس کی صحیح استعداد کا معیار قائم کیا اور ہر حیثیت سے اس کی قابلیت کا جائزہ لیا اور پھر ہر ایک کو صحیح نمبر دیا۔ بحمدہٖ تعالیٰ طلبہ کو بہترین ذی استعداد پایا اور خصوصاً بعض کو بے نظیر اور بے مثل نہایت قابل ٹھہرایا۔ اور یہ کیونکر نہ ہو کہ اس کے مدرسین نہایت جانکاہی اور عرق ریزی سے درس کی خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ خصوصاً صدر المدرسین، بدر المعلمین، فاضل جلیل، عالم نبیل، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول حضرت مولانا مولوی الحافظ عبد العزیز صاحب دام فیوضہ قابل صد تحسین ہیں کہ یہ ساری بہار انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے اور چمن مصطفوی کی آبیاری انہیں کی ذات پر موقوف ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس دارالعلوم کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس چمن کے تازہ پھولوں سے تمام سرزمین ہند کو مہکائے اور اس کے اراکین و معاونین کے حوصلوں میں اور بلند پروازی عطا کرے اور دنیا و آخرت میں ان کے درجے اور افزوں فرمائے۔

محمد اجمل شاہ غفرلہٗ
ناظم اعلیٰ، مدرسہ اجمل العلوم، سنبھل ضلع مرادآباد
۷؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ

اشرفیہ کے ممتاز مدرسین

مخلص و باصلاحیت اور صاحب کردار مدرسین بھی مدرسہ کی روح اور کسی بھی تعلیمی ادارہ کی کامیابی و ترقی کی ضمانت ہوتے ہیں۔ ان کی استعداد و لیاقت، عادات و اطوار اور احساسِ ذمہ داری کا طلبہ کے دلوں پر گہرا نقش ثبت ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو انہیں مدرسین کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ اشرفیہ مبارک پور اس سلسلے میں خوش قسمت رہا ہے۔ اور اسے ملک کے
نہایت قابل اور قیمتی مدرسین میسر آتے رہے ہیں۔ حافظ ملت کی دور اندیش اور مردم
شناس نگاہوں کا اس سلسلے میں بڑا دخل رہا ہے۔ چند ممتاز مدرسینِ اشرفیہ کے نام ذیل میں
درج کیے جارہے ہیں جن کی اپنے اپنے دور میں شہرت ومقبولیت علماء اور طلبہ کے
درمیان اس حد تک رہی ہے کہ دوسرے مدارس اسلامیہ انہیں رشک بھری نگاہوں سے
دیکھتے رہے ہیں۔

حافظ ملت آخر دم تک اشرفیہ کے صدر المدرسین رہے ہیں ان کے علاوہ چند نام
یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی متوفی ربیع الاول ۱۳۹۷ھ فروری ۱۹۷۷ء
(۲) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری متوفی ربیع الاول ۱۴۱۰ھ اکتوبر ۱۹۸۹ء
(۳) حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری جونپوری متوفی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء
(۴) حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری متوفی ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ مارچ ۱۹۷۷ء
(۵) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی متوفی رمضان ۱۴۰۵ھ مئی ۱۹۸۶ء
(۶) حضرت مولانا ثناء اللہ اعظمی متوفی محرم ۱۴۱۱ھ اگست ۱۹۹۰ء
(۷) حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف مصباحی بلیاوی ثم مبارکپوری متوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
(۸) حضرت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی متوفی ربیع الاول ۱۴۱۶ھ اگست ۱۹۹۵ء
(۹) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ مبارکپوری مصباحی متوفی ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء
(۱۰) حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی متوفی ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۱۱) حضرت مفتی عبد المنان اعظمی مصباحی
(۱۲) حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی
(۱۳) حضرت مولانا عبد اللہ عزیزی مصباحی
(۱۴) حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
(۱۵) حضرت مولانا عبد الشکور گیاوی مصباحی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....66

(۱۶) حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مذکورہ بالا شخصیتوں میں سے ہر فرد اپنی جگہ آفتاب وماہتاب ہے اور ہند وپاک
کے مدارس اہل سنت وعلمائے کرام ان کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں۔ طلبۂ
اشرفیہ ان کی تدریس وتعلیم وتربیت اور انداز تفہیم کی وجہ سے اوقات درس کے علاوہ
خارجی اوقات میں استفادہ کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں اور ان کی نگاہ توجہ وعنایت
کے متمنی رہتے ہیں۔ ان کے دینی وعلمی اوصاف ومحامد روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

بیرون ملک فرزندان اشرفیہ کی خدمات

دار العلوم اشرفیہ سے تکمیل علوم اسلامیہ کر کے دستار فضیلت اور سند فضیلت حاصل
کرنے والے بے شمار فرزندان اشرفیہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔
اشرفیہ کا سحاب علم وفضل خطۂ ہند کی تقریباً ہر وادی وکوہسار پر جھوم جھوم کر برس رہا ہے اور
تشنہ لبوں کو سیراب کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اس کے فیضان سے افریقہ اور یورپ وامریکہ
کے بہت سے ممالک سیراب ہو رہے ہیں۔

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ مل کر ۱۹۷۲ء میں مکہ مکرمہ کی پرنور فضا
اور نورانی ماحول میں حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی نے ایک عالمی اسلامی تنظیم کا
منصوبہ بنایا اور پھر انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں آیا جس نے انگلینڈ میں
اہل سنت کو منظم کر کے کئی ایک قابل قدر کارنامے انجام دیئے۔ اور مشن کے وفود نے کئی
بار متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کیے۔

فرزندان اشرفیہ کی مخلصانہ محنت اور سرگرم جدوجہد سے دنیا کے مختلف حصوں میں
جہاں اہل سنت کا سر فخر سے اونچا ہو رہا ہے وہیں الجامعۃ الاشرفیہ کا ستارۂ اقبال بھی بلند اور
روشن ومنور ہو رہا ہے۔

فرزندان اشرفیہ کے قائم کردہ تحریری واشاعتی ادارے

اشرفیہ کے ماحول میں دینی وعلمی پرورش پانے والے طلبہ ابتدا ہی سے انفرادی

واجتماعی طور پر قومی وملی احساس وشعور سے لبریز ہوتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے مستحکم اور دیرپا مفادات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تحریر واشاعت کی جانب انہوں نے ہمیشہ توجہ کی اور اشرفیہ نے ایسے اصحاب قلم پیدا کیے جن کے قلم کی عظمت کا لوہا اپنے بیگانے سبھی مانتے ہیں۔ اہل حق فرزندان اشرفیہ کی تحریریں پڑھ کر جھوم اٹھتے ہیں ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں اور اہل باطل فرزندان اشرفیہ کے صریر خامہ کی ہیبت سے لرزا ٹھتے ہیں۔

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی متوفی ۶؍صفر ۱۴۲۱ھ ۱۱؍مئی ۲۰۰۰ء- رئیس القلم علامہ ارشد القادری مصباحی متوفی ۲۰۰۲ء- حضرت علامہ سید محمد مدنی کچھوچھوی، حضرت مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی، مفتی عبد المنان اعظمی، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا بدر القادری مصباحی، مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی جیسے چند نام بطور مثال پیش کردینا کافی ہے۔ اس فہرست کے اخیر میں راقم سطور یٰسین اختر مصباحی کا نام بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد میاں کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی جیسے اصحاب قلم بھی اشرفیہ کے پروردہ اور حافظ ملت کے تلامذہ میں ہیں۔

اپنے ذوق تحریر واشاعت کی تسکین اور جماعت کی ضرورت کے پیش نظر فرزندان اشرفیہ نے اپنے اپنے طور پر کئی ایک تحریری واشاعتی ادارے قائم کیے جن میں سرفہرست سنی دار الاشاعت مبارکپور اور المجمع الاسلامی مبارکپور ہیں۔

(۱) سنی دار الاشاعت مبارک پور: ۱۹۵۹ء میں سنی دار الاشاعت کا قیام حافظ ملت کی سرپرستی میں ہوا۔ عملی طور پر حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی مصباحی اس کے روح رواں تھے اور حضرت مفتی عبد المنان اعظمی مصباحی، حضرت قاری محمد یحییٰ مبارکپوری مصباحی، حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی سنی دار الاشاعت کے دست وبازو تھے۔ حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی مصباحی کے وصال ۱۳۹۱ھ؍۱۹۷۱ء کے بعد حضرت مفتی عبد المنان اعظمی مصباحی نے سنی دار الاشاعت کی پوری ذمہ داری سنبھالی، امام اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی متوفی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....67

۱۳۴۰ھ؍۱۹۲۱ء کے فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا سہرا سنی دار الاشاعت کے سر ہے۔ جلد سوم سے جلد ہشتم تک فتاویٰ رضویہ کی اشاعت سنی دار الاشاعت مبارکپور ہی سے ہوئی۔

(۲) المجمع الاسلامی مبارکپور: ایک وسیع وہمہ گیر منصوبہ کے تحت ۱۳۹۶ھ؍۱۹۷۶ء میں اس کا مبارکپور میں قیام عمل میں آیا۔ اس کی باضابطہ ایک کمیٹی ہے۔ مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی، مولانا بدر القادری مصباحی، اور راقم سطور یٰسین اختر مصباحی اس کے بانی ارکان ہیں۔ ایک سو سے زیادہ دینی وعلمی کتابیں المجمع الاسلامی کی طرف سے شائع ہوچکی ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے مشرق میں واقع ملت نگر کے اندر المجمع الاسلامی کی اپنی زمین پر اس کی عمارت ہے۔

المجمع الاسلامی کے چند شعبے اور منصوبے یہ ہیں۔

(۱) دار التصنیف (۲) دار التحقیق والتصحیح (۳) دار الکتب (۴) دار المطالعہ (۵) دار الاشاعت (۶) دار التربیت والتعلیم (۷) سیمینار ہال (۸) مہمان خانہ (۹) اسٹاف کوارٹرس (۱۰) شعبۂ مالیات۔

رضویات اور فرزندان اشرفیہ

فقیہ اسلام امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی قدس سرہٗ وصال ۱۳۴۰ھ؍۱۹۲۱ء دور حاضر میں برصغیر ہندوپاک میں نشان سنیت اور وقار سنیت ہیں اور آپ کے مسلکِ عشق وعرفان کا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور پورے برصغیر ہندوپاک میں سب سے بڑا علمی وفکری مرکز اور مبلغ وترجمان ہے۔ شہزادۂ امام اہل سنت سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری (وصال ۱۴۰۲ھ؍۱۹۸۱ء) کی بہت سی امیدوں، آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز ہے۔ اور ان کی دعاؤں سے مذہب اہل سنت کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ امام اہل سنت کے مسلک عشق وعرفان اور محبت والفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایشیا ویورپ وافریقہ اور امریکہ میں عام وتام کررہا ہے۔

حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی مصباحی (وصال ۱۳۹۱ھ؍۱۹۷۱ء) تحریر فرماتے ہیں۔

''مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب دام ظلہم الاقدس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے۔ ان سے عرض کی گئی! فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کوئی انتظام ہوا؟ آپ نے فرمایا تم لوگوں کے علاوہ کس سے اس کی توقع ہوسکتی ہے؟ اس کرامت آثار جملہ نے دلوں میں ہمت اور عزائم میں استواری پیدا کی اور دارالعلوم اشرفیہ کی رہنمائی میں کام شروع ہوا۔ اور سنی دارالاشاعت کی بنیاد رکھی گئی۔

(دیباچہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور)

مفتی اعظم ہند کا لطف وکرم اور حسنِ انتخاب آپ کی اس کرامت آثار تحریر میں بھی نہایت آب وتاب کے ساتھ ضوفشاں اور جلوہ فگن ہے جسے آپ نے ۷؍ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ میں سپرد قلم فرمایا ہے۔

''اراکین مدرسہ کو مبارکباد دیتا ہوں، انہوں نے نہایت کدوکاوش اور جاں فشانی سے کام لیا، اور اچھے سلیقے سے کام انجام دیا۔ ان کے حسن انتخاب کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صدر مدرس ہی ایسا چھانٹ کر رکھا ہے جس نے مدرسہ کو باغ و بہار، نہایت شاداب چمن گلزار کر دکھایا۔ یہ ساری برکات میرے گمان میں اسی وجود مسعود کی ہیں۔ یہ ساری بہار اسی کے دم سے ہے۔ اسی کے فیض قدم سے ہے۔ یہ روشنی اسی کے جلوے کی ہے۔ اسی کے خلوص، اسی کے اخلاق، اسی کے انتخاب نے اچھے قابل مدرسین وطلبہ کو جمع کیا۔ مولیٰ تعالیٰ مدرسہ کو نظر بد سے بچائے رکھے۔ آمین۔

فقیر محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری

۷؍ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ

ہندوستان میں رضویات کے ذخیرہ کا ۱۹۴۷ء کے بعد جائزہ لیجئے تو بڑی آسانی کے ساتھ اس نتیجے تک آپ پہنچ جائیں گے کہ فرزندان اشرفیہ نے رضویات کے موضوع پر جو کچھ خود لکھا اور لکھنے اور چھاپنے والوں کو ترغیب دی، رہنمائی کی، تعاون کیا، وہ اتنا زیادہ ہے کہ خلاصہ کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ رضویات کے باب میں ہندوستان کے اندر ۸۵؍فیصد حصہ فرزندان اشرفیہ کا ہے۔ بطور نمونہ یہاں چند خدمات کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

(۱) جلد سوم سے لے کر جلد ہشتم تک فتاویٰ رضویہ کی ترتیب واشاعت سنی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....68

دارالاشاعت مبارکپور سے ہوئی۔

(۲) شامی پر فقیہ اسلام امام احمد رضا کا حاشیہ بزبان عربی بنام جد الممتار جلد اول وجلد دوم کی ترتیب وطباعت المجمع الاسلامی مبارکپور کے زیر اہتمام ہوئی۔ جلد اول کی اشاعت میں الحاج محمد فاروق رضوی مصباحی بنارسی اور جلد دوم کی اشاعت میں رضا اکیڈمی ممبئی نے مالی تعاون کیا۔ جلد ثانی کی ترتیب، تحشیہ، بعض رسائل کی تعریب، گراں قدر تقدیم پھر پروف کی تصحیح مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی نے انجام دی ہے۔ اور جلد اول میں کلمۃ المجمع از یٰسین اختر مصباحی، حیات امام احمد رضا از مولانا افتخار احمد قادری مصباحی، حیات علامہ شامی از مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، فقہی محاسن پر تبصرہ اور نصف اخیر پر تحشیہ (بعض رسائل کی تعریب کے ساتھ) از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی۔

(۳) حضرت مولانا بدر الدین احمد رضوی مصباحی گورکھپوری نے سوانح اعلیٰ حضرت لکھی۔ یہ اشرفیہ کے ممتاز فاضل ہیں۔

(۴) حضرت مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی نے مجدد اسلام کے نام سے کتاب لکھی۔ مولانا نسیم بستوی اشرفیہ کے پروردہ اور حافظ ملت کے شاگرد ہیں۔

(۵) حضرت مفتی غلام محمد رضوی ناگ پوری نے اپنے ماہنامہ تجلیات ناگپور کا مجدد نمبر شائع کیا جس میں خطبۂ صدارت کے عنوان سے پہلی بار وہ خطبہ چھپا جو محدث اعظم ہند نے ناگپور کے ایک جلسہ میں دیا تھا۔ حضرت مفتی غلام محمد صاحب رضوی حافظ ملت کے شاگردوں میں سے ہیں۔

(۶) ماہنامہ المیزان ممبئی نے عظیم وضخیم نمبر بنام ''امام احمد رضا نمبر'' شائع کیا جس کے مدیر حضرت مولانا سید محمد جیلانی اشرفی مصباحی کچھوچھوی اور مولانا محمد احمد مصباحی مرحوم (فرزند بحر العلوم مبارکپوری) تھے۔

(۷) امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

(۸) امام احمد رضا اور تصوف، از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

(۹) ارشادات اعلیٰ حضرت، از مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

(۱۰) حدائق بخشش (جدید ایڈیشن) تصحیح وتقدیم ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی

(مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

(۱۱) عشق رضا کی سرفرازیاں، از مولانا مبارک حسین مصباحی

(۱۲) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، از یٰسین اختر مصباحی

(۱۳) امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات، از یٰسین اختر مصباحی

(۱۴) معارف کنز الایمان، از یٰسین اختر مصباحی

(۱۵) امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت، از یٰسین اختر مصباحی

(۱۶) امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، از یٰسین اختر مصباحی

(۱۷) امام احمد رضا کے ایمان افروز وصایا، از یٰسین اختر مصباحی

(۱۸) امام احمد رضا اور تحریکاتِ جدیدہ، از یٰسین اختر مصباحی

مذکورہ علماء و دیگر اصحاب قلم یعنی فرزندان اشرفیہ کے وہ مضامین و مقالات جمع کیے جائیں جو مختلف رسائل و مجلّات میں شائع ہو چکے ہیں تو ایک طویل فہرست تیار ہو جائے۔ ایک عرصہ سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے طلبہ یوم رضا کے موقعہ پر مقابلہ جاتی مضامین لکھ رہے ہیں۔ اگر انہیں جمع کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو جائے گی۔

(۱۹) ان کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی کئی اردو و عربی غیر مطبوعہ کتابیں تحقیق و تعلیق کے ساتھ اور بیسیوں مطبوعہ کتب جدید ترتیب و تسہیل اور نئی آب و تاب کے ساتھ اشاعت اور اس باب میں پیش قدمی کا سہرا ابھی مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی جیسے فرزندان اشرفیہ کے سر ہے۔

مولانا بدر القادری مصباحی اپنے ایک اداریہ میں لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ بذات خود ایک یونیورسٹی تھے۔ ان کی جامع شخصیت میں علوم و فنون کی تمام صنفیں موجود تھیں۔ چودہویں صدی کے مجدد کی حیثیت سے آپ کے کارنامے اس صدی کی تمام اسلام دشمن تحریکوں کا مکمل جواب ہیں۔ آپ نے ہزار معاندانہ سرگرمیوں کے باوجود اسلام کی حقیقی تعلیمات و عقائد کا روشن چہرہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ ہندوستان کا مسلمان اس لحاظ سے نہایت خوش نصیب ہے کہ وہ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....69

نیّرِ برجِ مجددیت اسی افق سے طلوع ہوا۔ مدتوں سے سنیوں کا حساس طبقہ ایک ایسے ادارہ کی ضرورت محسوس کر رہا ہے جو اس مجدد اسلام کی تعلیمات کا مکمل ترجمان ہو اور وہ اس پایہ کا ہو کہ ابتداء سے انتہاء تک تعلیم و تحقیق کے جملہ شعبہ جات کو محتوی ہو۔

الحمدللہ کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور جسے معاینہ فرمانے والے اکابرین نے برملا ازہرِ ہند کہا۔ مجدد مائۃ حاضرہ الشاہ امام احمد رضا قادری برکاتی کے مسلک کا پوری دنیا میں سب سے عظیم ادارہ ہے۔ طول و عرض میں پھیلی ہوئی یہ بستی ایک عالمگیر تعلیمی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ جو اپنوں کے لئے قابل فخر اور بیگانوں کے لئے صاعقۂ مرگ ثابت ہوگا۔

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی خوابیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی پوشیدہ ہیں

(مطبوعہ، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور شمارہ ماہ صفر ۱۳۹۷ھ فروری ۱۹۷۷ء)

رضا اکیڈمی ممبئی نے جولائی ۱۹۹۱ء میں کچھی میمن جماعت خانہ ممبئی نمبر ۳ کے ہال میں "امام احمد رضا کی تحریری خدمات" کے موضوع پر ایک سیمینار کیا تھا جس میں ممبئی و بیرون ممبئی کے تقریباً سو علماء نے شرکت کی تھی۔ راقم سطور یٰسین اختر مصباحی کو اسی سیمینار میں رضا اکیڈمی کی طرف سے "امام احمد رضا ایوارڈ" دیا گیا جو توصیفی سند اور گیارہ ہزار روپیوں پر مشتمل تھا۔ میں نے وہ گیارہ ہزار روپئے، اسی وقت عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ مرادآبادی سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ کو الجامعۃ الاشرفیہ کے لئے پیش کر دیا۔

فروری ۱۹۹۸ء میں رضا اکیڈمی ہی نے حج ہاؤس ممبئی میں ایک باوقار پروگرام کیا جس میں پانچ ممتاز علمائے اہل سنت کو "امام احمد رضا ایوارڈ" پیش کیا۔ جو ایک خوبصورت توصیفی سند ایک ٹرافی اور پچیس ہزار روپئے پر مشتمل تھا۔ جانشین مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری رضوی بریلوی کے دست مبارک سے پانچوں علماء کو الگ الگ توصیفی سند، ٹرافی اور پچیس ہزار روپئے دیئے گئے۔ ان پانچ علماء میں سے تین حضرات یعنی حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی، حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی، حضرت مفتی عبد المنان اعظمی مصباحی، فرزندان اشرفیہ تھے۔ حضرت مفتی غلام محمد رضوی ناگپوری کے نمائندہ کی حیثیت سے حضرت مولانا سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

نے ایوارڈ وصول کیا۔ حضرت مفتی غلام محمد رضوی حافظ ملت کے اس دور کے شاگرد ہیں جب آپ سال بھر کے لئے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تھے۔ پانچواں ایوارڈ حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی کو ملا جو حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی کے سب سے قریبی اور قابل فخر شاگرد ہیں۔

یہ حقائق وواقعات صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کے مسلک عشق وعرفان کا سب سے بڑا علمی وفکری اور عملی مرکز ہے۔

مدارس اہل سنت میں فرزندان اشرفیہ کی تدریسی خدمات

اشرفیہ کی ٹھوس تعلیم وتربیت کے مفید اثرات ونتائج اور حسن کارکردگی کے خوشگوار نتائج ہمیشہ سامنے آتے رہے۔ اشرفیہ کی حیثیت ایک ایسے پاور ہاؤس کی ہوگئی ہے جس سے علم کی روشنی پھیلتی اور دوسرے مدارس کو اس پاور ہاؤس سے بجلی ملتی رہتی ہے۔ اشرفیہ ایک ایسا علمی کارخانہ ہے جس کی پیداوار ہمیشہ اچھی اور معیاری ہوئی ہے اور جب کسی کارخانے میں معیاری سامان تیار ہو تو اس کی مانگ بڑھ جاتی ہے۔ اور دور دراز تک کے لوگ اس کے طلب گار ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے تقریباً سارے قابل ذکر سنی مدارس میں فرزندان اشرفیہ بہترین دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ بعض مدارس تو ایسے ہیں کہ ان کے بانی وشیخ الحدیث وصدر المدرسین سے لے کر درس نظامی کے آخری مدرس تک تقریباً سب کے سب فرزندان اشرفیہ ہی ہیں جیسے دار العلوم محمدیہ ممبئی۔ بعض ایسے مدارس ہیں جن میں تقریباً آدھے درجن فرزندان اشرفیہ امتیازی حیثیت کے ساتھ تدریسی عملہ میں شامل ہیں جیسے دار العلوم فیضان اشرف باسنی ضلع ناگور شریف راجستھان۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....70

جامعہ اشرفیہ کے شعبے

تعلیمی وتربیتی شعبے

(۱) شعبۂ تربیت مدرسین/تدریسی ٹریننگ سینٹر

(۲) شعبۂ تربیت فتویٰ

(۳) شعبۂ تحقیق

الف۔ فقہ حنفی

ب۔ علوم اسلامیہ

ج۔ ادب عربی

د۔ معقولات

(۴) شعبۂ درس نظامی

الف۔ ثانویہ

ب۔ عالمیت

ج۔ فضیلت

(۵) شعبۂ درس عالیہ

الف۔ منشی

ب۔ مولوی

ج۔ عالم

د۔ فاضل

ھ۔ کامل

(۶) شعبۂ حفظ

(۷) شعبۂ تجوید وقرأت

(روایت حفص، قرأت سبعہ وعشرہ)

(۸) پرائمری اسکول، اول تا پنجم، برائے طلبہ

(۹) جونیئر ہائی اسکول، ششم تا ہشتم برائے طلبہ

(۱۰) ہائی اسکول، نہم تا دہم برائے طلبہ

(۱۱) پرائمری اسکول، اول تا پنجم، برائے طالبات

(۱۲) جونیئر ہائی اسکول ششم تا ہشتم برائے طالبات

(۱۳) بچیوں کے لئے سلائی کڑھائی ٹریننگ سینٹر

(۱۴) کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر

(۱۵) ڈی، ٹی، پی کمپیوٹر سینٹر

دیگر شعبے

(۱۶) شعبۂ نشریات

(۱۷) مجلس شرعی

(۱۸) ادارۂ تحقیقات حافظ ملت

(۱۹) شعبۂ تعمیر وترقی

(۲۰) شعبۂ افتاء

(۲۱) انجمن اہل سنت واشرفی دار المطالعہ

لائبریریاں

(۲۲) مرکزی لائبریری

(۲۳) شعبۂ افتاء کی لائبریری

(۲۴) عربی لائبریری

(۲۵) اردو لائبریری

☆☆☆

تاریخ اشرفیہ ایک نظر میں

(۱) مدرسہ مصباح العلوم مبارکپور — ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۸

(۲) مدرسہ اشرفیہ (واقع محلّہ پرانی بستی) — ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۷ء

(۳) حافظ ملت کی تشریف آوری — ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء

(۴) عمارت دار العلوم اشرفیہ (باغ فردوس) کی تعمیر — ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء

(۵) تاسیس بدست حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ — ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء

(۶) سن وفات حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ — ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء

(۷) انجمن اہل سنت واشرفی دار المطالعہ کا قیام — ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء

(۸) عمارت دار العلوم اشرفیہ (باغ فردوس) کی تکمیل — ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء

(۹) گولہ بازار زمین کی خریداری — ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء

(۱۰) حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا وصال — ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء

(۱۱) جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کی تعمیر جدید — ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء

(۱۲) سنی دار الاشاعت کا قیام — ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء

(۱۳) فتاویٰ رضویہ جلد سوم (قلمی) کی طباعت واشاعت — ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

(۱۴) وصال حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ (سرپرست) — ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

(۱۵) اشرفیہ شعبہ نسواں کا افتتاح — ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء

(۱۶) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قلمی) کی طباعت واشاعت — ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۷ء

(۱۷) وفات شیخ محمد امین انصاری مرحوم (صدر اشرفیہ) — ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء

(۱۸) وصال حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی (نائب شیخ الحدیث) — ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء

(۱۹) حضرت مولانا سید شاہ مختار اشرف کچھوچھوی کا سرپرستی سے اعلان برأت — ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء

(۲۰) حافظ ملت علیہ الرحمہ کو سربراہ اعلیٰ منتخب کیا گیا — ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....71

(۲۱) الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد — ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء

(۲۲) کل ہند تعلیمی کانفرنس مبارکپور — ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء

(۲۳) وصال حصرت مولانا شمس الحق علیہ الرحمہ (مدرس اشرفیہ) — ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء

(۲۴) دوسری کانفرنس اور دار الاقامہ کا سنگ بنیاد — ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء

(۲۵) شعبہ نشریات الجامعۃ الاشرفیہ کا افتتاح — ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء

(۲۶) ماہنامہ اشرفیہ کا اجراء (ماہ صفر، فروری) — ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء

(۲۷) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (قلمی) کی اشاعت (جون) — ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء

(۲۸) وصال حافظ ملت علیہ الرحمہ (شب یکم جمادی الاخریٰ) — ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء

(۲۹) حضرت مولانا عبد الحفیظ فرزند حافظ ملت کو سربراہ اعلیٰ منتخب کیا گیا — ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء

(۳۰) افتتاح اشرفیہ شعبہ فوقانیہ (جونیئر ہائی اسکول) — ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء

(۳۱) جدید دار الاقامہ کا سنگ بنیاد — ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء

(۳۲) افتتاح شعبہ نسواں (اشرفیہ جونیئر ہائی اسکول) — ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء

(۳۳) ادارہ تحقیقات حافظ ملت کا قیام — ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء

(۳۴) دار الحفظ والتجوید کا سنگ بنیاد — ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء

(۳۵) مدرسہ اشرفیہ (واقع محلّہ پرانی بستی) کی تعمیر جدید — ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء

(۳۶) مسجد جامعہ (عزیز المساجد) کا سنگ بنیاد — ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء

(۳۷) مجلس شرعی کا قیام — ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء

(۳۸) ٹیچرس فیملی کالونی کا سنگ بنیاد — ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء

(۳۹) احسن العلماء ڈائننگ ہال کا سنگ بنیاد — ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

(۴۰) اشرفیہ مرکزی لائبریری کا سنگ بنیاد — ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء

☆☆☆

حافظ ملت

ایک انقلاب آفریں شخصیت

عظیم شخصیتوں کی تعمیر میں بہت سے اسباب وعوامل دخیل ہوا کرتے ہیں۔ خاندان کی اعلیٰ روایتوں کا بھی فیض ہوتا ہے اور کبھی دولت وثروت کی بھی کرشمہ سازیاں ہوتی ہیں۔ وسیع تعلقات کا بھی اثر ہوتا ہے اور کبھی حالات کی سازگاری بھی ترقیِ درجات کا سبب بنتی ہے۔ بسا اوقات تملق وچاپلوسی اور ضمیر فروشی کر کے بھی انسان اقتدار واختیار کی کرسیوں پر بیٹھ کر عارضی شہرت ونا موری کی تاریخ مرتب کر لیتا ہے۔ اور جابرانہ طاقت وقوت کا مظاہرہ کر کے دوسروں کا حق غصب کر کے بھی انسان اپنے آپ کو ایک بڑا انسان سمجھ بیٹھتا ہے۔

لیکن بڑی عظیم ہے وہ شخصیت، اور بڑا صاحب فضل وکمال ہے وہ انسان، جو اپنے دل ودماغ، اپنی محنت وکاوش اور اپنی قوت بازو سے علم وفضل کی شاخوں پہ آشیانہ بنائے، اپنے علم وہنر کا فیض بانٹے۔ اور خود اعتمادی وخدا اعتمادی کے ساتھ اپنی تاریخ کی دھرتی پر ایک عہد آفریں انقلاب برپا کرے۔ اپنے گوناگوں کارناموں سے شہر در شہر اپنے خیر وبرکت کی تقسیم کرے۔ اور اپنی زبان وقلم وکردار وعمل اور اپنے ناقابلِ شکست عزم وحوصلہ وتدبر وذہانت اور قوت ارادی کی بے پناہ طاقت کے ساتھ میدان میں اترے۔ اور اس شان سے کہ اپنے دور کی تاریخ میں ایسا پر شکوہ اور بلند وبالا قصر عظیم تعمیر کر ڈالے جس کے سر بفلک میناروں کی روشنی شرق وغرب تک پھیل جائے۔ ظلمتیں منھ چھپانے لگیں اور اس کے نورِ ہدایت سے جادۂ حق کے طالبین متعینہ سمت سفر اور اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہو جائیں۔

حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز مراد آبادی ثم مبارکپوری قدس سرہٗ العزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (متوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) ایک غریب ودیندار خانوادہ کے چشم

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....72

وچراغ تھے جس کے پاس کوئی بڑی جائیداد اور ثروت وامارت نہ تھی کہ وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرتے۔ عیش وعشرت کے سامان کرتے اور فراغت کے لمحات گذارتے۔ یہی وجہ ہے کہ حفظ قرآن اور معمولی ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کو اپنی تعلیم کا سلسلہ مجبوراً بند کر دینا پڑا۔ اور مچلتی ہوئی آرزوئیں سینے کے اندر سلگتی رہیں لیکن بظاہر آپ کی تعلیمی زندگی کے سفر کے سارے ذرائع محدود ومسدود ہو کر رہ گئے تھے۔

دنیوی دولت تو نہ تھی لیکن کاتب تقدیر نے زہد واستغناء اور دینداری وخودداری کی اتنی عظیم نعمت آپ کو وراثت میں دے دی تھی کہ اب پھر کسی چیز کی کوئی ضرورت تھی اور نہ حاجت۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی

مسبب الاسباب نے کچھ ایسی راہیں پیدا کر دیں کہ آپ کو ایک ایسے عظیم عالم اور محدث وفقیہ کی بارگاہ تک پہنچا دیا جس کے اساتذہ میں دو شخصیتیں جلیل القدر اور بے نظیر وبے مثال تھیں۔ ان میں سے ایک پچاس علوم وفنون بالخصوص علوم نقلیہ میں اپنے وقت کا فقید المثال صاحب فضل وکمال تھا جس کی امامت وعبقریت کے نقوش ابھر ابھر کر آج بھی دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔ اور اس کی زندگی میں عرب وعجم کے افاضل واکابر علم ودین نے دل کی زبان سے مجدد مأۃ حاضرہ اور امام اہل سنت کے لقب سے پکارا۔ اور اس کے تبحر وتفقہ کے ہزار دل وجان سے قائل ہوئے۔

دوسرا: علوم عقلیہ میں معلم رابع علامہ فضل حق خیر آبادی کی یادگار تھا اور جس کے دم قدم سے ان علوم کی رونق تھی۔ اور اس کے اٹھتے ہی اس شعبۂ علم کی بساط الٹ گئی۔ اور مرور زمانہ نے اس کو اب ایک تاریخ پارینہ بنا کر اس کے سینے میں محفوظ اور آثار قدیمہ کی زینت بنا دیا ہے۔

وہ شخصیت جو ایسے دو شیریں اور حیات افروز سرچشموں سے سیراب تھی۔ اسے فقیہ

اعظم ہند صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی خلیفۂ امام احمد رضا فاضل بریلوی وتلمیذ علامہ ہدایت اللہ خاں رام پوری کہا جاتا ہے۔

علوم منقولات ومعقولات کے ایسے متبحر عالم اور مشہور روزگار فقیہ کے سامنے نو سال تک سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کی راجدھانی میں حافظ ملت نے اپنی تعلیم وتربیت کے ایام گذارے۔ اکتساب فیض کیا۔ اپنے سینے کو شریعت وطریقت کا حامل وامین بنایا۔ اور فروغ دین کا جذبۂ بیکراں لے کر حضرت سلطان الہند کے دارالسلطنت سے اپنے مرشد ومشفق اور شہرۂ آفاق استاد کے پروانۂ تقرری پر مبارک پور جیسے گمنام قصبہ سے دین ومذہب اور اصلاح قوم وملت کی خدمت پر مامور ہوئے اور علم کی روشنی سے دلوں کی دنیا جگمگانے کا کام سپرد ہوا۔

مبارک پور پہنچتے ہی آپ کو ''تعمیر'' اور ''دفاع'' دو مشکل ترین محاذوں پر اپنے دست وبازو آزمانے پڑے۔ تقریباً چار ماہ کی شدید آویزش اور زبردست مقابلہ کے بعد فتح وکامرانی نے آپ کے قدم چومے اور دشمن نے اپنی ہزیمت وپسپائی کا اعتراف کرتے ہوئے میدان سے کسی طرح جان بچائی اور راہِ فرار اختیار کی۔

تعمیر کی طرف آپ کے قدم بڑھے تو صفت سیل رواں ہو گئے اور ایسی آبادکاری کی اور اسے اپنے خونِ جگر سے اس طرح سینچا کہ دیکھتے ہی دیکھتے علم ومعرفت کا ایک سرسبز وشاداب ''باغ فردوس'' لہلہا اٹھا۔

آپ کی زندگی کی ایک شاہکار خصوصیت یہ بھی ہے کہ مبارک پور کی درسگاہ علم وفن سے آپ نے طلبہ کی ایک خاص نہج پر تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی جو علم دین کے متعدد شعبوں میں اپنی صلاحیت کا استعمال کر کے کچھ مثالی خدمات انجام دے سکیں۔ آپ کے اندر جوہر شناسی کی خاص خوبی تھی۔ طلبہ کی ذہانت وزیرکی، محنت اور کدوکاوش، سلامت فطرت، رجحان طبع، بلند خیالی، میدان عمل کی تعیین ان سب چیزوں کو حافظ ملت قدس سرہٗ کی دوربیں نگاہیں ایک ہی نظر میں تاڑ لیتیں۔ اور ان کے حال ومستقبل کے میدان کار کی نشان دہی اور تربیت کا خاص ڈھنگ ان کے ساتھ اپنایا جاتا۔ اور ہر طرح کی شفقتیں، حوصلہ افزائیاں، رہنمائیاں ان کے ساتھ ہوتیں۔ اس طرح آپ نے کثیر تعداد میں

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....73

باصلاحیت افراد پیدا کئے۔ جب کہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سیرت کی تربیت، کردار کی نشوونما اور شخصیت کی تشکیل وتعمیر ایک نہایت کٹھن اور اہم کام ہے۔ لیکن۔ ؎

میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شررفشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا

آپ نے اپنے تلامذہ میں ایسی روح بیدار کی اور انہیں ایسی استعداد بخشی کہ وہ متعدد میدانوں میں نمایاں حیثیت سے علم دین کی خدمت انجام دے سکیں۔ تفسیر وحدیث کے ماہر علماء بھی آپ کے دانش کدہ سے پیدا ہوئے جو مسند تدریس کی آبرو اور وقار ہیں۔ اور فقہ وافتاء کے ممتاز افراد بھی آپ کی درسگاہ علم وفضل سے اٹھے جنھوں نے جدید وقدیم مسائل کا حل شریعت اسلامیہ کی روشنی میں قوم وملت کو بتایا اور مسائل واحکام شرعیہ میں ان کی ہمہ جہت رہنمائی کی۔ منطق وفلسفہ جو اگرچہ آج اپنی زندگی کے دن گذار کر آخری سانس لے رہے ہیں لیکن صدیوں سے ان کی مسلسل حکمرانی اور آج سے پہلے ان کی افادیت ایک مسلمہ حقیقت تھی اور ان کے ذریعہ علماء اسلام نے بڑی ٹھوس اور مستحکم خدمتیں انجام دی ہیں اور اس درس نظامی کی جان انہیں ہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس لئے حافظ ملت کے بہت سے تلامذہ اس میدان میں بھی نمایاں اور ممتاز درسگاہوں کی زینت ہیں۔ اور انہیں کے دم سے ان کا گویا ابھی کچھ دنوں کے لئے وجود باقی اور قائم ہے۔

آپ کے تلامذہ میں مشہور روزگار خطباء ومقررین پیدا ہوئے اور ان کی خداداد خطیبانہ صلاحیتوں سے ہندوپاک کے بے شمار علاقے مستفیض ہوئے اور بیرون ملک بھی انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ آج ہندوستان کے جلسہ ہائے سیرت ومحافل میلاد اور کانفرنس وکنونشن میں یہی ہر جگہ نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں جن کی تقریروں میں آبشاروں کا ترنم، طوفانی امواج کا تلاطم اور شیروں کی گھن گرج بھی شامل ہوتی ہے۔

کئی ایک تلامذہ اور آپ کے در سے فیض یافتہ حضرات ایسے بھی ہیں جو علم وعمل، زہد وتقویٰ میں حافظ ملت کی تصویر نظر آتے ہیں۔ ان کے ارشاد وہدایت سے دلوں کی دنیا آباد ہو رہی ہے۔ قریہ قریہ ان کی روحانی تربیت کا سلسلہ عام ہوتا جارہا ہے۔ تصفیۂ قلوب اور تزکیۂ نفوس کا کام حکمت وموعظت اور جذب دروں کے ساتھ جاری ہے۔

آپ کے اندر قوت اخلاق کی بے پناہ کشش تھی اور کوئی عالم وعامی ان سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ چائے خود اپنے ہاتھ سے بنایا کرتے تھے۔ بوقت ضرورت کپڑے بھی سل لیا کرتے تھے۔ اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بڑی فرحت ومسرت محسوس کیا کرتے تھے۔

طلبہ اور بچوں سے شفقت ومحبت کا برتاؤ عام تھا۔ بے جا خشونت وسختی اور رعب وکرختگی سے کوسوں دور رہتے۔ علماء ومشائخ کرام کے ساتھ توقیر واحترام سے پیش آتے۔ اوران کی عادلانہ وفراخ دِلانہ مدح وستائش کرتے۔

کسی عالم یا شیخ ومرشد کی عام یا مخصوص مجالس میں کبھی غیبت نہیں کرتے۔ اپنوں اور غیروں کے بے جا اعتراضات سن کر بھی اپنی زبان کو محفوظ رکھتے اور اپنے قلب ونظر کی طہارت ونظافت پر کوئی غبار نہ آنے دیتے۔

مخالفتوں کی پیہم یلغار میں بھی صبر وشکیب اور ضبط وتحمل کا دامن کبھی نہ چھوڑا اور اپنے کسی عمل سے ناشکیبائی کا اظہار نہ کیا۔ رکاوٹوں کے درپیش آنے پر بھی ایفائے عہد کو اپنا فرض اولیں تصور کرتے اور عہد وپیمان کو غفلت وکوتاہی کی نذر نہ ہونے دیتے۔ زہد واستغناء آپ کی گفتگو، لباس اور عادات واطوار سے عیاں تھے۔ آپ کی خدا آشنائی امراء اور حکام سے آپ کو مستغنی رکھتی تھی۔ ؎

اپنے خالق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا وجم

موٹا جھوٹا کھاتے اور پہنتے، تکلف وتصنع اور ظاہری شان وشوکت، رکھ رکھاؤ اور خود نمائی کا کبھی تصور بھی نہ آنے دیا۔ اس کے باوجود اس سادگی پر ہزاروں رعنائیاں قربان تھیں اور دل بے ساختہ آپ کی طرف کھنچ آتے تھے۔ جو بات کہتے دل سے کہتے جس کا اثر یہ ہوتا کہ انہیں آنکھوں سے لگایا جاتا اور دلوں میں جگہ دی جاتی۔

اپنے عالمانہ وقار پر حرف نہ آنے دیتے۔ سفر وحضر میں شلوار، شیروانی، عمامہ اور عصا کا ہمیشہ استعمال فرماتے۔ اختلاف موسم کا ان چیزوں کے استعمال پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا۔ ظاہری وضع سے علمی تبحر کا اندازہ نہ ہوتا مگر گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا گویا ایک سمندر

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....74

میں تموج پیدا ہو گیا۔ اسی طرح اپنی خودداری پر کبھی آنچ نہ آنے دیتے اور غیرتِ علم وفضل کا پاس ولحاظ رکھتے۔ تلاوت قرآن کا اہتمام سفر وحضر میں ہمیشہ رکھتے اور اس سے کسی وقت بھی تغافل نہ برتتے۔ ؎

فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب وروز
آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمٰن

مجلس کی گفتگو بڑی شگفتہ اور بعض اوقات ظریفانہ مگر سنجیدہ وباوقار ہوتی۔ آپ کے حکیمانہ نکتے مصباحی حلقوں میں کافی مشہور ہیں۔ کلّموا النّاس علی قدر عقولھم کے مطابق ہی حاضرین سے خطاب فرماتے۔ چلتے تو نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے۔ نو آموز مدرسین ومقررین کی حوصلہ افزائی بالخصوص نوجوان علماء کے لئے حوصلہ افزاء کلمات اور دعاؤں سے نوازنے میں آپ اپنے تمام معاصرین میں منفرد اور بے مثال نظر آتے ہیں۔

یہی وہ اخلاق فاضلہ ہیں جن سے آپ علماء ومشائخ، طلبہ ومریدین ومعتقدین اور عامۃ المسلمین میں مقبول ومعزز ومحترم ہوئے۔

دوست ہو یا دشمن جو آپ سے ملتا وہ آپ کے اخلاق کا گہرا نقش لے کر اٹھتا۔ اپنی وسعت ظرفی وسیر چشمی، کشادہ دلی وخندہ پیشانی، کمالِ ادب واحترام، شفقت ومحبت، جذبۂ خیرخواہی، ہمدردی وخلوص، مہر ومحبت، عجز وانکسار، صبر وضبط، پابندیِ اوقات کے ساتھ آپ نے ایک باوقار اور بامراد زندگی گذاری۔ نگاہ میں بلندی، سخن میں دل نوازی، اور قلب میں گرمی وحرارت تھی۔ تعمیر جامعہ کے وقت اس کی لو تیز ہوگئی جس میں آپ کا پورا وجود تپ کر کندن بن گیا۔ ؎

خاکی ونوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دوجہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز

مقصدیت آپ کی زندگی کے تمام گوشوں پر ایک اہم ترین عنصر کی طرح نمایاں اور

غالب تھی۔ایک ہمہ گیر تعمیری انقلاب ابتدا ہی سے آپ کا مطمح نظر رہا ہے۔

ارباب علم وتحقیق اس امر پہ متفق ہیں کہ جب جمود کے سائے دراز ہو جاتے ہیں تو کسی نہ کسی رخ سے حرکت وعمل کے جذبات بھی جنم لینے لگتے ہیں۔تنزلی وتباہی حد سے گذرنے لگتی ہے تو عروج وترقی کے اسباب بھی فراہم ہو جاتے ہیں۔زوال وانحطاط کا رنگ غالب ہونے لگتا ہے تو تجدید واحیاء کی صورتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔

چودھویں صدی کے آخری دور میں دوسری شخصیتوں کی صف میں آپ کی حیثیت، آپ کے اثرات اور آپ کے کارناموں کو کوئی انصاف پسند مؤرخ ہرگز نظر انداز نہیں کرسکتا۔آپ کی رفتار وگفتار، حرکات وسکنات، وعظ وتقریر، تدریس وتحریر، اور رشد وہدایت کے سبھی وسائل و ذرائع میں انفرادی شان تھی۔ یہ تمام چیزیں اس بات کا پیغام دیتی ہیں کہ آدمی کو کام کا آدمی بننا چاہئے۔اور کام کا آدمی اسی وقت بن سکتا ہے جب مقصد ہمیشہ اس کے پیش نظر رہے اور اس سے ایک لمحہ بھی وہ غافل نہ ہو۔

آپ کے ذہن میں ابتدا ہی سے جولانی اور محدود ورائج طریقوں کے علاوہ بھی عالمانہ وفاضلانہ ہی نہیں بلکہ ناقدانہ فکر ونظر اور وسعت قلب کے ساتھ عمل کے نئے میدانوں میں مجاہدانہ قدم رکھنے کا حوصلہ بھی تھا۔آپ نے تبلیغ علمِ دین کے طاقتور ذرائع ووسائل استعمال کیے۔اور فروغ مذہب وملت کے لئے مؤثر ترین اسباب کو اپنانے کی حوصلہ افزائی بھی کی۔

تدریس کے دوران متعلقہ اسباق کے افہام وتفہیم کے علاوہ ذہن سازی کا فریضہ بھی آپ انجام دیتے رہے۔عام مدرسین کی طرح صرف درس دینے پر اکتفاء نہ کرتے۔ ابتدا ہی سے مخصوص سانچہ میں ڈھل کر مستقبل کے قائدو ناخدائے ملک وملت بننے کا بے قرار جذبۂ دلوں میں پیدا کر دیتے اور آپ کی تدریس وتقریر کا عام مزاج و پیغام یہ ہوتا کہ۔

ہویدا آج اپنے زخم پنہاں کر کے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....75

جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے
تری تاریک راتوں میں اجالا کر کے چھوڑوں گا

بہت سے مواقع پر آپ کا درس درد وکرب اور قلب کے پنہاں اضطراب وبے چینی کا آئینہ دار ہوتا اور اس سے سوز دل کی بو آتی جس سے قلب براہ راست متأثر ہوتا۔انداز فکر میں تبدیلی پیدا ہوتی۔خفیہ صلاحیتیں بیدار ہوتیں۔ذوق وشوق کو مہمیز لگتی۔احساسات وخیالات میں تلاطم برپا ہوتا۔اور یہی تلاطم آگے چل کر ہنگامۂ محشر کا روپ دھار لیتا۔

وعظ وتقریر کا انداز خالص ناصحانہ وعالمانہ ہوتا۔آج کل عام رواج ہو گیا ہے کہ جلسے گیارہ بجے شروع ہو کر دو تین بجے تک ختم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے فجر کی نماز اکثر خطرے میں پڑ جاتی ہے۔اسے آپ سخت ناپسند فرماتے اور بحمدہٖ تعالیٰ جہاں بھی جاتے خود سے اٹھتے اور باجماعت فجر کی نماز ادا فرماتے کیوں کہ صبح خیزی ان کی عادت تھی۔ ذکر وفکر اور نالۂ شبینہ آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔

کیا عجب میری نواہائے سحر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے

آپ کی تقریر مسجع ومقفی عبارتوں اور پیشہ ور مقررین کے قصے کہانیوں، لچھے دار باتوں اور بے سروپا نکتوں سے یکسر خالی ہوتی۔سیدھے سادے انداز میں ترغیب وتشویق اور ترہیب وتخویف فرماتے۔پُرحکمت باتیں اور عالمانہ نکات ہوتے۔نہ غیر متعلق باتیں ہوتیں نہ وقت گذاری کے حیلے۔نام ونمود وتحسین وآفریں کے جذبہ سے خالی ہو کر پوری تقریر قرآن وحدیث واقوال سلف صالحین کی روشنی میں ہوتی۔اخلاص ودردمندی کا اظہار ایک ایک جملہ سے ہوتا جس کا اثر یہ ہوتا کہ بہت سی زندگیوں کے دھارے بدل جاتے۔دلوں کا عالم زیروزبر ہونے لگتا۔اور ان کے کردار وعمل میں انقلاب عظیم رونما ہو جاتا۔

آپ کے ارادت مندوں کا وسیع حلقہ ہے۔ایک مرشد کی حیثیت سے آپ نے اذہان وقلوب کی تطہیر، اخلاق کی درستگی، اعمال وافعال کی اصلاح، اسلامی شعائر وآداب کی حفاظت وپاسبانی، جذبۂ خدمت خلق، پابندیِ صوم وصلوٰۃ کی جو روح اپنے حلقۂ

ارادت میں پھونکی اور انہیں اسلام وایمان کے لئے جینے کا جو جذبہ پیدا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

ایک کامل شیخ ومرشدِ طریقت کی طرح آپ نے ان کی رہنمائی کی۔ متصوفۂ زمانہ کی طرح ظاہری سامانِ کشش کا اہتمام نہ کرتے بلکہ متصوفہ اور خودنما پیروں کے نمائشی رنگ وروغن، اپنی تقدس مآبی کی داستان سرائی، خود ساختہ فضائل ومناقب، اور طرح طرح کی ان کی عیاریوں ومکاریوں سے سخت متنفر ونالاں تھے۔ آپ کے پاس نہ تو کوئی ظاہری وجاہت تھی اور نہ بے جا شان وشوکت، نہ زہد وپارسائی کا اظہار واعلان، صرف دین داری، خداترسی، سادگی، بے نفسی، عبادت وریاضت اور علم وحکمت کی دولت آپ کے پاس تھی۔ اور بس۔ لیکن خدا جانے آپ کی زبان میں کیا تاثیر اور چہرے پر کیسی سنجیدگی اور کتنا وقار برستا تھا۔ نظر میں کتنی حیا تھی اور فطرت میں کتنی سلامتی تھی کہ جو سامنے آتا اس کا دل آپ کی طرف مائل ہوتا اور کھنچنے لگتا۔ باعمل مرشدوں کی طرح مناہی ومنکرات کے ارتکاب اور بے راہ روی سے دور رہ کر ارشاد وہدایت اور تبلیغ دین کرتے۔ حرص وطمع کا شائبہ تک نہ تھا اور نہ جی حضوری اور قدم بوسی کی خواہش۔ سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چل کر توفیق الٰہی کے ساتھ آپ نے اصلاحِ اعمال وتطہیر قلوب کا فریضہ انجام دیا۔

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق
مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ وآزادہ معانی میں دقیق
اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال کے محرم نہیں یارانِ طریق

حافظ ملت کی پوری زندگی متحرک وفعال تھی۔ وہ وقت کے تقاضوں کو بھی نظر میں رکھتے۔ کش مکش حیات سے فرار اور آرام طلبی وعیش کوشی تو انہوں نے جانا ہی نہ تھا۔ نگاہوں میں آفاقی انداز اور دل میں آفاق گیری کے حوصلے تھے۔ وہ منزل کو بھی جادۂ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....76

منزل سمجھتے تھے۔ گردش روزگار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کیا کرتے۔ ضروریات زمانہ پر بھی ان کی نظر ہوتی اور ان کی فکر وعمل کا کارواں متحرک زندگی کے دوش بدوش چلتا۔

تو اسے پیمانۂ امروز وفردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

حافظ ملت جمود وتعطل کا بت توڑ کر جدتِ افکار اور حدت کردار پیدا کرنے کے خوگر تھے۔

مدارس اسلامیہ حن پر ایک مدت سے یہ الزام ہے کہ۔

کس کو معلوم ہے ہنگامۂ فردا کا مقام
مسجد ومکتب ومیخانہ ہیں مدت سے خموش

چونکہ آپ ایک مصلح امت ومفکر ملت تھے۔ آپ کا قلب مضطر قوم مسلم پر چھائے ہوئے ادبار وانحطاط کے غم میں غلطاں وپیچاں تھا۔ اور یہ حقیقت پسندانہ فریاد آپ کو بار بار آواز نہ دے رہی تھی کہ۔ ع

دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

مدرسہ جو شاہین صفت نوجوانوں کی تربیت گاہ ہے جس سے فکر ونظر کو پختگی اور جلا ملتی ہے۔ جس کے اقبال وانحطاط کے اثر سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے۔ ایک ایک فرد پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے فروغِ دین اور اصلاحِ امت کے لئے تعلیمی شعبہ سے حافظ ملت نے انقلاب انگیز اقدامات کیے۔ اور وقت کی ضروریات اور اس کے مسائل کی عقدہ کشائی کے لئے اپنے ذہن وفکر کی بہترین صلاحیتیں صرف کیں۔ انہوں نے جامع اور ہمہ گیر منصوبہ کے تحت الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی بنیاد ڈالی۔

''منزل کی طرف لگا تار پیش قدمی اور مقصد کے ساتھ والہانہ عشق کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہوں تو اس وقت حافظ ملت کی بے قرار زندگی کا تماشا دیکھئے۔ زیر تعمیر جامعہ کی تکمیل کا جذبۂ شوق ان کی ساری ہستی پر سایۂ رحمت کی طرح چھا گیا ہے۔ ہر طرف سے یکسو ہو کر اب صرف ایک مقصد ان کے پیش نظر ہے۔ ایک ہی غم ہے جس نے انہیں سارے غموں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور وہ ہے دین کے مستقبل کا

غم۔ کامیابیوں کی سب سے بڑی ضمانت ان کا وہ یقین محکم ہے جو مشکلات کی بے پناہ مزاحمتوں کے باوجود آج تک گھائل نہیں ہوسکا''۔ (ص ۱۰ الجامعۃ الاشرفیہ ۹۳ھ مطبوعہ مبارکپور)

رائج الوقت نصاب تعلیم میں حذف واضافہ کرکے اسے مزید مفید وموثر بنانے کے لئے علماء ودانش وروں پر مشتمل ایک بورڈ کی آپ نے تشکیل کی۔

''زیر تعمیر جامعہ کے ذریعہ ہم ایک ایسا جامع اور قابل قبول نظام تعلیم بروئے کار لائیں گے جو ہمارے طلبہ میں منقولات ومعقولات کی ٹھوس قابلیت اور دینی فکر وبصیرت کے ساتھ ساتھ نئے دور کے مسائل پر بھی قابو پانے کی صلاحیت پیدا کرے۔ اور الحاد ومادیت کے مقابلے میں اسلام کی صحیح نمائندگی کرنے کا حوصلہ عطا کرسکے''۔ (ص ۱۳، الجامعۃ الاشرفیہ ۹۳ھ)

تجھ کو خبر نہیں ہے کیا؟ رسم کہن بدل گئی
اب نہ خدا کے واسطے ان کو نئے مجاز دے

حافظ ملت قدس سرہٗ نے نصاب تعلیم میں انگریزی کو لازم قرار دیا اور اپنے دور ہی میں اس کی تعلیم کے انتظامات بھی مکمل فرمائے۔ اور بہت سے تقریری وتحریری بیانات میں اس امر کو واضح فرمایا کہ:

''الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر کا مقصد یہ ہے کہ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، ہندی ان پانچ زبانوں میں یہاں کے فضلاء ماہر وعالم بن کر نکلیں اور جہاں بھی رہیں اسلام وسنیت کی خدمات پوری جامعیت وکمال کے ساتھ انجام دیں''۔

کئی ایک صوبوں میں خود مسلمان بھی ہندی لکھتے بولتے ہیں۔ ان کی رہنمائی اور احکام ومسائل سے واقفیت کے لئے بھی اس زبان میں مناسب مواد ہونا ضروری ہے۔ حافظ ملت نے اس جانب اپنی توجہ مبذول فرمائی۔ اس کی موجودہ اور آئندہ اہمیت کے پیش نظر اپنے منصوبہ میں اسے ایک خصوصی جگہ دینے کا اعلان فرمایا۔ اس جانب ہندوستان کے دوسرے مسلم اداروں اور دانش گاہوں کو جلد تر خصوصی توجہ دے کر موثر ومفید اقدامات کرنے چاہئیں۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....77

قلم کی طاقت ایک مسلم حقیقت ہے۔ بالخصوص اس دور جدید کے ذرائع نشر واشاعت میں اسے سب سے ہمہ گیر طاقتور، موثر، دور رس اور دیرپا مانا گیا ہے۔ اور دنیا کی متمدن قومیں اس کے ذریعہ ذہنوں پر قبضہ جماکر اپنی تہذیب ومعاشرت، اپنی زبان، اور اپنے نظریات وخیالات کو دوسروں پر مسلط کرتی جارہی ہیں۔ اپنے علوم وفنون، قومی روایات، ملکی مزاج، لسانی خصوصیات اور اپنے مشاہیر کے کارناموں کو اپنی اور دوسری عالمگیر زبانوں میں منتقل کرکے انقلابات کے منصوبے تیار کیے جاتے ہیں۔ اپنے مشن کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اور یونیورسیٹیوں، کالجوں، اداروں، درسگاہوں، دانش کدوں نیز مختلف شعبہ ہائے حیات کے ممتاز لوگوں کے ذہن ودماغ کو شعوری وغیر شعوری طریقوں سے متاثر کرنے کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں۔

حافظ ملت نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا کہ اہل سنت وجماعت کی توجہ تقریباً نصف صدی سے اس میدان کی طرف روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔ قلم کا سرچشمہ خشک ہوتا جارہا ہے۔ دوسرے کاموں کی طرف ہمارا انہماک زیادہ بڑھ چکا ہے اور اغیار اس شعبے میں اپنی محنتوں، کوششوں اور مسلسل جانفشانیوں سے اردو ودیگر صوبائی زبانوں کے علاوہ عربی زبان کے ذریعہ روز بروز سیلاب کی طرح بڑھتے جارہے ہیں اور کوئی ایسی چٹان حائل نہیں ہوتی جو اس کا دھارا پلٹ کر اسلام وایمان کی برکتوں سے بزم گیتی کو متمتع وفیض یاب کرے۔ پیاسی ہوئی انسانیت کو سیراب کرے اور علم وفن کے اجالے میں اقوام عالم کی قیادت کرسکے۔

مخصوص مسلکی حیثیت سے بھی دیکھا جائے تو امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ جن کی حیات کا ورق ورق روشن وتابناک ہے۔ جو بیک وقت مفسر ومحدث بھی تھے اور متکلم وفقیہ بھی۔ مفکر وفلسفی بھی تھے اور ادیب وشاعر بھی، اور دینی ومذہبی مصلح ورہنما بھی۔ جنہوں نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ خدمت دین کے لئے اپنی پوری حیات وقف کردی۔ اور ماضی قریب میں ان جیسا عظیم مصنف پیدا نہیں ہوا لیکن ہماری طرف سے ہونے والے ہزاروں جلسوں، کانفرنسوں اور عرسوں کے باوجود ان کی زندگی کے ایک

ایک گوشۂ جمیل کا ذکر، اور سیر حاصل بحث تو ایک طرف نصف صدی سے زائد کا طویل عرصہ گذر جانے کے بعد بھی تادمِ تحریر کوئی ایسی سوانحی کتاب دنیا کے سامنے نہ پیش کی جاسکی جو کسی حد تک بھی جامع اور ان کی شایانِ شان ہو۔ افسوس ہے اپنی اس جامد اور غیر متحرک زندگی پر۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

لیکن اربابِ ہمت محوِ غم دوش نہیں ہوتے وہ فکر فردا ہی کیا کرتے ہیں۔ ؎

کارِ امروز بفردا مگذار اے آسی
آج ہی چاہیے اندیشۂ فردا دل میں

حافظ ملت کے سامنے جب بھی اس موضوع پر گفتگو ہوتی وہ اپنے درد وکرب کا اظہار فرماتے اور ساتھ ہی ساتھ کچھ کام کرنے کی ترغیب دیتے اور حوصلہ افزائی و رہنمائی بھی فرماتے۔ راقم سطور نے بارہا اس طرح کے ضروری اور اہم موضوعات پر حافظ ملت قدس سرہٗ سے ہدایت و رہنمائی حاصل کی۔

ایک موقع پر جب کہ اس طرح کی تفصیلی گفتگو ہو رہی تھی، حافظ ملت نے بڑے عزم اور جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ ''میرے نزدیک ان سب کا جواب الجامعۃ الاشرفیہ ہے۔ ان شاء اللہ کام ہوگا۔ اور اسی سے سب کچھ ہوگا''۔

معیاری دینی و علمی اور فنی و تحقیقی کتب و مقالات کی تصنیف و تدوین اور بذریعۂ تحریر اصلاح اعمال و عقائد کے لئے حافظ ملت نے الجامعۃ الاشرفیہ کا شعبۂ نشریات قائم فرمایا۔ چند ایک کتابیں اس کی طرف سے شائع بھی ہو چکی ہیں۔ صحافتی معیار کے مطابق ایک ماہنامہ بھی بنام ''اشرفیہ'' بڑی آب و تاب کے ساتھ فروری ۱۹۷۶ء سے شائع ہو رہا ہے اور مفید خدمات انجام دے رہا ہے۔ ان شاء اللہ آنے والے ایام میں حافظ ملت کی اس تحریک اور ان کے عزائم کی تکمیل کے اسباب کسی نہ کسی راہ سے فراہم کریں گے۔ اور آج جسے ایک خواب پریشاں سے زیادہ حیثیت نہیں دی جاسکتی کل وہ ایک زندہ حقیقت کا روپ دھارلے گا۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....78

میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی
بیاتا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم وطرح دیگر اندازیم

حافظ ملت نے اپنے تلامذہ کے اندر ایسی بے قرار روح پھونک دی ہے کہ وہ بیرون ملک بھی وقت کے خارجی اور داخلی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اپنی رفتار تیز اور اپنے دائرۂ عمل کو وسیع تر کر سکیں۔

اس ضمن میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ جس کے ذمہ داروں میں حافظ ملت کے کئی تلامذہ بھی ہیں۔ اور قلب یورپ سے ان کی اذان اور تکبیر مسلسل کی صدائیں فرنگی درو دیوار سے ٹکرا کر انہیں خواب غفلت سے بیدار کر رہی ہیں۔

اس ادارہ کو جن اغراض و مقاصد کے ساتھ قائم اور مربوط کیا گیا وہ یہ ہیں۔

(الف) عالمی سطح پر ایک اسلامی تبلیغی نظام کا قیام
(ب) مسلم معاشرے میں دینی زندگی کی ترویج
(ج) مسلمانانِ عالم کے درمیان رابطۂ اخوت اسلامی کا استحکام
(د) اسلامی تبلیغ کی قائدانہ صلاحیت پیدا کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی تربیتی مرکز کا قیام (زبان عربی، انگریز، فرنچ)
(ہ) گمراہ کن افکار و تحریکات سے نسل اسلامی کا تحفظ (ص۵ سکریٹری رپورٹ پیش کردہ ۲۱؍ اپریل ۱۹۷۴ء دفتر ورلڈ اسلامک مشن ۶۸/۶۹، ساؤتھ فیلڈ اسکوائر، بریڈفورڈ نمبر۸، یارک شائر، انگلینڈ)

ارباب ادارہ کا سینہ عزم و حوصلہ سے پُر اور ان کا ایک ایک لفظ ان کے اذعان کی ایک منھ بولتی تصویر ہے۔ انہیں خدا کی ذات سے یقین ہے کہ۔

''ایک نہ ایک دن چند افراد کا یہ دستہ ایک عظیم قافلے میں تبدیل ہو جائے گا۔ اسلام کے عالمگیر فروغ کے جذبہ میں ہم جہاں تک پہنچے ہیں اب وہاں سے ہماری واپسی ناممکن ہے۔ اب یا تو ہمارا سفینہ حجاز کے ساحل سے ٹکرا کر چور چور ہو جائے گا یا پھر

سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے زمین کے کناروں تک اپنے آقا کی عظمتوں کا پرچم لہرائیں گے۔(ص ۱۳، سکریٹری رپورٹ، ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ)

کاش ان کی اسلامی فیروز مندیوں کی تنویر کرۂ ارض پہ پھیل جائے۔ اور ایک ایک متنفس اسی عشق ویقین کے ساتھ نغمہ سنج وزمزمہ خواں ہوجائے کہ روح انسانیت جھوم اٹھے اور مسلمانوں کا خورشید اقبال ایک بار پھر افق عالم پہ منور وضوفشاں ہوجائے۔ ؎

سرشکِ چشمِ مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا
کتاب ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ وبر پیدا

عربی، رب کائنات کی منتخب زبان جس میں صحیفۂ آسمانی قرآن مجید کا نزول ہوا جسے رسول خدا وسرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہونے کا فخر حاصل ہے۔ جو صحابۂ کرام اور ہمارے اسلاف کی بھی زبان ہے اور جو دم واپسیں کے بعد قبر اور حشر ونشر سے لے کر ابدالاباد تک ''باغِ فردوس'' کی بھی زبان ہے۔

مدارس اسلامیہ جو اس کے سچے وارث وجانشین ہیں۔ ان کی ابتدا وانتہا اسی زبان سے ہے۔ اور اسلامی وعربی سرمایہ کی تحصیل میں پوری عمریں صرف کردی جاتی ہیں۔ لیکن یہ ایک حیرت انگیز اور افسوس ناک حقیقت ہے کہ اتنا سب کچھ کر لینے کے بعد بھی طلبہ بلکہ علماء کو بھی عربی لکھنے اور بولنے پر قدرت نہیں ہوپاتی۔ یہ ہندوستان کا نادر ونایاب اور تاریخی تجربہ ہے۔ کسی دوسری زبان کے ساتھ دنیا کے کسی گوشہ میں شاید ہی ایسا دلچسپ حادثہ ہوا ہو۔ اس عدم قدرت میں ''قدیم عربی'' اور ''جدید عربی'' کی کوئی تخصیص نہیں۔

''یہ بالکل امر واقعہ ہے کہ آج ہماری درس گاہوں سے جو طلبہ فارغ ہوکر نکل رہے ہیں وہ عربی کے فاضل ہونے کے باوجود عربی زبان نہ لکھنے پر قدرت رکھتے ہیں نہ بولنے پر۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے یہاں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ اس لئے ہم نے طے کرلیا ہے کہ مجوزہ عربی یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم عربی ہوگی۔ اور اس کے ساتھ جدید (اصطلاحات واسالیب) عربی سے بھی عملاً اپنے طلبہ کو روشناس کرائیں گے۔ تاکہ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....79

(خدمت دین وعلم کے ساتھ) بلاد عرب کے کروڑوں انسانوں سے وہ افہام وتفہیم کا رابطہ قائم کرنا چاہیں تو کرسکیں۔(ص ۱۳- الجامعۃ الاشرفیہ مطبوعہ مبارکپور ۹۳ھ)

حافظ ملت کی عقابی نگاہیں ان سب ضروریات کو دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اس کے لئے باقاعدہ کوششیں کیں کہ درسگاہوں کی اس عظیم کمزوری کو جلد تر دور کیا جائے۔ انہوں نے مفید ترین اقدامات بھی کیے۔ اور عربی ادب کی تحصیل کے لئے چند منتخب طلبہ کو آمادہ کرکے اس کی تکمیل کا انتظام فرمایا۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ پوری جاں فشانی کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کرچکے ہیں۔

اس کام کے لئے حافظ ملت نے چند طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ ازہر مصر بھیجنے کا بھی قصد فرمایا تھا۔ افسوس کہ آپ کی زندگی میں یہ کام مکمل نہ ہوسکا۔

راقم سطور (جب کہ جامعہ اشرفیہ میں شعبۂ ادب عربی کی خدمت پہ مامور تھا) سے حضرت حافظ ملت نے خود متعدد بار ارشاد فرمایا کہ ''آپ نہایت محنت وجاں فشانی سے اپنے فرائض انجام دیجئے۔ اور کوشش کیجئے کہ طلبہ کا عربی ذوق زیادہ سے زیادہ بیدار ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اشرفیہ کی زبان آئندہ سالوں میں خالص عربی ہوگی۔ اور اسے ہی ذریعہ تعلیم بنایا جائے گا''۔

''مختلف علوم وفنون میں سے کسی خاص فن میں تحقیق وتخصیص کے درجات قائم کرکے امتیازی وانفرادی قابلیت کے افراد پیدا کرنا ہمارا سب سے اہم مقصد ہے۔ تاکہ مختلف علوم وفنون میں محققانہ بصیرت رکھنے والے اساتذہ ہماری درسگاہوں کو مل سکیں جن کا سلسلہ اب ختم ہوتا جارہا ہے۔ اسی طرح ہم عربی ادب کے ساتھ انگریزی وہندی دونوں زبانوں میں مہارت رکھنے والے علماء پیدا کریں گے تاکہ اسلامیات کا ذخیرۂ تحریر وتقریر ہر دو زبانوں میں منتقل کرلیں۔(ص ۱۴، الجامعۃ الاشرفیہ ۹۳ھ)

حافظ ملت نے جس طرح اپنے اخلاق وکردار کے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں اسی طرح ان کے ہمہ گیر اور آفاقی ذہن وفکر کی جولانیاں اور اسکے اثرات بھی بڑے وسیع، بہت گہرے اور متعدد الجہات ہیں۔ ان کی پوری زندگی حرکت وانقلاب کی ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس کا ورق ورق عزم وحوصلہ، جہد مسلسل، یقین واذعان اور صبر وثبات کا

پیغام دے رہا ہے۔ انہوں نے اپنے تصلب فی الدین اور جرأت مرد مومن کی اعلیٰ
مثالیں بھی چھوڑیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اور وقت کے جائز تقاضوں کی تکمیل
کی راہیں بھی ہموار کی ہیں۔ وہ گفتار و کردار میں اللہ کی برہان اور ہماری ملی تاریخ کی قیمتی
امانت ہیں۔ ان کی حیات کے سارے گوشے اپنے اندر ایک مثالی اور تاریخی شان رکھتے
ہیں۔ ان کی کشتیِ حیات یاس و ناامیدی کا سینہ چیرتی اور تلاطم امواج سے بچتی ہوئی
ساحل مقصود تک پہنچی۔ ان کی زندگی سرتاپا ایک پیغام تھی ارباب بصیرت کے لئے۔ اور
انہوں نے اپنی بے قرار زندگی کا لمحہ لمحہ ذہن و فکر کی تعمیر میں صرف کر دیا۔ اور سیکڑوں افراد
کو اپنی مثالی زندگی کا آئینہ دار بنایا۔ آپ نہ یہ کہ خود فکر و عمل کے طائر بلند پرواز تھے اور
بہت سے میدانوں میں نئی روشیں اور نئے مناہج و اسالیب پیدا کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے
بلکہ شوق جستجو کا اضطراب مسلسل اپنے تلامذہ میں بھی چھوڑتے گئے۔ ؎

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کر دے

آپ کا یقین و اعتماد اتنا راسخ اور مستحکم تھا کہ مزاحمتوں کے شدید ہجوم میں بھی متزلزل
نہ ہوتا۔ اور منزل کی طرف لگاتار پیش قدمی کی راہ میں مشکل ترین رکاوٹوں سے بھی آپ
کی پیشانی پر بل نہ آتا۔ یہی وہ خصوصیت تھی جس نے ہر منزل اور موڑ پر آپ کو کامیاب
و کامران رکھا۔ سنگلاخ زمینوں اور پر خار وادیوں سے بھی آپ کے شوق منزل رسی کی
تکمیل کی راہیں نکل ہی آئیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اثر تو پیدا ہی ہو جاتا ہے۔ ع

جب اس نگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....80

حافظ ملت ایک کثیر التلامذہ شخصیت

سرزمین ہند اس حیثیت سے بڑی زرخیز ہے کہ جب سے یہاں اسلام کا قدم پہنچا اور
دلوں کے آفاق پر اس کی ضیا باریاں شروع ہوئیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسی وقت سے
اس کی خاک سے ایک سے ایک عظیم اور قد آور اسلامی شخصیتیں جنم لیتی رہیں۔ علوم و فنون
کے شناور واداشناس پیدا ہوتے رہے۔ اور مختلف شعبہ ہائے فضل و کمال میں اپنی مہارت
و عبقریت کے نقوش ثبت کرتے رہے جنہیں گردش زمانہ مٹاتے مٹاتے بھی نہ مٹا سکی۔

تخت سلطنت ہو کہ میدان کارزار، مسند ارشاد ہو کہ بزمِ عرفان، اسلامی درس گاہیں
ہوں کہ علمی و فنی ادارے، شعبۂ تصنیف ہو کہ اختراع و ایجاد اور ذہانت و فراست کی
روایتیں، ہر میدان کے مرد اپنے پورے فضل و کمال کے ساتھ شرق و غرب میں آفتاب
و ماہتاب بن کر چمکے اور اپنے عظیم و ناقابلِ فراموش کارناموں پر ساری دنیا سے وہ خراج
تحسین حاصل کرتے رہے۔

ان جلیل القدر شخصیتوں میں ایسے افراد کی ایک کثیر تعداد ہے جو اپنی ذات سے
ایک انجمن تھے۔ اور وہ ایک فرد نہیں ایک پوری جماعت بلکہ ایک عہد کی حیثیت رکھتے
ہیں۔ ان کے فیض سے ایک عالم سیراب ہوا۔ اور اپنے ذوق و صلاحیت کے مطابق ہر
شخص نے ان سے استفادہ و اکتساب فیض کیا۔

لیکن بہت سے ایسے حضرات بھی نظر آئیں گے جن کے فضل و کمال نے کسی ایک
محدود طبقہ ہی کو سیراب کیا۔ اور ان سے عمومی افادہ و فیض رسانی کی کوئی راہ نہ نکل سکی۔ اس
فن کے طالبین ہی ان سے مستفیض ہوتے رہے۔ یا صرف عوامی پیمانے پر انہوں نے
اپنی خدمت و میدان کار کو محدود رکھا۔ ایسے حضرات کم نظر آئیں گے جن کی شخصیت
اصحابِ علم و فضل اور عامۃ الناس ہر ایک کے لئے یکساں مفید ہو۔

زمانہ جوں جوں گذرتا گیا۔ انحطاط و جمود کا سایہ بھی دراز ہوتا گیا۔ ہمتیں

پست ہوتی رہیں، دامن افادہ واستفادہ سمٹتا گیا۔ اور ایسے لوگ ایک ایک کر کے اٹھتے گئے جن کے آفتاب علم کی تابشیں بیک وقت بے شمار قلوب کو یکساں منور ودرخشاں کر سکیں۔

دورِ حاضر کے بیشتر علماء کرام بھی کچھ اسی طرح کے خانوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ گنے چنے افراد ہی اس عام اثر سے محفوظ ہیں۔ اگر کوئی اپنے فن کا ماہر ہے تو کسی دوسرے کو خاطر میں لانا اپنے لئے کسر شان سمجھتا ہے۔ زہد وعبادت کا غلبہ ہے تو دنیاوی امور سے بے تعلق۔ اخلاص کی دولت وثروت حاصل ہے تو تدبر کی کمی۔ شہرت وعزت اور دولت وثروت حاصل ہے تو درد واخلاص کا فقدان۔ گہرائی وگیرائی ہے تو سکوت وجمود۔

ایسے نازک اور فیصلہ کن موڑ پر ہماری بے چین نگاہیں علماء کرام کے انبوہ کثیر میں ایسی جامع الصفات ہستی کو تلاش کرتی ہیں جو اس بلند معیار پر اتر سکے کہ اسے بزم علم ودانش کا مسند نشیں اور ہمہ گیر صلاحیتوں کا مالک قرار دیا جاسکے تو ہمارے پورے علم ومطالعہ کی روشنی میں صرف ایک نام سامنے آتا ہے جسے علماء متاخرین میں سب سے زیادہ جامع وہمہ گیر فضائل وکمالات کا حامل کہا جاسکتا ہے اور سب سے زیادہ فیض رساں شخصیت قرار دی جاسکتی ہے۔

اور وہ ذات گرامی یہ ہے۔ امام اہل سنت فقیہ اسلام مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

عرب وعجم کے ممتاز اکابر اور مشاہیر علماء دین کی پیشانیاں ان کے سامنے عقیدت واعترافِ حقیقت سے خم نظر آتی ہیں اور شرق وغرب میں ان کے علم وفضل کی گونج سنائی دیتی ہے۔ خداداد ذہانت وفطانت اور پچاسوں علوم وفنون میں مہارت سے جس طرح انہوں نے اپنی تحقیقات کے انمول جواہر بکھیر کر معرکۃ الآراء علمی ودینی مسائل ومباحث کی گرہیں کھولیں۔ عامۃ المسلمین کی ہدایت وارشاد، احقاق حق وابطال باطل کے لئے زبان وقلم کی صلاحیتیں صرف کیں۔ اسی طرح خارجی محاذ پر نیوٹن وڈارون اوران کے فلسفہائے باطلہ کے پرخچے بھی اڑا دیئے۔ اور رافضیت وقادیانیت اور وہابیت وغیرہ کے فتنوں کی بیخ کنی اور سدباب کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ عزت وعظمت اور خدا

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....81

دادِ مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ عالم اسلام کے مشاہیر علماء ومشائخ نے آپ سے نسبت وارادت کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھا۔

ان کے خرمن فضل وکمال کے خوشہ چینوں کا بھی کچھ ایسا ہی حال رہا۔ خلفاء وتلامذہ کی طویل فہرست ہیں۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ یہ دو شخصیتیں ایسی ہیں جن کا علمی وتدریسی فیضان اپنے وقت میں بے مثال تھا۔ اور غیر منقسم ہندوستان کے اکثر علماء کرام انہیں دو حضرات کے دامنِ فیض سے وابستہ نظر آتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ کی جلالت علمی کلا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپ کے بارے میں خود امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ارشاد گرامی کچھ اس طرح ہے۔

''امجد علی کو درس نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس حاصل ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت بلند ہے''۔

آپ کے شفیق استاد حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی نے فرمایا۔

''مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے''۔

اور استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رام پوری آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں''۔

اساتذۂ کرام کے یہ گراں قدر تأثرات آپ کے وفور علم کی وقیع شہادت اور ضمانت ہیں۔ اسی طرح آپ کے معاصرین میں سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری بریلوی نے ایک موقع پر فرمایا۔

''مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہورہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے''۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''یہ اعلیٰ حضرت کے احبّ الخلفاء ہیں''۔

نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے اپنے مدرسہ سعیدیہ ریاست

دادون ضلع علی گڑھ (۵۷،۱۳۵۸ھ روداد) کے سالانہ جلسہ میں آپ کے بارے میں اپنا یہ تأثر بیان کیا۔

''میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں۔ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں''۔

آپ کے چند مشاہیر تلامذہ یہ ہیں۔

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد لائل پوری علیہ الرحمۃ

شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمۃ

حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز مراد آبادی ثم مبارکپوری علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ، مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا قاضی شمس الدین جعفری جونپوری علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا رفاقت حسین مظفر پوری علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا مبین الدین امروہوی علیہ الرحمۃ وغیرہم۔

آج مسلمانوں کی علمی و دینی قیادت و رہنمائی کی باگ ڈور انہیں کے تلامذہ کے ہاتھوں میں ہے۔اور ملک کی تقریباً تمام اسلامی درسگاہوں میں بالواسطہ یا بلا واسطہ انہیں کا فیض تقسیم ہو رہا ہے۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے مذکورہ تمام شاگردوں میں ایک سے ایک آفتاب و ماہتاب اور اپنے اپنے فن کے امام اور مرد میدان ہیں۔لیکن آپ سے نسبت تلمذ رکھنے والوں میں وہ سر چشمۂ علم و حکمت جس کا دائرہ فیض سب سے زیادہ وسیع اور کثرت تلامذہ میں جس کو سب سے نمایاں حیثیت حاصل ہے وہ ہیں استاذ العلماء جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ الحاج عبد العزیز محدث مراد آبادی ثم مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)

اسی طرح محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری بھی کثرتِ تلامذہ اور وسعتِ فیض کے اعتبار سے سرزمین پاکستان میں اپنی مثال آپ ہیں۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....82

آج اگر آپ اپنے سنی ماحول میں اساتذۂ مدارس اسلامیہ، مصنفین و اصحاب قلم، خطباء و مقررین، حفاظ و قراء، اور عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کرنے والوں کا جائزہ لیں تو سب سے زیادہ تعداد انہیں کے در سے فیض یاب شخصیتوں کی ملے گی اور وہی ہر میدان میں نمایاں نظر آئیں گے۔

قدرت نے حافظ ملت کو علم و فضل، ذہانت و فطانت، تدبر و دانش مندی، عزم و استقلال اور صبر و ضبط کا جتنا وافر حصہ عطا فرمایا تھا وہ آج کے دور میں شاید ہی چند ہستیوں کو حاصل ہے۔یہ اپنی جگہ پر ایک مسلم حقیقت ہے کہ ہمارے اندر اخلاص و دردمندی کی کسک اور عہد جدید کی تعمیر کی بناء انہیں کے ہاتھوں کی ڈالی ہوئی ہے۔

انہوں نے ایک الگ اور تعمیری راستہ اپنایا اور اپنے لئے ایک نئی زمین کا انتخاب کیا۔وہ کام کے آدمی تھے، کام کے لئے پیدا ہوئے تھے اور صرف کام کو پسند کرتے تھے۔ خود اکثر فرمایا کرتے تھے۔

''وہ زندگی ہی کیا جو کسی کام کی نہ ہو اور جس میں کوئی حرکت و انقلاب نہ ہو''۔

اسی طرح یہ جملہ ارشاد فرماتے ہوئے بھی اکثر سنا گیا ہے کہ

''زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام''۔

کسی ایک منزل پر پہنچ کر رک جانا اور اسے اپنی تگ و دو کی معراج سمجھ لینا آپ نے سیکھا ہی نہ تھا۔آپ راستہ کی مشکلات اور چند در چند مسائل میں الجھ کر رہ جانے کی بجائے ''وقت کم اور کام زیادہ'' کے قائل تھے۔

مبارکپور میں تشریف آوری کے بعد ہی سے جس طرح آپ علماء و فضلاء کی فوج تیار کرنے کو اپنا اہم فریضہ سمجھ کر اس راستے پر گامزن رہے۔اسی طرح تعمیری امور اور تعمیراتی کاموں کی طرف بھی ہمیشہ توجہ رکھی۔اور مسلمانوں کو ایسے کاموں کے لئے ترغیب دیتے رہے۔دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور کی شاندار عمارت، پُرشکوہ و باوقار مسجد راجہ مبارک شاہ اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی فلک بوس عمارت جو آج ہندوستانی مسلمانوں کی مرکز توجہ بن چکی ہے۔ان کی تعمیر میں جس طرح آپ نے اپنا چین و سکون اور آرام و راحت قربان کیا ہے اس کی مثال کم از کم اس دور میں مشکل سے ہی ملے گی۔

تعمیر اور صرف تعمیر آپ کا پیغام تھا خواہ وہ ذہن وفکر کی تعمیر ہو یا کسی اور چیز کی۔ تعمیر کی طرف صفتِ سیلِ رواں آپ بڑھتے اور لپکتے رہے۔

اپنی ذات کو آپ نے علماء وفضلاء اور عامۃ المسلمین کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند اور نفع بخش بنانے کی کوشش کی۔ اور خدائے قدیر نے آپ کو اس نیک اور مفید ونتیجہ خیز مقصد میں بے پناہ اور قابلِ صد رشک کامیابی بھی مرحمت فرمائی۔

چالیس سال تک اپنی درسگاہ میں بیٹھ کر اپنے علم وحکمت کے موتی لٹاتے رہے اور ملک وبیرون ملک کے تشنگانِ علوم نبوت کو سیراب کرتے رہے۔ اہل علم کا آپ نے ایک اتنا طاقتور دستہ تیار کیا جو ہر محاذ پر اپنے دست وبازو آزما سکتا ہے۔

آپ کی درسگاہ سے اتنی کثیر تعداد میں علماء کرام پیدا ہوئے کہ آج ہم ان کی طویل فہرست دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔

یہاں آپ کے منتخب تلامذہ کی ایک فہرست درج کی جا رہی ہے جسے دیکھنے کے بعد آپ صحیح طور پر ہمارے خیالات وتاثرات کی تصدیق کر سکیں گے۔

چند مشاہیر تلامذہ: مولانا عبدالرؤف بلیاوی، مولانا مفتی عبدالمنان اعظمی، مولانا محمد محبوب اشرفی مبارکپوری، مولانا مفتی شریف الحق امجدی، مولانا قاری محمد عثمان اعظمی، مولانا قاری محمد یحییٰ مبارکپوری، مولانا محمد شفیع اعظمی، مولانا بدرالدین احمد رضوی، مولانا صوفی نظام الدین بستوی، مولانا مظہر ربانی باندوی، مولانا محمد کاظم علی بستوی، مولانا عبداللہ عزیزی، مولانا خادم رسول گیاوی، مولانا حکیم نعیم الدین گورکھپوری، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری، مولانا عبیداللہ اعظمی، مولانا محمد ادریس بستوی، مولانا باقر علی گیاوی، مولانا رحیم اللہ بلیاوی، مولانا عبدالشکور گیاوی، مولانا محمد احمد شاہدی، مولانا سید مقصود اشرف جائسی، مولانا محمد حنیف قادری بستوی، مولانا اعجاز احمد ادروی، ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی، مولانا محمود عالم مونگیری، مولانا عبیدالرحمٰن رشیدی پورنوی، مولانا عبدالقدوس مونگیری، قاری عبدالحکیم عزیزی، مولانا ظہیرالدین خاں رضوی، مولانا خلیل پٹھان شافعی، مولانا قاری تراب علی گونڈوی، مولانا سید محمد حسینی رایچوری، مولانا وارث جمال بستوی، مولانا انور علی بستوی، وغیرہم۔

اربابِ خانقاہ: مولانا سید مجتبیٰ اشرف کچھوچھوی، مولانا شاہ سراج الہدیٰ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....83

گیاوی، مولانا غلام آسی رام پوری، مولانا سید کمیل اشرف بسکھاری، مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی، مولانا سید محمد مدنی کچھوچھوی، مولانا مشاہد رضا پیلی بھیت، مولانا وجیہ الدین پیلی بھیت، مولانا سید اظہار اشرف کچھوچھوی، مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا عبدالحفیظ مرادآبادی، مولانا سید شمیم گوہر الٰہ آبادی، مولانا سید رکن الدین اصدق، مولانا سید اصغر امام قادری۔

اصحاب تحریر وصحافت: مولانا سید محمد جیلانی ایڈیٹر المیزان ممبئی، علامہ ارشد القادری، مولانا قمر الزماں اعظمی، قاری محمد عثمان اعظمی، مولانا محمد کامل سہسرامی، مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی، مولانا عبدالمبین نعمانی، مولانا محمد اسلم بستوی،

بیرون ملک: مولانا ظفر علی نعمانی (پاکستان) قاری مصلح الدین (پاکستان) مولانا خلیل اشرف (پاکستان) مولانا رضاء المصطفیٰ (پاکستان) مولانا جلال الدین احمد (بغداد) مولانا عبدالکریم (ترکی) مولانا محمد جیش (نیپال) مولانا بدر القادری مصباحی (ہالینڈ) مولانا ممتاز احمد (انگلینڈ) قاری محمد اسمٰعیل مصباحی (انگلینڈ) مولانا عبدالغفار (بنگلہ دیش) مولانا محمد محبوب خدا بخش (افریقہ) مولانا عبدالحمید (دوبئی)

حافظ ملت اپنے پیچھے علماء ربانیین کی اتنی عظیم جماعت تیار کر گئے جس کے بیشتر افراد درسگاہوں میں علم وحکمت کے موتی لٹانے والے بھی ہیں اور فن تصنیف وتالیف کے ماہرین بھی۔ میدان خطابت کے آتش نوا اور شعلہ بیان مقررین بھی ہیں اور بزمِ عشق وعرفان کے مسند نشین بھی۔ تدبر وسیاست کے آزمودہ کار سپاہی بھی ہیں اور اپنا خونِ جگر پلانے والے مخلصین بھی۔ ایوان باطل میں زلزلہ ڈال دینے والے مناظرین بھی ہیں اور آفاقی سطح پر پیغام اسلام پہنچانے والے مبلغین بھی۔ معقولات ومنقولات کی ٹھوس اور مستحکم صلاحیت رکھنے والے مدرسین بھی ہیں اور جدید علوم وآداب کے حاملین بھی۔ فقہی بصیرت رکھنے والے مفتیانِ عظام بھی ہیں اور شعر وسخن کے اداشناس بھی۔

ایسی عظیم شخصیت کا کیوں نہ بار بار اور جابجا ذکر کیا جائے اور اس کی شہرت وعظمت کے ترانے گائے جائیں جس نے ہزاروں ذہن ودماغ کو شعور وآگہی، ہزاروں دلوں کو حرکت وگرمیِ عمل، ہزاروں قلم کو تاب وتوانائی اور ہزاروں زبانوں کو قوتِ گویائی بخشی ہو۔

مجاہد ملت کا آئینۂ حیات

مجاہد ملت حضرت مولانا الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری عباسی (ولادت ۸/محرم الحرام ۱۳۲۲ھ ۲۱/مارچ ۱۹۰۴ء بروز شنبہ، وفات ۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ ۱۳/مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ) دھام نگر ضلع بالیسر صوبہ اڑیسہ کی سرزمین پر مولانا مظہر الحق متولی رؤفیہ اسٹیٹ (کٹک) کے فرزند جناب عبد المنان کے گھر متولد ہوئے اور چار سال کی عمر میں ہی یتیم ہو کر اپنے مشفق چچا جناب عبد الدیان کی کفالت اور آغوش تربیت میں پروان چڑھے۔ درجۂ آٹھ تک اسکول اور پھر مدرسہ حمیدیہ (دھام نگر) میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بچپن ہی سے آپ کے دل دماغ میں مذہبی رنگ غالب تھا۔ حضرت مولانا شاہ ظہور حسام مانک پوری کے درسِ تصوف نے آپ کو مزید صوفی مزاج بنا دیا۔ پھر آپ ہی کی ہدایت پر مجاہد ملت نے ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں داخل ہو کر اپنے سلسلۂ تعلیم کو آگے بڑھایا۔ یہاں آپ نے مولانا نجم الدین بہاری و مولانا عبد الرحمٰن بادشاہ پوری سے درس نظامی کی منتہی کتابیں پڑھیں۔

مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد حضرت مولانا عبد الکافی الٰہ آبادی (ولادت ربیع الاول ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء۔ وفات ۲۰/شعبان ۱۳۵۰ھ/۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء) نے اپنے استاد اور عم محترم حضرت مولانا عبد السبحان الٰہ آبادی کی یاد میں قائم فرمایا تھا۔ جامع مسجد الٰہ آباد کی تعمیر جدید بھی آپ ہی نے ۱۹۰۵ء میں کرائی تھی۔ اکبر الٰہ آبادی جن کو آپ سے شرف بیعت حاصل تھا ان کا یہ شعر اس زمانے میں کافی مشہور تھا۔

مسجدِ کافی کی شان آسمانی دیکھئے
خاکساروں کی بلندی کی نشانی دیکھئے

الٰہ آباد کے بعد دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی اور دیگر اساتذہ سے آپ نے منقولات و معقولات کی اہم ترین کتابوں کی تعلیم حاصل کی جہاں آپ کے رفقاء درس میں محدث اعظم پاکستان حضرت

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....84

مولانا محمد سردار احمد لائل پوری، صدر العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی، حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مبارکپوری، شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد جعفری جون پوری، مفتی اعظم کانپور حضرت مولانا رفاقت حسین مظفر پوری وغیرہم جیسے حضرات تھے۔

آخر میں صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی کی خدمت میں پہنچ کر چند کتابیں آپ سے پڑھیں اور آپ کے مدرسہ اہل سنت (جامعہ نعیمیہ) میں مدرس بھی ہوئے مگر کچھ دنوں بعد ہی حضرت مولانا عبد الکافی الٰہ آبادی کے انتقال کے بعد ۱۹۳۴ء میں الٰہ آباد واپس آکر مدرسہ سبحانیہ کے صدر مدرس ہو گئے۔

جن چند جلیل القدر علماء و مشائخ کرام سے آپ کو شرفِ درس و بیعت و اجازت و خلافت و استفادہ و استفاضہ حاصل ہے ان میں نمایاں اور مشہور نام یہ ہیں۔

حضرت مولانا عبد الکافی الٰہ آبادی (وفات ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۰ء) شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ وفات ۱۳۵۵ھ) حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قادری بریلوی (ولادت ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء وفات ۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ ۲۳/مئی ۱۹۴۳ء) قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی (ولادت ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۸ء وفات ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی (وفات ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی (وفات ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) مفتی اعظم حیدر آباد دکن حضرت مولانا عبد القدیر بدایونی (ولادت ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء وفات ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) فرزند تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر بدایونی۔ حضرت مولانا شاہ مصباح الحسن پھپھوندوی (ولادت ۱۳۰۴ھ وفات ۱۳۸۴ھ) فرزند حافظ بخاری حضرت سید شاہ عبد الصمد پھپھوندوی۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات نے سند حدیث سے نوازا تھا۔ آپ بیعت حضرت مولانا عبد الکافی سے تھے۔ متعدد بزرگوں سے کئی سلاسل اور حجۃ الاسلام سے جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

مجاہد ملت کے تلامذہ کی طویل فہرست میں منتخب اور معروف تلامذہ یہ ہیں۔ حضرت مولانا نظام الدین بلیاوی ثم الٰہ آبادی، حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی، حضرت مولانا عبد الرب حبیبی مرادآبادی، حضرت مولانا نعیم اللہ چھپراوی، حضرت مولانا عبد القدوس

حبیبی، حضرت مولانا عاشق الرحمٰن حبیبی، حضرت مولانا قاری مقبول حسین حبیبی۔

منقولات ومعقولات میں آپ معاصر علماء اہل سنت کے درمیان ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ بیعت وارشاد میں بھی آپ کا مقام بلند تھا۔ ردومناظرہ کے باب میں شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی اور آپ کا شغف وانہماک اور بے نظیر تعمق ومہارت کسے معلوم نہیں؟ یہی حال تنظیم وتحریک کے میدان میں بھی تھا۔ مسجد اعظم دریاباد الٰہ آباد اوراس کے اندر آپ کا قائم کردہ جامعہ حبیبیہ (مدینۃ العلم) آپ کی خصوصی یادگاریں ہیں۔ اسی طرح آل انڈیا تبلیغ سیرت اور خاکسارانِ حق کو متحرک وفعال بنانے اور شہر شہر تک پہنچانے میں زندگی بھر آپ سرگرم سفر رہے۔ اور بار بار قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہوتے رہے۔

برٹش حکومت کی طرف سے کسانوں پر آب پاشی ٹیکس عائد کیے جانے کے خلاف تحریک چلانے کی وجہ سے ۱۹۳۷ء میں گرفتار ہوکر بھدرک جیل (اڑیسہ) میں آپ ایک ماہ سے زیادہ رہے۔ خونین فسادات کے خلاف جنوری ۱۹۵۶ء میں غازی پور (اترپردیش) اور مئی ۱۹۵۶ء میں سلطانپور (اترپردیش) میں تقریر کرنے کی وجہ سے اگست ۱۹۵۶ء میں دھام نگر (اڑیسہ) سے گرفتار کرکے آپ کو غازی پور جیل (اترپردیش) پھر سلطانپور (جیل) میں قید کیا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں بھی آپ کو کٹک (اڑیسہ) میں ڈی آئی آر اور ۱۹۷۵ء میں ایمرجنسی کے دوران میسا کے تحت گرفتار کیا گیا۔ اس طرح کئی سال تک آپ کی زندگی جیل میں گذری۔

اکابر اہل سنت اور مجاہد ملت نے ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء میں آل انڈیا تبلیغ سیرت قائم کی اور مجاہد ملت کی غیر موجودگی میں علماء اہل سنت نے بریلی شریف میں آپ کو اس کا صدر منتخب کیا جسے آپ نے منظور کرتے ہوئے پورے اخلاص وسرگرمی کے ساتھ اسے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں پھیلایا اور جگہ جگہ اس کی شاخیں قائم کیں۔ مارچ ۱۹۵۴ء میں کلکتہ اور اپریل ۱۹۵۴ء میں پٹنہ کے اندر اس کی عظیم الشان کانفرنسیں ہوئیں۔ جون ۱۹۵۴ء میں ہزاری باغ (بہار) میں بھی ایک شاندار کانفرنس ہوئی۔ دسمبر ۱۹۵۵ء میں بخشی تالاب الٰہ آباد میں بھی اسی طرح کی ایک کانفرنس ہوئی۔

معاشرتی ورفاہی امور کی انجام دہی اور فسادات کی روک تھام کے لئے ۱۳۹۲ھ/

۱۹۷۲ء میں مجاہد ملت نے ''خاکسارانِ حق'' کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی اور اسے بھی ہندوستان کے مختلف حصوں میں متحرک وفعال بنایا۔

۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں آپ نے اپنے چچا وخسر جناب عبدالدیان کے ساتھ پہلا سفر حج وزیارت کیا۔ درمیان کے کئی اسفار کے بعد ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں آخری سفر حج کیا جس میں نجدی امام کی عدم اقتداء کی پاداش میں نجدی قاضی نے آپ کو ہندوستان واپس کردیا۔ اس سے پہلے کے ایک سفر حج کے موقعہ پر آپ کا اس مسئلہ میں مباحثہ بھی ہو چکا تھا۔

آپ کی حق گوئی وبے باکی کے ایسے درجنوں واقعات ہیں جن سے آپ کی ایمانی غیرت وحمیت اور اسلامی صلابت واستقامت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلامیہ ہال پٹنہ کے اجلاس تبلیغ سیرت ۱۹۵۴ء میں اکابر علماء اہل سنت کی موجودگی میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

''مسلمانوں پر آئے دن جو مظالم ہو رہے ہیں اور فسادات میں جس طرح ان کی خوں ریزی اور ان کے مال واسباب کی غارت گری ہو رہی ہے اس کی ذمہ دار حکومتِ ہند ہے۔ حکومت جان بوجھ کر مسلمانوں کو تباہ وبرباد کررہی ہے۔ ان کی مساجد کو شہید اور مسمار کررہی ہے۔ ان کے وجود کے درپے ہے۔ انہیں غلامی وکس مپرسی کی زندگی گذارنے پر مجبور کررہی ہے۔ وغیرہ۔

میں جو کچھ بول رہا ہوں اس کا ذمہ دار خود ہوں۔ منتظمین وشرکاء میری تقریر کے ذمہ دار نہیں۔ میری یہ تقریر اور یہ بیان اگر حکومت کی نظر میں جرم ہے تو میرا سینہ کھلا ہوا ہے، حبیب الرحمٰن کا سینہ کھلا ہوا ہے اسے گولیوں سے چھلنی کرسکتی ہے۔ اسے گرفتار کرکے کوئی سزا دے سکتی ہے۔ اس کے خلاف کوئی بھی قانونی کارروائی کرسکتی ہے''۔

افسوس کہ یہ حق پسند وحق نگر وحق گو عالم وفقیہ ومفتی ومناظر ومجاہد وقائد ممبئی میں بروز جمعہ بتاریخ ۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳/مارچ ۱۹۸۱ء ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا مگر دھام نگر (اڑیسہ) میں اس کے مرقد سے اب تک یہی پیغامِ حق وصداقت نشر ہورہا ہے کہ۔

نشانِ منزل مقصود ہے مری تربت
نشاں یہ چھوڑتا ہوں اہل کارواں کے لئے

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....85

مجاھد ملت کی

ولولہ انگیز فکری و عملی قیادت

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بے زار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

قوموں کی اصلاح وترقی میں خواص اور اہل علم کے خیالات اور ان کی خدمات کا سب سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ وہ جس فکر ومزاج کے ہوتے ہیں اور جو راہ عمل متعین کرتے ہیں عوام الناس کو بالعموم وہی راہ اختیار کرنی پڑتی ہے۔

بلندیٔ نگاہ، دل نوازیٔ سخن اور حرارت قلب وجگر ایسے میر کارواں کے لئے سب سے قیمتی اور بہترین رختِ سفر ہیں جو اپنے عہد میں کوئی فکری انقلاب برپا کرنا چاہے۔ اصابتِ رائے کے ساتھ ہی تبحر علوم وفنون کی دولت سے بھی بہرہ ور ہو اور پھر دینی بصیرت اور مومنانہ فراست کی عظیم ترین نعمت اسے مل جائے تو ہزار مشکلات ومصائب کے باوجود کامیابی وکامرانی اس کے قدم چومتی ہے اور اس کا بابرکت وجود قوم وملت کے لئے نجات دہندہ، ابنائے وطن کے لئے قابل فخر، ساری انسانیت کے لئے مفید ونفع بخش اور اپنے ہم عصروں کے لئے قابل صد رشک بن جاتا ہے۔

ہندوستان کی ہزار سالہ مسلم تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو کئی ایک ادوار ایسے ملیں گے جن میں مسلمانوں کی قابلِ لحاظ تعداد کے باوجود دین وایمان کی سلامتی حوصلہ شکن اور ہولناک خطرات سے دوچار ہوتی رہی ہے۔ ذہانت وفطانت اور مختلف شعبہ ہائے علم میں تفوق وبرتری رکھنے والے نہ جانے کتنے اصحاب فضل وکمال کی زندگیوں کا دامن، مداہنت اور حکومت وقت کی کاسہ لیسی اور تملق وبے جا مصلحت اندیشی وعاقبت نا اندیشی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....86

سے داغ دار ہے۔ سلاطین وامراء کی خواہشات کی تکمیل کے لئے بعض اوقات حلال وحرام کے امتیازات اٹھا کر نصوص قطعیہ کے خلاف فیصلے بھی صادر کیے گئے ہیں جن کے نتیجے میں دنیوی عیش وعشرت وجاہ وحشمت کی مسندیں ان کے لئے خالی کر دی گئیں اور ان کی ظاہری شان وشوکت کو نقطۂ عروج تک پہنچا دیا گیا ہے۔ مغل سلاطین کے دور حکومت میں اس کی متعدد مثالیں مل جائیں گی۔ بالخصوص اکبر اعظم کے کئی ایک درباری علماء نے ایمان واسلام اور قلب وروح کے جذبات کو اس بری طرح پامال کیا تھا کہ اس کے تصور ہی سے دل دہل اٹھتا ہے۔ ملت اسلامیہ کی بے بسی وبے چارگی پر خون کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور شعائر دین کی بے حرمتی دیکھ کر کلیجہ لرزنے اور کانپنے لگتا ہے۔

مختلف تدابیر اور سازشوں کے ذریعہ روح اسلام کو ضرب لگا کر اسے مضطرب اور بے چین کرنے کی بار بار کوشش کی جاتی رہی اور کافرانہ ومشرکانہ معتقدات اور اعمال ومراسم کی حوصلہ افزائیاں ہوتی رہیں۔ حتی کہ ادغام وانضمام کی تحریکیں بھی بڑے زور وشور کے ساتھ چلائی گئیں اور نہ جانے کتنے عاقبت نا اندیش علماء اس کی زد میں بھی آ گئے اور انہوں نے اسلام ومسلمین کو بے پناہ نقصان پہنچایا جس کا سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں اب تک دراز ہے۔

کچھ سر پھرے اور نام نہاد مخلصین ومصلحین اصلاحِ اسلام کی رائیں دبے دبے الفاظ میں وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے اور ان کی طرف دھیان نہ دینے پر اظہار غیظ وغضب کرتے ہوئے مسلمانوں کو مطعون بھی کرنے لگتے۔ اس پر مستزاد یہ کہ دامِ تزویر میں پھانسنے والے عہد اکبری کے متصوفہ اور خلق خدا کے گرد فریب کا جال پھیلانے والے نمائشی درویشوں کی سرگرمیاں بھی جاری رہتیں اور وہ طرح طرح کی عیاریوں سے شکم پروری کر کے دین کو رسوا کرنے کا سامان کرتے۔

سلاطین وامراء کے حوارین اپنی جاہ طلبی اور تقرب کی خاطر ایک دوسرے کا حق غصب کرتے۔ فرصت کی گھڑیوں میں محفل طرب سجا کر ساز وآواز اور دیگر اسباب لہو ولعب سے محظوظ ولطف اندوز ہوتے۔ اور دنیا دار علماء نہ صرف یہ کہ خاموش تماشائی بنے رہتے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کے ساتھ مکمل طور پر حق رفاقت ادا کرتے اور ان کے ہر کام میں شریک وسہیم رہتے۔ اصلاحِ اخلاق واعمال اور ارشاد وہدایت کے تقاضوں سے بے

خبر اور ان کی فکر سے آزاد رہ کر حکمراں طبقہ اور درباری مذہبی حلقہ زر طلبی شہرت پسندی ہوس پرستی اور تکاثر وتفاخر کے سمندر میں غرق رہتا اور بندگان خدا عجز وناتوانی اور حیرت ودرماندگی سے ان کا منھ دیکھتے رہتے اور اپنی بدنصیبی کا ماتم کرتے رہ جاتے۔ ان کی روحانی اذیت جب زیادہ بڑھ جاتی تو شدت کرب میں زبان حال سے پکار اٹھتے کہ۔

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں؟
کہ درویشی بھی عیاری، شہنشاہی بھی عیاری

لیکن یہی تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے اور اس کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ تحفظ دینِ فطرت اور ہر محاذ پر صیانت وحمایتِ قوم وملت کے لئے علماء ربانیین کی مقدس جماعت بھی عہد بہ عہد میدانِ عمل کو اپنے وجود سے زینت بخشتی رہی ہے۔ اور رزم گاہِ حق وباطل میں سرفروشیوں کا حوصلہ اسے کم ظرف ہم عصروں اور حاشیہ برداروں سے ممتاز کرتا رہا ہے۔ انہیں اس حیات ناپائیدار کی آسائشیں اور سہولتیں اگر چہ فراہم نہ ہوسکیں نہ ہی مطلوبہ وسائل وذرائع نے ان کا ساتھ دیا بلکہ نازک حالات میں قلت تعداد اور یکہ وتنہا ہونے کا غم بھی برداشت کرنا پڑا اور اپنی جرأت واستقامت اور غیرت ملی کی بڑی سے بڑی قیمت بھی چکانی پڑی۔ خاک وخون میں تڑپنا اور دار ورسن کو خوش آمدید بھی کہنا پڑا تاہم ان کی جبینِ استقلال پر ذرا بھی شکن نہ آئی اور انہوں نے اپنی زبان وقلم کی ساری توانائی اور اپنے بدن کا آخری قطرۂ خون بھی شجر اسلام کی آبیاری کے لئے قربان اور نثار کردیا۔

ان نفوس قدسیہ نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ حق کا اظہار کیا اور کسی کی شان وشوکت اور اس کے رعب ودبدبہ سے ایک لمحہ کے لئے نہ مرعوب ہوئے اور نہ ہی کوئی جھجک محسوس کی۔ جاہ ومنصب، اور امارت وریاست کو کبھی درخور اعتناء نہ سمجھا اور "افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر" پر بھرپور عمل کیا۔ پھر تو دنیا نے دیکھا کہ ان کی زبان حق ترجمان سے جو لفظ نکلا وہ درّیتیم کی طرح انمول اور باغ کامرانی کا سدا بہار پھول بن گیا۔ وقت نے کھرا کھوٹا الگ کرکے ان صداقت شعار مجاہدین کی بات سچ کر دکھائی۔ نتائج نے ان کے بیان کردہ حقائق کو واضح کردیا اور ایک زمانہ کی گردن ان کی بارگاہِ عظمت نشان میں جھک گئی اور ہزاروں لاکھوں دلوں میں عقیدت

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....87

ومحبت کے روشن چراغ جل اٹھے۔

نصف صدی پیشتر تک کے علماء حق میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، بحر العلوم حضرت مولانا عبد العلی فرنگی محلی، حضرت علامہ فضل رسول بدایونی، حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی، حضرت مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی، حضرت مولانا خیر الدین دہلوی، حضرت مولانا کفایت علی شہید مرادآبادی، حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، حضرت مفتی ارشاد حسین رام پوری، حضرت مولانا نقی علی بریلوی، حضرت مولانا عبد القادر بدایونی، حضرت مولانا احمد رضا بریلوی، حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری، حضرت مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان اپنے عہد کے سرخیل وسرگروہ تھے۔

ان کی دینی خدمت، علمی جلالت اور فکری قیادت وامامت کا سارا عالم گواہ ہے۔ ان کی سعی وعمل کے مظاہر ہندوستان کے طول وعرض میں بکھرے ہوئے ہیں اور تاریخ اسلام کا ورق ورق ان کے ایمان افروز اور انقلاب انگیز دینی وعلمی کارناموں کا نقیب وترجمان ہے۔ انہوں نے وقت کے افکار ونظریات سے پوری واقفیت رکھی اور ان کے عواقب پر ان کی گہری نظر تھی اس لئے ان کا جو بھی قدم اٹھا وہ منزل مقصود تک پہنچا کیونکہ یہی حضرات نجات دہندہ شریعت اسلامیہ کے رازداں تھے۔ اس کے رموز وحکم کے امین ومحافظ تھے اور اس کے اسرار ومعارف کے صحیح وارث اور سچے جانشین۔

دنیا نے حالات کا دباؤ قبول کرلیا۔ مصلحت ومداہنت کے دامن میں پناہ لی اور گمراہ کن جذبات کی رو میں نہ جانے کتنے ذی ہوش افراد بھی بہہ گئے۔ لیکن یہ قدسی صفات گروہ اپنی جگہ قائم اور جبل مستقیم کی طرح اٹل رہا۔ طوفان اٹھتے رہے۔ آندھیاں چلتی رہیں۔ حوادث روزگار کے صبر آزما حملے ہوتے رہے لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے عقیدہ ومسلک سے ان کا یقین واذعان متزلزل نہ ہوسکا۔ کیونکہ مومنانہ فکر وبصیرت کے ساتھ یہ اپنی راہ عمل متعین کرتے۔ اسلام کی روشنی میں درونِ خانہ رہ کر اپنی کوئی رائے قائم کرتے جب کہ دنیا بیرون خانہ طواف کرتی رہ جاتی اور دروازہ تک بھی اس کی رسائی

نہ ہو پاتی۔ مغزان کے ہاتھ لگتا اور چھلکا وہ لے اڑتی اور بالآخر دنیا دار طبقۂ علماء کو اقرار کرنا پڑتا کہ۔ ؎

سرِّ دیں مارا خبر اور انظر
او درونِ خانہ ما بیرونِ در

دین سے بےتعلقی اور نظم مملکت سے بے اعتنائی کے نتیجے میں مسلم سلاطین وامراء کا رعب ووقار رفتہ رفتہ دلوں سے نکلتا رہا اور ان کی سلطنت کی سرحدیں سمٹتی رہیں۔ نراج اور انارکی نے ان کے باقی ماندہ حصوں کے بھی ٹکڑے کر ڈالے۔ نوبت بایں جارسید کہ خود مختاری کی آندھیاں چلنے لگیں اور غیروں کی دست درازیوں کا سلسلہ چل پڑا۔ دہلی کے محاصرے کیے جانے لگے۔ یہاں تک کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور توپوں کی گھن گرج سے لال قلعہ دہلی کے درودیوار لرزنے لگے اور تخت وتاج کی دھجیاں بکھرنے لگیں۔ انقلاب ۱۸۵۷ء نے بچی کھچی پونجی اور رہا سہا وقار بھی ختم اور نیست ونابود کر دیا اور پھر خوں ریزی وغارت گری، داروگیر، اور ضبطیِ املاک وجائیداد کا وہ قیامت آشوب سلسلہ چل پڑا کہ الامان والحفیظ۔

سارا غم وغصہ مسلمانوں پر نازل ہوا کہ وہی پیش پیش اور متحرک وفعال تھے اور ابھی ان میں حکمرانی وفرماں روائی کی خوبو اور حکومت وسلطنت کی رمق باقی تھی۔ نوابوں، رئیسوں کو اپنی ریاست سے ہاتھ دھونا پڑا۔ لاکھوں عوام وخواص بے دردی سے ذبح کر ڈالے گئے اور انہیں درندگی وسفاکی کے ساتھ گولیوں سے بھون ڈالا گیا۔ لاتعداد عوام گھر سے بے گھر ہوئے۔ بے شمار لوگوں کو جلاوطنی کی زندگی گذارنی پڑی اور بہت سے علماء کرام نے عبور بدریائے شور کی سزا کاٹی جن میں علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا مظہر کریم دریاآبادی، مولانا محمد اسماعیل منیر شکوہ آبادی وغیرہم سرفہرست ہیں۔

جوش انتقام کے یہ لپکتے ہوئے شعلے کچھ دنوں کے لئے مدہم تو پڑ گئے مگر چنگاریاں پھر بھی اپنا کام کرتی رہیں۔ اور ایک دل سے دوسرے دل تک رفتہ رفتہ ان کی حرارتیں منتقل ہوتی رہیں۔ خصوصیت کے ساتھ بیسویں صدی کا نصف اول ہندوستانیوں کے

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....88

لئے بڑا ہنگامہ خیز دور رہا ہے۔ تنظیموں اور تحریکوں کا طوفان تھا۔ مذہبی وسیاسی نظریات کی باہم آویزش تھی اور ہر طبقہ دوسرے طبقہ کو نیچا دکھانے کی فکر میں تھا۔ مسلمانانِ ہند بڑے نازک دور سے گذر رہے تھے اور حالات بڑے ناگفتہ بہ تھے۔ زندگی کے کئی دھارے بہنے لگے تھے۔ افراتفری اور حواس باختگی کا زمانہ تھا۔ جاہ پرست زعماء اور نام نہاد علماء انجام کی پروا کیے بغیر ہوا کے دوش پہ اڑ رہے تھے۔

علماء اہل سنت نے ایسے عالم میں بھی وہی کہا اور وہی لکھا جو اسلام وایمان کا تقاضا تھا۔ انہوں نے اسلاف کرام کی روایتوں کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کیے۔ اور علماء حق کی شان اور ان کے وقار کو ہر حال میں باقی اور برقرار رکھا۔ المحجۃ المؤتمنۃ (۱۹۲۰ء مطبوعہ بریلی از امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی) اور النور (۱۹۲۱ء مطبوعہ علی گڑھ) از پروفیسر سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی (خلیفۂ امام احمد رضا فاضل بریلوی) جیسی معرکۃ الآراء تصانیف اس دعویٰ کے لئے برہان قوی ہیں۔

حضرت مولانا سید عبدالصمد چشتی سہسوانی، حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی، حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا سید دیدار علی الوری، حضرت مولانا عبدالکافی الہ آبادی، حضرت مولانا عبدالعلیم میرٹھی، حضرت شاہ عبدالرحمٰن بھرچوندی شریف، حضرت مولانا سید امین الحسنات مانکی شریف، حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی، حضرت مولانا محمد عمر نعیمی، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی، حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان اہل سنت وجماعت کے پیشوا اور ان کے رہنما وقافلہ سالار تھے۔

ان حضرات نے سارے مذہبی وسیاسی کاموں میں حتی المقدور ان اصول کی روشنی میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں جنہیں ۱۳۳۹ھ کے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے تحریر فرمایا تھا۔

''جو شخص جو طریقہ برتنا چاہے اسے تین باتیں سوچ لینا ضروری ہے۔

اول: وہ طریقہ شرعاً جائز ہو، نہ محرمات وکفریات جیسے آج کل لوگوں نے اختیار

کیے ہیں۔

دوم: وہ طریقہ ممکن بھی ہو، اپنے آپ کو اس کے کرنے پر قدرت ہو کہ غیر مقدور بات کا اٹھانا شرعاً بھی ممانعت ہے عقلاً بھی حماقت۔

سوم: وہ طریقہ مفید بھی ہو۔ دقت اٹھائے پریشانی اٹھائے بلا کے لئے سینہ سپر ہو اور کرے وہ بات جو محض غیر مفید و بے اثر ہو یہ بھی شرعاً عقلاً کسی طرح مقبول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ص ۵-۶ فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ)

یہ زمانہ کتنا بلاخیز تھا اور علماء اہل سنت اظہار حق کی پاداش میں کس کس طرح مطعون کیے جارہے تھے۔ مگر پھر بھی کوہ وقار بنے اپنی جگہ اٹل تھے جس کا کچھ حال پروفیسر رشید احمد صدیقی کی زبانی سنیے۔ جو انہوں نے حضرت سید سلیمان اشرف (صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے بارے میں لکھا ہے۔ تحریر کرتے ہیں۔

''۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے۔ نان کوآپریشن کا سیلاب اپنی پوری طاقت پر ہے۔ گائے کی قربانی اور موالات پر بڑے بڑے جید اور مستند لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کردیا ہے۔ اس زمانے کے اخبارات، تقاریر، تصانیف اور رجحانات کا اب اندازہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا سے کیا ہوگیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ کہا جارہا ہے وہی سب کچھ ہے۔ یہی باتیں ٹھیک ہیں ان کے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج میں عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ مرحوم (سید سلیمان اشرف) مطعون ہورہے تھے لیکن چہرے پر کوئی اثر نہ معمولات میں کوئی فرق۔ کہتے تھے رشید! دیکھو! علماء کس طرح لیڈروں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں اور لیڈروں نے مذہبی اصول اور فقہی مسائل کو کیسا گھروندہ بنا رکھا ہے۔ الخ (ص ۲۷، ۲۸، گنجہائے گراں مایہ، مکتبہ جامعہ دہلی)

نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کا بھی چونکہ یہی موقف تھا۔ اس لئے تحریک خلافت و ترک موالات والے ان کے بھی پیچھے پڑ گئے تھے۔ چنانچہ عبدالماجد دریا آبادی اسی سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

''شیروانی صاحب مع اپنے گنے چنے افراد کے دوسرے کیمپ میں تھے۔ کچھ نہ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....89

پوچھیئے کہ کیا کچھ سننا پڑا کیا کچھ سہنا پڑا۔ جوش اور ہیجان کے وقت کس کو اپنی زبان وقلم پر قابو پار ہا ہے۔ آج گورنمنٹ کے جاسوس کہلائے۔ اور کل حبیب الرحمٰن سے ''حبیب الشیطان'' مشہور ہوگئے۔ (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، شمارہ دسمبر ۱۹۵۰ء)

اس ہنگامہ سے کچھ پہلے بعض حضرات نے ہندوستان کو دارالحرب بھی قرار دیا تھا۔ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے اس سلسلے میں استفتاء ہوا تو آپ نے ''اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام'' (۱۳۰۶ھ-۱۸۸۸ء) لکھ کر اس مسئلہ کی حقیقت واضح کی۔ چونکہ اس کے دارالحرب ہونے کی شرائط مفقود ہیں لہٰذا ہندوستان دارالاسلام ہے۔ ورنہ دارالحرب ہونے کی صورت میں یہاں سے ہجرت واجب ہوجائے اور اپنا سب کچھ دوسروں کے حوالہ کرکے اسے خیرباد کہنا پڑے۔ چنانچہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

''دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے۔ ہاں اگر حقیقۃً مجبور ہو معذور ہے...... اور دارالاسلام سے ہجرت کا حکم نہیں۔ ہاں! اگر کسی جگہ کسی عذر خاص کے سبب کوئی شخص اقامتِ فرائض سے مجبور ہو تو اسے اس جگہ کا بدلنا واجب ہے۔

اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے۔ محلّہ میں معذوری ہو تو دوسرے محلّہ میں جائے۔ بستی میں معذوری ہو تو دوسری بستی میں جائے۔ ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے۔ کما حققناہ فی فتاوٰنا اعلام الاعلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ص ا، فتاویٰ رضویہ جلد ششم)

افغانستان کی طرف ہجرت کی تحریک بھی چلی جسے خدانخواستہ مکمل طور پر کامیابی حاصل ہوجاتی تو سارا ہندوستان ہی مسلمانوں سے خالی ہوجاتا جس کے نقصانات بتلانے کی حاجت نہیں۔ بعض لوگ یہاں سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کابل وغیرہ گئے اور پھر وہاں سے پٹ پٹا کر مفلس وقلاش بن کر واپس آئے تو پاس میں پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی جو ملکیت تھی باپ دادا کا اثاثہ تھا وہ آمد ورفت میں ختم ہوچکا تھا۔ ناچار انہیں سخت تکلیف دہ عسرت وتنگ دستی کی زندگی گذارنی پڑی۔ ادھر قائدین نے ان کے ساتھ زبردست بے وفائی کی۔ ان میں سے کسی نے وطن چھوڑنے کا نام تک نہ لیا۔

چنانچہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے المحجة المؤتمنه میں تحریر فرمایا
کہ ''ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا۔ جو ابھارنے میں آ گئے ان مصیبت
زدوں پر جو گذری سو گذری یہ سب اپنے جورو بچوں میں چین سے رہے''۔

تحریک خلافت چلی تو اس میں شرط قرشیت جو خلافت شرعیہ کے لئے ضروری ہے
اسے ہی تحریک کے جدید فقہاء نے معتزلہ کی طرح ساقط کر ڈالا۔ حالانکہ اس سلسلے میں
متواتر حدیثیں منقول ہیں اور سارے علماء اہل سنت ایک موقف پر متفق ہیں۔ صرف کچھ
خارجیوں اور معتزلیوں کا اختلاف ہے۔ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے استفتاء
ہوا تو آپ نے "دوام العیش فی الائمة من قریش" (۱۳۳۹ھ) کے نام سے
نہایت تحقیقی رسالہ تصنیف فرمایا۔ جس کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

''سلطنت عثمانیہ ایّدَهَا اللّٰه تعالیٰ نہ صرف سلطنت عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ
صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر
فرض ہے''۔

ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

''ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد
اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مگر ہر تکلیف بقدر استطاعت اور ہر فرض بقدر
قدرت ہے۔ نا مقدور بات پر ابھارنا جو نہ ہو سکے اور ضرر دے اور اسے فرض ٹھہرانا
شریعت پر افتراء اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔ پھر خیر خواہی اسلام حدود اسلام میں رہ کر
ہے۔ مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش، مشرک
لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و رہبر بنانا۔ مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد
میں لے جا کر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کر کے لکچر دلوانا، صاف لکھ دینا کہ ہماری
جماعت ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا فرق اٹھا دے گا یہ امور خیر خواہی
اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے۔ الخ (ص ۳، فتاویٰ رضویہ جلد ششم)

اس سلسلے میں علماء اہل سنت کو جو اس تحریک کی بعض گمراہیوں کے سبب اس کے
ساتھ نہ تھے۔ انہیں بدنام کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ چنانچہ حضرت امام احمد رضا فاضل

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....90

بریلوی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''معلوم تھا کہ کرتو کچھ نہیں سکتے۔ نہ خود نہ وہ۔ خالی چیخ و پکار کا نام حمایت رکھنا
ہے۔ اہل عقل و دین اول تو غوغائے بے ثمر (جو ظاہر ہوا) خود ہی عبث جان کر صرف توجہ
الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انہیں مذہب اہل سنت ہر شئی سے
زیادہ عزیز ہے۔ مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے۔ لہٰذا ایسے لفظ (خلافت جس کے
لئے قرشیت شرط ہے جو مفقود تھی) کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہل سنت ہو کہ وہ
شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں۔ اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے
ہمدردی نہیں۔ یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں۔ تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور
دیوبندیت وہابیت کے پنجے جمیں۔ (ص ۶۳-دوام العیش)

اگرچہ بعض مخلص علماء بھی اس تحریک میں شریک ہو گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ
جذبات کی رَو میں غلط راہ پر پڑ گئے۔ ان کی وجہ سے اور خلافت کے نام پر مسلمان متوجہ
ہوئے اور جب ان میں ایک جذبہ پیدا ہو گیا تو وہ مقصد سامنے آیا جس کے لئے لیڈروں
نے اس تحریک کا ساتھ دیا تھا۔ یعنی اب فضا چونکہ سازگار بلکہ اپنے حق میں ہو چکی تھی اس
لئے پورے زور و شور کے ساتھ تحریک ترک موالات کا آغاز ہوا۔ علماء اہل سنت نے پھر
ان سے کہا اور بدلائل شرعیہ ثابت کیا کہ موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔ لیکن
اصلاح قبول نہ کی گئی بلکہ حد سے آگے تجاوز کرتے گئے۔ حضرت امام احمد رضا فاضل
بریلوی نے سخت تنبیہ کی لیکن سیاسی قائدین کی نظر ظاہری اور عارضی فوائد پر مرکوز تھی اس
لئے انہوں نے کوئی توجہ دی۔

آپ نے المحجة المؤتمنہ ہی میں لکھا کہ۔

''حضرات لیاڈر نے مسئلہ موالات میں سب سے بڑھ کر اودھم مچائی۔ اوروں میں
افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے اس میں دونوں کی رنگت رچائی۔ افراط وہ کہ نصاریٰ
سے نری معاملات بھی حرام قطعی، اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ ان کی غلامی فرض
شرعی''۔

رجب ۱۳۳۹ھ مطابق مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی شریف میں بڑے گھن گرج کے

ساتھ جمعیۃ علماء ہند کی کانفرنس ہوئی جس میں اس کے چوٹی کے علماء ومقررین شریک ہوئے۔مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کی صدارت کی۔مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی کے بیان کے مطابق یہاں آزاد صاحب نے اس جوش وجذبہ کے ساتھ اپنی خطابت کا جوہر دکھایا کہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ سنا تھا۔بیس مارچ کو ''اتمام حجت تامہ'' (مرتبہ صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہٗ) کے نام سے ستر سوالات ''جماعت رضاء مصطفیٰ بریلی'' نے مطبوعہ شکل میں جمعیۃ علماء کے ناظم کے پاس بھیجا مگر تقاضوں کے باوجود اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔آزاد صاحب نے بڑی مشکل سے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو اس اجلاس سے خطاب کرنے کے لئے ۳۵ منٹ کا وقت دیا۔ جس میں انہوں نے بڑی خوبی اور جامعیت کے ساتھ اہل سنت کا موقف واضح کیا۔اس کے کچھ اقتباسات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ خلاف وتحفظ وصیانتِ اماکنِ مقدسہ اور ترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جن میں نہ صرف فقیر بلکہ تمام علماء کرام نہیں بلکہ تمام عامۂ مسلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں۔ ترکوں کی خلافت بمعنی قوت دفاعی ایک امر مسلم ہے۔خدمت حرمین شریفین ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔نیز محافظتِ حرمین شریفین بھی ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔سلطنت ترکی ہماری دینی بھائی اس پر اسلامی سلطنت اس پر اسلام کی قوت دفاعی، پھر حرمین شریفین کے خادم ومحافظ پس ان کی اعانت اور نصرت نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام مسلمان عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے۔یہ وہ مسائل شرعیہ ہیں جنہیں میں نہ صرف اس وقت بیان کررہا ہوں بلکہ آج سے دس برس پیشتر فقیر نے کہا۔لکھا، چھاپا، ملک میں شائع کیا۔ آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے ہیں اور کافروں سے موالات نہ صرف جائز بلکہ عین حکم الٰہی بتاتے ہیں۔

غرض مقامات مقدسہ وخلافت اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں اختلاف نہیں۔ ہندوستان کے مفاد کی کوشش کیجیے۔اس میں ہمیں خلاف نہیں۔خلاف ان حرکات سے ہے جو آپ لوگ منافی ومخالف دین کررہے ہیں۔ان حرکات کو دور کردیجیے۔ان سے باز آیئے۔ان کی روک تھام کیجیے۔عوام کو ان سے باز رکھیے تو خلافت اسلامیہ وممالک

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....91

مقدسہ کی حفاظت، ہندوستان کے ملکی مفاد کی کوششیں ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر کرنے کو تیار ہیں''۔(۵۔۸، روداد مناظرہ مطبوعہ بریلی)

آپ کی تقریر ختم ہونے پر حضرت مولانا حامد رضا خلف اکبر حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہما نے فرمایا۔

''ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلاف شرع وخلاف اسلام حرکات سے ہے جن میں کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں۔اور جن کے متعلق جماعت (رضاء مصطفیٰ) کے ستر سوال بنام ''اتمام حجت تامہ'' آپ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیجیے۔آپ جب تک ان تمام حرکات سے اپنا رجوع نہ شائع کردیں گے اور ان سے عہدہ برآ نہ ہولیں گے ہم آپ سے علیحدہ ہیں۔اور اس کے رجوع کے بعد خدمت وحفاظت حرمین شریفین ومقامات مقدسہ وممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں''۔(۹، ۱۰، ایضاً)

حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی (خلیفہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی) جو علماء کرام کے ساتھ وہاں موجود تھے۔انہوں نے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام ایک خط میں اس کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے ان ہی ایام میں تحریر فرمایا تھا کہ

''روانگی کے وقت بریلی اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابوالکلام جس وقت بریلی سے جارہے تھے میں ان کے ساتھ تھا۔وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ان کے جس قدر اعتراضات ہیں حقیقت میں سب درست ہیں۔ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہوسکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے''۔(ص ۱۰،۱۱، ایضاً)

انہیں حالات اور ان کے نتائج کے بارے میں پروفیسر رشید احمد صدیقی نے لکھا ہے کہ۔

''سیلاب گذر گیا۔جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا۔لیکن مرحوم (سید سلیمان اشرف) نے اس عہدِ سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی۔ اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا۔آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم رہے سارے علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے۔مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے''۔(ص ۲۹، گنجہائے گرانمایہ)

یہ علماء حق اپنی ایمانی فکر وبصیرت سے ہر چیز کی تہ تک پہنچ جاتے اور وہی فیصلہ

کرتے جو شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں جائز وصحیح اور قوم وملت کے حق میں مفید تر ہوتا
فکری قیادت ورہنمائی کے ساتھ عملی تدابیر بھی انہوں نے اختیار کیں اور گفتار وکردار
دونوں میں اپنی اصابت رائے اور وقتِ نظر کا سکہ جمادیا۔ ''جماعت رضاء مصطفیٰ'' نے
بڑے ہی دور رس اور اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حالات نے اجازت دی توان شاء
اللہ المولیٰ تعالیٰ راقم سطور اس موضوع پر ایک ضخیم ووقیع کتاب مرتب کرے گا۔

یہاں بتانا صرف یہ ہے کہ ظاہری شان وشوکت کی طرف نظر اٹھائے بغیر صرف
رضائے الٰہی کی خاطر علماء اہل سنت نے حالات کے دھارے کے خلاف اپنے فیصلے کیے
اور پھر ساری قوم کو وہی کہنا پڑا جو ان ژرف نگاہ اور عاقبت اندیش علماء حق نے کہا تھا۔ یہ
چاہتے تو اپنی ذہانت وتدبیر سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوسکتے تھے اور حکومت کے
اعلیٰ مناصب تک پہنچ سکتے تھے۔ انتخابات میں حصہ لے کر اپنی زبردست مقبولیت ثابت
کرکے بہت کچھ کرسکتے تھے مگر اپنا مقدس دامن رائج الوقت سیاست کی آلودگیوں سے
دور رکھا۔

حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

''انتخابات کے وقت ان (لیڈر) حضرات کی وارفتگی وسراسیمگی قابل دید ہوتی
ہے۔ ملت کے لئے، قوم کے لئے، اپنے اعزاء واقرباء کے لئے، اس کا ہزارواں درجہ بھی
محنت وکوشش نہ ہوگی جو ووٹ حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ ہر شخص کی خوشامد
ہے۔ سفارشیں لائی جاتی ہیں۔ روپے صرف کررہے ہیں۔ رات دن دوڑے پھر رہے
ہیں۔ مقابل اگر کوئی دوست ہے تو پاس دوستی نہیں۔ اگر کوئی عزیز ہے تو پروائے قرابت
نہیں۔ خانۂ مروت کو پہلے ہی آگ لگادی جاتی ہے۔ اس بات پر نظر نہیں کہ دوسرا مجھ سے
زیادہ تجربہ کار ہے۔ کام کا اہل ہے۔ قوم کو اس سے نفع پہنچنے کی امید ہے اس لئے اس کے
واسطے جگہ خالی کردیں۔ یہ کہاں؟

پمفلٹ بازی ہوتی ہے۔ واقعی اور غیر واقعی باتوں کے طومار شائع کرکے ایک
عزت دار آدمی کو مطعون کیا جاتا ہے۔ حرصِ جاہ کا یہ جوش راست بازی وراست پسندی
اور انسانی شرافت کو فنا کردیتا ہے۔ اور آدمی دوسروں کی خوبیوں سے دیدہ ودانستہ ہوکر خود

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....92

ستائی کرتا پھرتا ہے۔ کرایہ کے دماغ تلاش کیے جاتے ہیں۔ ایسے حضرات کسی کی عزوجاہ
دیکھ سکیں کسی کی خوبی کا اعتراف کریں ایسی امید رکھنا ان سے عبث ہے۔

طبقۂ علماء کی نسبت تو انہوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ یہ سیاسیات سے نابلد ہیں۔
طبقۂ علماء میں جو علمی دقائق کو حل کرنے میں مشاق ہے اور جن کا دماغ بہترین معلومات
سے روشن ہورہا ہے اگر وہ دنیوی انتظام کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے تو بے کوفت
وبے کلفت ان سے بدرجہا بہتر کام کرسکتا ہے مگر وہ طبقہ انکسار، تواضع، ایثار کا عادی ہے۔
خودنمائی اور جاہ طلبی سے متنفر ہے۔ اس لئے کبھی اس میدان میں قدم نہیں رکھتا''۔

(ص ۵، ۶، ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد، شمارہ رجب ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء)

اس مختصر تاریخی جائزہ کے بعد اب ملاحظہ فرمائیں عصرِ حاضر کے ایک مفکر اور
صاحب قلم پروفیسر مسعود احمد مجددی مظہری کی تحریر جس نے علماءِ حق کے انداز فکر وعمل کی
بہترین منظر کشی کی ہے۔

''ایک عالم دین اور اہل دل کی شخصیت وکردار اور افکار وخیالات کو قرآن وحدیث
کی روشنی میں پرکھنا چاہیے کہ اس کا دل ودماغ تجلیات الٰہیہ اور انوار محمدیہ سے مستنیر ہوتا
ہے۔ اس کے اقوال واعمال کی اساس خلوص وللّٰہیت پر ہوتی ہے۔ کوئی بات ڈھکی چھپی
نہیں رکھتا۔ جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے برملا کرتا ہے۔ ''مصلحت وقت'' نام کی شئ سے اس
کی حیات مقدسہ یکسر خالی ہوتی ہے۔

یہ نغمہ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لاالٰہ الا اللہ

یہ کسی کی رورعایت نہیں کرتا۔ فیصلہ دشمن کے حق میں ہوتا ہے یا دوست کے وہ اس
کی بھی پروا نہیں کرتا۔ اس کی نظر خدا ورسول پر ہوتی ہے۔ جو فیصلہ اس بارگاہِ عالی سے
صادر ہوتا ہے وہی نافذ کرتا ہے۔ بار ہا تاریخ میں ایسے دور آئے ہیں جب فیصلہ دشمن کے
حق میں ہوا ہے تو دوستوں نے خوشامد وتملق کا الزام لگایا ہے۔ اور دوستوں کے حق میں
ہوا ہے تو جانب داری اور طرف داری کی تہمت لگائی گئی ہے۔ مگر یہ نفس قدسی ان تمام
الزامات اور تہمت تراشیوں سے بے نیاز ہوکر محض اللہ کے لئے اپنے فیصلے صادر کرتا

ہے۔پھر وقت۔وہ وقت جو کھرا کھوٹا الگ کر دکھاتا ہے۔ع

براں صفت دو پیکر نظر اس کی

ہاں وہی وقت مستقبل میں اس کے فیصلے پر مہر صداقت ثبت کر دیتا ہے۔پھر دنیا کو اس کی اصابت رائے کا علم ہوتا ہے اور اس کی فکر رسا کی عظمت کے انمٹ نقوش دل پر مرتسم ہو جاتے ہیں۔

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

مومنانہ شان وشوکت، قلندرانہ اوصاف وکمالات اور اپنی عالمانہ امتیازات وخصوصیات کے لحاظ سے انہیں مردانِ حق آگاہ کے فرزند جلیل، بزمِ اہل دل کی شمع فروزاں اور اسی سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی تھی شیر نیستان اہل سنت مقتدائے قوم وملت مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری بانی جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد علیہ الرحمۃ والرضوان (متولد ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء متوفی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) کی ذات گرامی! جس نے اپنی ساری زندگی خدمت اسلام ومسلمین میں گذار دی اور حق یہ ہے کہ آپ اسلامیان ہند کے مخلص قائد، بےلوث رہنما، اور ہر دل عزیز روحانی پیشوا تھے۔

آپ کی ذکاوت وفطانت، ژرف نگاہی ونکتہ رسی، اور مآل اندیشی کا بڑے بڑے دیدہ وروں کو اعتراف ہے۔جاہ وحشمت اور دولت وثروت سے بے نیاز رہ کر بلکہ اپنی موروثی جائیداد کو بھی راہِ حق میں قربان کر کے آپ نے ایک طویل مدت تک اپنی روشن خدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔اور بے جا شہرت وناموری کا تو کبھی دل میں خیال بھی نہ گذرنے دیا جیسا کہ اسلاف کرام کی شان اور ان کی روایت رہی ہے۔

آپ کے لباس کی سادگی، کردار کی بلندی، اور قوتِ اثر ونفوذ کا یہ عالم تھا کہ جس طرف نگاہ اٹھائی اور جس آبادی میں پہنچے ہزاروں دلوں کو مسخر کر لیا اور انہیں متحرک وفعال اور ایک پرسوز زندگی گذارنے کا حوصلہ بخش دیا جس کا لمحہ لمحہ جذبۂ صالح اور عمل خیر کے گرد گردش کرنے لگا۔

آپ اسلام پر فدا ہونے، حالات کی نزاکتوں سے اہل اسلام کو باخبر کرنے اور

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....93

دشمن کی ریشہ دوانیوں سے انھیں بچانے کے لئے اسی طرح مضطرب اور بےقرار تھے جیسے آپ کے استاذ گرامی صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ کا حال تھا۔کتنے اخلاص قلب کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔اس شہ پارۂ ادب میں صدر الافاضل کی حرارت قلب کا اثر ایسا ہے کہ دل مرغ بسمل کی طرح تڑپ اٹھے۔کیا والہانہ انداز ہے، ذرا چشمِ بصیرت سے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

''اسلام! اے پیارے اسلام! اے دل کے مکین! اے کشور بدن کے سلطان! تجھ پر دل فدا۔جان قربان۔اے میری آنکھ کی ٹھنڈک! میرے آرام جاں! میرے دل کے چین! میرے درد کے درماں! اے میرے محسن، مہربان! میری کشتی کے محافظ ونگہبان، تو نے میری خستہ حالی میں دستگیری کی، جس مصیبت سے میرے عزیز واقارب، دوست واحباب، اصول واجداد، فروع واولاد، مجھے نہیں بچا سکتے تھے تو نے بچالیا۔جہاں میرا مال، میری دولت، میرے اعضاء، میری قوت میرے کام نہ آسکتے تھے تو میرے کام آیا۔میں بھٹکتا تھا تو نے راہ دکھائی۔میں ڈوبتا تھا تو نے میری کشتی پار لگائی۔میں اندھیرے میں ٹکراتا پھر رہا تھا تو نے روشنی پھیلائی۔

اے حق کے آفتاب! تو نے ناحق رات کے کالے پردے چاک کر کے منہ نکالا۔اے نور کے نیر اعظم! تو نے ضلالت کی بھیانک تاریکیاں دور کر کے حق وہدایت کا روز روشن دکھایا۔اے اندھوں کو بینائی دینے والے! گونگوں کو، بہروں کو، گویائی وسماعت عطا فرمانے والے! تو نے بگڑی دنیا کو درست کیا۔انسان کو کھوئی ہوئی استعدادیں پھر عنایت فرمائیں۔

تو ہی حقیقتِ حیات تو ہی کامیاب زندگی ہے۔

میری زبان تیری ثناء سے قاصر، میرا بیان تیری مدح سے کوتاہ ہے۔تیرے مرتبے کی بلندی، میرے ادراک کی رسائی سے بہت اونچی ہے۔میرے دل میں قرار بن کے رہ! میرے جسم میں جان بن کر جلوہ گر ہو! میرے قالب میں تیرے احکام جاری ہوں۔میرے جوارح، تیرے کارگزار ہیں۔

اے ظاہر وباطن کے حسن! اے زندگی کے مقصود! دنیا تیرے فیض سے آراستہ

ہوئی۔ مسموم ہواؤں کو تو نے صاف کیا۔ زہریلے مواد کی تو نے اصلاح کی۔ امن وامان کی ہوائیں تو نے چلائیں۔ باطنی امراض اور خلقی بیماریاں تیرے دست شفاء سے دور ہوئیں۔ تہذیب وتمدن کے پودوں نے تیری نسیم لطف سے تربیت پائی۔ خداشناسی کے انوار تو نے چمکائے۔ طہارت وپاکیزگی کے اصول تو نے جاری کیے۔ عدل وانصاف کی بنیادیں تو نے مستحکم کیں۔ جذبات فاسدہ کے طوفان خیز سمندر میں تو نے سکون پیدا کیا۔ حرص وھویٰ، شہوت وغضب کے دشمن! انسانیت کو درندوں سے تو نے نجات دلائی۔ مخلوق پرستی کی وبا کا تو نے علاج کیا۔ مسجدیں تیری بدولت آباد ہوئیں۔ عبادت خانوں میں تیرے طفیل یاد الٰہی کے نعرے بلند ہوئے۔ خانقاہوں میں ذکر الٰہی کی صدائیں تو نے بلند کرائیں۔ زاہدوں کے خلوت خانے زہد وریاضت کی برکات سے تو نے معمور کیے۔ ظلم وتعدی کے قلعے تو نے مسمار کیے۔ سبعیت وبہیمیت کی قیدوں سے تو نے رہائی دی۔ ملکی صفات تو نے رائج کیے۔ خاک نشینوں کو افلاک وطنوں پر تو نے فضیلت دی۔ ابلیسی حکومت کو تیری سطوت سے زوال ہوا۔ قلب کا نور، ابدان کا مصلح، خاندان کا منتظم، ملک وسلطنت کا عادل وداد گیر تو ہے۔ جہاں تیرے فیض سے معمور ہے۔ دنیا تیرے صدقے سے آباد ہے۔

آہ! اے محسن! آج تو اعداء کے نرغے میں ہے۔ بدنصیب قومیں محسن کشی پر آمادہ ہیں۔ بے دین فریب کاری کی چالیں چل رہے ہیں۔ بے قیدی اور فسق وفجور کی تند وتیز باد خزاں تیرے لہلہاتے چمن کو غارت کرنا چاہتی ہے۔ ضلالت وگمراہی کی بجلی تیرے خرمنِ صدق وصفا کی تاک میں ہے۔ اے مشفق ناصح! اے مہربان مصلح! تیرے پرور دے ناسپاسی کررہے ہیں۔

ہر بدعقل، بددماغ تیرا دشمن ہورہا ہے۔ دنیا اندھی ہورہی ہے۔ سیاہ باطن نہیں دیکھتے کہ ان پر تیرے کتنے احسان ہیں اور تیرے وجود سے ان کو کس قدر فائدے؟

خدا نہ کرے تیرا ظل حمایت وسایۂ کرم اٹھے تو وہ ہلاک ہوجائیں۔ تری عداوت اپنی ہلاکت کی دعوت ہے۔ بدقسمت بدحواس ہوکر اپنے انجام سے غافل ہیں اور تجھے ضرر پہنچانے کی تدبیروں میں رات دن سرگرم ہیں۔ چاروں طرف بدخواہی کی آندھیاں

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....94

چل رہی ہیں۔ اور تیرے قدموں سے اپنے سر ٹکرارہی ہیں۔

اے بہادر! دشمن تو کبھی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ انہیں دشمنی کرتے صدیاں گذر گئیں۔ وہ تیری مخالفت کے جوش میں خود برباد ہوگئے۔ ان کے نام ونشان مٹ گئے اور تیری شوکت واقبال کا پرچم لہراتا رہا۔

اب پھر مخالفت کی گھٹائیں گھر آئی ہیں۔ دشمنوں نے ہر طرف سے حملے شروع کیے ہیں۔ تمام قسم کے اسلحہ اور جنگی سامان سے لیس ہوکر دشمن گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ تیری بہادری کے قربان! تیری پیشانی پر شکن نہیں۔ تو ان فوجوں کو خیال میں نہیں لاتا۔ مگر رنج وافسوس یہ ہے کہ آج خود تیرے لشکر میں بغاوت شروع ہوگئی ہے۔ تیری فوجیں دشمنوں سے ساز کرگئی ہیں۔ تیرے سپاہی غدّار ہوگئے۔ موافقت کے لباس میں بدخواہیاں کرنے لگے۔ مسلمان کہلانے والے، اسلامی نام رکھنے والے، اسلام کے دعوے دار، اسلام کی بیخ کنی پر تل گئے۔ یہ سخت خطرہ کا وقت ہے۔ (ص۲ تا۴، ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد شمارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء)

ان حالات نے مجاہد ملت کو بے چین اور سیماب صفت بنادیا۔ آپ اپنے انداز سے تعلیم وتربیت اور ارشاد وہدایت کا کام تو ہمیشہ ہی کرتے رہے لیکن مسلمانوں کی خستہ وخراب حالت نے انہیں مجبور کیا کہ تدریسی زندگی کو خیر باد کہہ کے مسلمانوں کی عام خدمت اور ان کی ہدایت کے لئے میدان میں آئیں اور انہیں ایک کامیاب وکامران قوم کی طرح ملک میں عزت واحترام کے مقام سے ہمکنار کریں۔ اور پھر آخرت کی نعمتوں سے بھی ان کے دامن امید کو بھر دیں۔ چنانچہ آج سے تقریباً پچھتر سال پہلے آپ نے اپنی ایک نئی زندگی کا آغاز کیا اور اپنی بہترین علمی اور دماغی صلاحیتوں سے پوری قوم کو بہرہ ور فرمایا۔ آپ کی فکری وعملی قیادت اور سیاسی کردار ایسا بے غبار اور بے داغ ہے جسے نمونۂ سلف کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ایک باعمل اور متدین عالم کی طرح ہر ماحول میں آپ نے اصول شریعت کو پیش نظر رکھا اور شعائر اسلام ومسلمین کی حفاظت وصیانت کو اپنا مقصد زیست قرار دیا۔ دور حاضر کی ضمیر فرش سیاست آپ کے قریب بھی نہ آئی جس نے اچھے اچھے اصحاب علم وقلم کو نگل لیا اور انہیں دین کے تقاضوں سے غافل اور

بے خبر بنا کر دنیا کے دام تزویر میں پھنسا دیا۔

عالمانہ شان اور اس کی وضع کو باقی رکھتے ہوئے آپ نے قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور آج کل کے لیڈروں کی مکاری وعیاری کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے قریب نہ آنے دیا۔ نہ عوام سے ان کی طرح بے بنیاد انتخابی وعدے کیے۔ نہ کسی معاملے میں انہیں مبتلائے فریب کیا۔ اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ منت وسماجت اور طرح طرح کی کوششوں کے باوجود الیکشن میں حصہ لینے والی کسی پارٹی کی رکنیت کبھی قبول نہ فرمائی۔

تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ جناب سلیمان سیٹھ صاحب ممبر پارلیمنٹ وصدر آل انڈیا مسلم لیگ اور جناب غلام محمود بنات والا ممبر پارلیمنٹ وصدر مہاراشٹر مسلم لیگ ایک اجتماع سے خطاب کرنے الٰہ آباد آئے تھے۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد یہ دونوں حضرات آپ کی مشہور دینی واسلامی درسگاہ جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد پہنچے۔ گفتگو شروع ہوئی تو ان لوگوں نے یہ درخواست پیش کی کہ آپ ہماری جماعت ''مسلم لیگ'' میں شامل ہو جائیں۔ ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ آپ بول اٹھے! ''نہیں! نہیں! میں تم لوگوں کی گندی سیاست میں کبھی نہیں داخل ہوں گا''۔

اس برملا اور بے ساختہ جواب کا ذرا تیور ملاحظہ فرمایئے۔ جس میں کوئی مصلحت اندیشی ہے اور نہ ہی مرعوبیت۔ اور موجودہ سیاست کی گندگیوں اور آلائشوں سے دامن صاف رکھنے کا عزم کتنا بے لچک اور غیر متزلزل ہے۔

قائدانہ حیثیت رکھتے ہوئے بھی سیاسی آلودگیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہی آپ کا وہ جوہر ہے جو نصف صدی سے ہندوستان کے کسی دوسرے عالم میں ہمیں ایسا بے داغ و بے غبار نظر نہیں آتا جس کی بنیاد پر وہ آپ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ اور اس مردِ درویش کو بارگاہِ حق سے یہی وہ انداز خسروی ملا ہے جس پر آپ نے خاندانی دولت وثروت، رئیسانہ شان وشوکت اور امیرانہ جاہ وحشمت سب کچھ قربان کر دیا۔

جمعیۃ علماء ہند جس نے اپنی تاسیس کی کچھ مدت گذرتے ہی حکومت وقت کی کاسہ لیسی کو اپنا سب سے اہم کارنامہ سمجھا۔ جیسا کہ جناب خالد مصطفیٰ صدیقی رقمطراز ہیں۔

''جمعیۃ علماء ہند نے ملکی سیاست میں اہم کردار ادا کیا لیکن اسے وقت کا المیہ سمجھنا

چاہئے کہ ہندوستانی علماء کی ایسی جماعت جس کے پاس قومی خدمات کا بہت بڑا سرمایہ محفوظ تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اس کی لیڈر شپ کے اجارہ داروں نے دونوں ہاتھوں سے لٹا دیا۔ جس جماعت کی بنیاد مفتیٔ اعظم (کفایت اللہ) نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی وہ ۱۹۴۷ء کے بعد اعلاء کلمۃ الحق کی جرأت سے محروم ہوگئی۔ اور جاہ پسندی وموقع پرستی اس کا شعار بن گیا۔ بہر حال موجودہ جمعیۃ علماء ایک جدید شئی ہے جس کو سیاست کی ہری چراگاہ سمجھنا چاہئے۔ (ص۱۴۴، مدنی نمبر نئی دنیا دہلی۔ ۲۵؍ نومبر ۱۹۵۹ء)

اسی لئے علماء اہل سنت اس سے دور ونفور رہے اور اس کی کانفرنسوں میں بھی شرکت گوارہ نہ کی۔ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ اور مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ کے اہتمام میں ایک بار ۳؍ تا ۵؍ مئی ۱۹۳۰ء امروہہ (مراد آباد) میں سہ روزہ کانفرنس ہوئی تھی۔ اس میں شرکت کے لئے صدر جمعیۃ علماء کی طرف سے متعدد خطوط اور دعوت نامے حضرت صدر الافاضل مراد آبادی کی خدمت میں پہنچے لیکن دعوت شرکت آپ نے کسی طرح قبول نہ کی کہ جس روش کو جمعیۃ نے اپنایا ہے اس سے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ منتشر ہونے اور ان کے تشخص کو نقصان پہنچنے کا سخت خطرہ ہے۔ آپ نے صدر جمعیۃ علماء کے نام جو خط لکھا تھا اس کا متن صفحہ ۲۹ ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد شمارہ ذوالقعدہ ۱۳۴۸ھ میں شائع ہو چکا ہے جو آپ کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت مجاہد ملت نے بھی اس کی عاقبت نااندیش پالیسیوں پر شدید تنقید کی اور اس کے ذمہ داروں کو بار بار متوجہ کیا اور فرمایا کہ اگر اسے مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کا شوق ہے تو چاہئے کہ ان کے اہم مسائل حکومت کے سامنے لائے جائیں۔ ایسا نہیں کہ جن باتوں سے حکومت کی ناراضگی کا خطرہ ہوا نہیں پس پشت ڈال دیا جائے۔

ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد کے کسی شمارے میں دیوبندی مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صدر جمعیۃ علماء ہند کے نام بہت پہلے آپ کا ایک بڑا جامع اور پُر مغز مراسلہ شائع ہوا تھا۔ افسوس کہ وہ اس وقت میرے پیش نظر نہیں ورنہ اس کی نقل ضرور یہاں دیتا۔ غالبًا کلکتہ میں جمعیۃ علماء کی جانب سے کوئی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں حکومت کے سامنے جو مطالبات شرکاء اجلاس نے پیش کیے تھے ان کے سلسلے میں آپ نے

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....95

مصلحانہ حیثیت سے صدر جمعیۃ علماء کو متوجہ کیا تھا کہ آپ کو ان پہلوؤں پر ضرور روشنی ڈالنی چاہئے تھی۔ اور انہیں خصوصیت کے ساتھ حکومت کے سامنے لانا چاہیے تھا۔

آپ نے مسلمانوں کے مسائل کس کس طرح حل کرنے کی کوشش کی اور کن کن مواقع پر کیا کیا تدابیر اختیار کی گئیں۔ افسوس کہ ان کا کوئی تحریری ریکارڈ نہیں۔ اور نہ ہی اخبارات میں ان کی تشہیر ہوئی کہ ذرائع ابلاغ پر غیروں کا قبضہ تھا اور اب بھی ہے۔ اور اپنے بزرگوں کا طریقہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ مذہب وملت کی خاموش خدمت کرتے رہے اور کبھی شہرت ونا موری کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بعد کے لوگوں نے بھی اسی روش کو برقرار رکھا۔

لیکن اس وقت تو ہماری غفلت وسستی کا بھی اس میں دخل ہے کہ اسلاف کے کارناموں کو ضبطِ تحریر میں لانے کی جدوجہد اور کوئی تحریک نہ ہوئی جس سے بہت سے تاریخی حقائق پردۂ گمنامی میں چلے گئے اور طالبانِ حق کو نام نہاد مؤرخین نے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں میں مبتلا کر دیا۔

زمانہ کا رخ دیکھتے ہوئے اب سے ہمیں اپنے ان محسنوں کی تاریخ حیات وخدمات مرتب کر لینی چاہئے جنہوں نے مذہب وملت کے خیابانوں اور مرغزاروں کو اپنے خونِ جگر سے سیراب کیا اور اس کے گلستانوں کی آبیاری کر کے انہیں پروان چڑھایا۔ ہمیں چاہئے کہ اس کی مست خرم ہواؤں، رنگ برنگ پھولوں اور مشامِ جاں کو معطر بناتی ہوئی خوشبوؤں سے مخمور ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ انہیں بھی یاد کرتے چلیں جن کے خونِ جگر کی سرخیاں غنچہ وگل کی رنگینیوں میں شامل ہیں۔ باغ وبہار کی لطافت ورعنائی آج ہمارے لئے وجہ سکون دل اور باعث نشاط ذہن ودماغ ہے لیکن ان کی طرف بھی تو دیکھتے چلیں جنہوں نے تپتے ہوئے ریگستانوں کو لہلہاتا ہوا چمنستان بنایا۔ ان بہاروں کی بہار تو لوٹیں لیکن ان کا بھی تو ذکر کرتے چلیں جنہوں نے خزاں رسیدہ ماحول میں بہاروں کو جنم دیا۔ اور ہماری عزت وحرمت اور آسائش وراحت کے لئے اپنی متاعِ زندگی قربان کر دی۔

جب بھی وقت آیا تو حضرت مجاہد ملت نے بلاخوف وخطر ہر جائز اور حق بات کہی۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....96

اس کا برملا اعلان کیا۔ اور کبھی کسی معاملہ میں کوئی مداہنت گوارہ نہ کی بلکہ آگے بڑھ کر مشکلات کو خوش آمدید کہا جس کے نتیجے میں بارہا آپ کو قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں لیکن کبھی آپ کی جبینِ استقلال پر کسی نے کوئی شکن نہ دیکھی۔

آپ کی جرأت خداداد کا ایک تاریخی ثبوت یہ ہے کہ مسٹر گاندھی جس کے سامنے ہندوستان کی موجودہ سیاسی دنیا عقیدت سے اپنا سرخم کرتی ہے۔ اور ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے کے سلسلے میں جس کا نام سرفہرست لکھا جاتا ہے۔ اس کے خلاف آپ نے ایک بار آزادیٔ ہند کے بعد کسی موقع پر الہ آباد، غازی پور اور سلطان پور ان تینوں جگہوں پر اپنی تقریروں میں سخت لب ولہجہ اختیار کیا۔ سوئے اتفاق سے ان تینوں جگہوں سے آپ کے خلاف کورٹ میں مقدمہ بھی دائر ہو گیا۔ متعلقین کو سخت وحشت اور پریشانی ہوئی لیکن آپ اپنی جگہ بالکل ایسے مطمئن تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ تھوڑی مدت تک ان جگہوں پر مقدمات چلے اور بالآخر الہ آباد ہائی کورٹ میں ان کا معاملہ پہنچا۔

حضرت مولانا نظام الدین صاحب بلیاوی ثم الہ آبادی مدظلہٗ سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور جو حضرت مجاہد ملت کے سب سے ممتاز اور قابل فخر تلمیذ رشید ہیں ان کا بیان ہے کہ جس بنچ پہ یہ مقدمہ تھا اس کے جج کی خواہش ہوئی کہ ذرا اس شخص کو تو دیکھا جائے جس نے اس زمانے میں ایسے عظیم لیڈر اور بابائے وطن کے خلاف ایسی تقریر کی۔ چنانچہ اس کی طلب پر آپ تشریف لے گئے۔ اس نے کچھ سوالات کیے جن کے آپ نے اطمینان بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ جج نے اس تاریخی مقدمہ میں جو فیصلہ صادر کیا اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ ’’چونکہ یہ ملک سیکولر ہے۔ اور دستور کی روشنی میں ہر شخص کو آزادیٔ رائے دی گئی اور اس کے اظہار کا بھی حق حاصل ہے لہٰذا مولانا حبیب الرحمٰن قادری پر کوئی فردِ جرم عائد نہیں ہوتا‘‘۔

اور جسم وجان سے بے پروائی کا ثبوت وہ دور ہے جب کلکتہ کے ہولناک فسادات (۶۴-۱۹۶۳ء میں) ہو رہے تھے۔ جن میں لاکھوں مسلم خاندان تباہ وبرباد ہو گئے اور نہ جانے کتنے مسلمان اپنے گھربار سے محروم کر دیئے گئے۔ اس عالم رستاخیز میں آپ ان کی اذیتوں اور ہلاکتوں کو دیکھ کر میدان عمل میں نکل آئے اور مسلمانوں کی حفاظت وحمایت

اوران کی آبادکاری کے لئے وہ سب کچھ کیا جو آپ کے بس میں تھا۔ اورحکومت وقت کو اس بری طرح جھنجھوڑا اوراسے للکارا کہ اس نے اپنے حق میں خیر نہ سمجھتے ہوئے حق گوئی کی پاداش میں آپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا۔

دوسال تک آپ غازی پور جیل میں رہے۔ آپ سے رسیاں بٹوائی جاتیں جس سے ہتھیلیوں میں چھالے پڑ جاتے۔ اور دوسری ذہنی ایذائیں پہنچائی جاتیں۔ اورطرح طرح کی مشکلات سے دوچار کیا گیا مگر ہر حال میں آپ نے بے مثال استقلال وپامردی کا مظاہرہ کیا اورصبر وشکر سے کام لیتے رہے۔ ملنے جلنے والوں کی آمد ورفت جاری رہتی مگر آپ کبھی ان کے سامنے کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے۔

اسی طرح سلطان پور، رائے بریلی، اور بالیسر (اڑیسہ) وغیرہ کی جیلوں میں بھی آپ نے اپنی قیمتی اورمصروف زندگی کے کئی سال گذارے جن کے جھلسے ہوئے دن نہ آپ کے عزم کو پگھلا سکے اور نہ ہی ٹھنڈی راتیں آپ کے جذبات کو سرد کرسکیں۔ اگر در ودیوار زنداں کو قوت گویائی بخش دی جائے تو آج بھی وہ آپ کی عزیمت واستقامت کی شہادت دے سکتے ہیں اورایک انصاف پسند مؤرخ تاریخ کی بہت سی گم شدہ کڑیاں جوڑ کر ایک نہایت روشن اورتابناک باب زیب قرطاس کرسکتا ہے۔

یہ قید بھی عجیب چیز ہے کہ ساری دنیا اس سے دور بھاگتی ہے مگر اہل دل اس میں پہنچ کر روحانی سکون اور اطمینان قلب محسوس کرتے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت کا جسم تو پابندِ سلاسل رہا کرتا تھا مگر آپ کی روح اور دل کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے خالق کی بارگاہ میں سجدۂ شکر اور سجدۂ عبودیت میں مصروف رہتے۔ ذوقِ عبادت میں اور اضافہ ہوجاتا اور غم روزگار سے بے نیاز ہوکر مالک حقیقی کے حضور شب وروز محوعبادت رہتے۔

مولانا حاجی شریف احمد خاں رضوی پیلی بھیتی نے ایک ملاقات کے دوران راقم سطور کو بتایا کہ ''ایک بار حضور مجاہد ملت قبلہ نے جن کی مجھ پر بے شمار شفقتیں اورعنایتیں ہیں، ارشاد فرمایا! بہت دنوں سے میں جیل نہیں گیا۔ وہاں سکون ملتا ہے۔ اور عبادت کرنے کا موقع بھی ملتا ہے''۔

واللہ! قربان جایئے اس ذوق عبادت اور لذت عشق وعرفان کے جس کا اصرار

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....97

ہے کہ۔ ؎

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پا بہ جولاں دیکھئے
چلئے اٹھئے! اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھئے

اس مردِ قلندر اور درویش کامل کی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ تفصیل سے لکھنے کے لئے ایک مستقل کتاب بلکہ اس کا ہر موضوع ایک ضخیم دفتر کا طالب ہے۔ آپ نے جہاں جامعہ حبیبیہ الہ آباد اور یوپی، بہار، بنگال ومہاراشٹر وغیرہ میں درجنوں مدارس قائم کئے وہیں مسلمانوں کی صالح قیادت اوران کی صحیح رہنمائی کرکے مسلم معاشرے میں دینی اقدار سے تعلق اور مذہبی جذبات بیدار کرنے کے لئے ''کل ہند تبلیغ سیرت'' کی مدت العمر تک صدارت فرمائی۔ متعدد صوبوں میں اس کی شاخیں قائم کیں۔ اور ہر جگہ سے وسیع پیمانے پر کام کرنے کے لئے آپ نے زبردست تحریک چلائی اور جابجا دینی اجلاس کے ذریعہ نیز ذمہ داران حکومت سے مل کر مسلمانوں کے معاملات اوران کے حالات کا صحیح رخ پیش کیا۔ آنے والے خطرات سے آگاہ کیا اور کوٹھاری کمیشن کی ان سفارشات کے خلاف خصوصیت سے مسلسل احتجاج کرتے رہے جن سے اسلام اور دینی تعلیم پر زد پڑتی ہے۔ اسی طرح تقسیم وطن کے بعد غیر مسلموں کے قبضے میں جو مسجدیں ہیں ان کی واگذاری اور مسلم اوقاف کی دیکھ بھال اوران کی حفاظت کے لئے دین دار اور دیانت دار عملہ کے تقرر کے لئے ہمیشہ کوشاں اور آمادۂ پیکار رہے۔

حسن اتفاق سے انجمن اسلامیہ مراد پور پٹنہ کی عظیم الشان سہ روزہ کانفرنس منعقدہ ۹؍تا ۱۱؍اپریل ۱۹۵۸ء کا ایک ہینڈ بل ملا جس میں تبلیغ سیرت کے اغراض ومقاصد بھی درج ہیں اور بیداری کا پیغام بھی۔ اس کی نقل حاضر خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ اکبر! وقت کی پکار، مسلمانوں سے پُرزور اپیل

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

برادران اسلام! یاد رکھیے کہ اس متحرک دنیا میں کوئی چیز ساکن نہیں۔ قومیں ترقی

کرتی ہیں یا گر کر مٹ جاتی ہیں۔اس لئے یا تو اسلام پھیلانے کی کوشش کرو ورنہ قدرت کا عمل مسلمانوں پر بھی جاری ہوجائے گا۔

کچھ شک نہیں کہ نیکی وسچائی کے اندر بڑھنے اور پھیلنے کی قوت ہے مگر پھر بھی پھیلانے والوں کی ضرورت ہے۔بیج میں پھولنے پھلنے کی طاقت موجود سہی، مگر تخم ریزی کے ساتھ پانی دینا، حفاظت کرنا، اور محنت اٹھانا شرط ہے۔سچائی کا پھل حاصل کرنے کے لئے یہ سب مرحلے ضروری ہوتے ہیں۔آج اسلام کی سچائی بھی پھل پانے کے لئے کسان کی کاوشوں کی محتاج ہے ''کھیتی خصمان سیتی'' کا مشہور مقولہ کم کوش عالموں اور حال مست امیروں کے لئے سامان عبرت رکھتا ہے۔اسلام دوستی کے دعویٰ کے ساتھ آرام طلبی حرام ہوجاتی ہے۔

اس لئے اے مسلمانو! تم اسلام کے تقاضے اور سچائی کی پکار کو سنو! بے قرار روح، سچی تڑپ، اور درد رکھنے والا دل پیدا کرو۔جو تمہاری سوئی ہوئی قوتوں کو بھی بیدار کردے اور تمہارے ارد گرد نیند کے ماتوں کو بھی ہوشیار کردے۔

یہ کیا حال ہے کہ باطل پُر جوش اور حق کم کوش ہے۔باطل جسے سر چھپانا چاہئے وہ سرفراز ہے مگر سرفرازی جس دین کی قسمت میں تھی اسے سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ اسلام کے مدعی اسلام کی خدمت وتبلیغ کے لئے کوشش صرف نہیں کرتے۔

ان حالات میں مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ ودیگر علماء عظام ومخلص رہنمایانِ قوم نے باہمی مشورہ سے ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء میں پانچ اغراض ومقاصد پر مشتمل الٰہ آباد میں آل انڈیا تبلیغ سیرت قائم کی اور یہیں اس کا مرکزی دفتر قائم کیا۔جس نے باوجود اپنے محدود وسائل اور مالی مشکلات کے شاندار کامیابی حاصل کی۔اس کے مخلص کارکنوں کی تبلیغی جدوجہد اور سرگرمیوں سے اب تک بھارت کے طول وعرض میں تین سو سے زیادہ دینی مدارس ومکاتب قائم ہوکر چل رہے ہیں۔اور ملک کے مختلف اطراف میں اس کی شاخیں قائم کرکے مبلغین مذہبی تنظیم وتبلیغ کی خدمات میں مصروف ہیں۔جن کے مصارف کا بوجھ مرکز پر ہے۔یا اس کی شاخ پر۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....98

حضرات! اس نازک دور میں اس ملک کے چار کروڑ مسلمان کو اگر آپ خوشحال مذہبی تعلیم سے بھرپور، اور امن وسلامتی کے گہوارہ میں دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے مقاصد سے تعاون کیجئے۔اور اپنی پوری ہمت سے اس کی مالی امداد فرمائیے۔تاکہ یہ اپنے مقاصد کے حصول میں ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔وما علینا الا البلاغ

اغراض ومقاصد آل انڈیا تبلیغ سیرت

(۱) مسلمانوں کے اصلاحِ عقائد واعمال وتنظیم واتحاد (کی کوششیں)

(۲) ہر زبان جس میں اسلامیات کا عظیم الشان ذخیرہ ہے اس کی بقاء وتعلیم کی تدبیریں۔

(۳) اصلاح وترقی مدارس، تمام مدارس اسلامیہ دینیہ کو منظّم کرکے ان کے نصاب میں یکسانیت پیدا کرنے کی صورتیں۔

(۴) مساجد ومقابر، اور خانقاہوں اور مسجدوں وقبرستانوں کو ہر قسم کی دست برد سے بچانے اور ان کو ان کے مصرف پر لگانے کے لئے جدوجہد۔

(۵) اشاعت وتبلیغ، انجمن کے مقاصد سے روشناس کرانے کے لئے پریس اور اخبار جو کانفرنس کا ترجمان ہو جاری کرنے کی تدبیریں۔اور ملک کے ہر حصہ میں انجمن کی شاخوں کے بڑھانے کے لئے جدوجہد

الملتمسین: اراکین تبلیغ سیرت بہار، صوبائی دفتر سلطان گنج، پٹنہ

(۶) جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں قادری

اپنے اخیر دور میں کل ہند ''تحریک خاکسارانِ حق'' کے نام سے مجاہد ملت نے ایک ہندوستان گیر تنظیم کی داغ بیل ڈالی اور ملک کے مختلف حصوں میں ہزاروں سرگرم وکلاء، دانش ور، پروفیسرس، ڈاکٹرس اور سماجی قائدین اس کے باقاعدہ رکن منتخب ہوئے۔اس تحریک نے دینی جلسوں، کانفرنسوں اور مختلف قومی ومذہبی تقریبات اور اعراس بزرگان دین میں اپنی رضا کارانہ خدمات سے اہل ملک کو کافی حد تک متوجہ کیا۔اور مسلمانوں میں ولولہ انگیز اور ایک طاقتور اجتماعی زندگی کی راہیں ہموار کیں۔

اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تقسیم ہند سے قبل کی عنایت اللہ مشرقی کی ''خاکسار پارٹی'' اوراس کے اصول وضوابط سے ''تحریک خاکساران حق'' کا کوئی تعلق نہیں جیسا کہ میرے ایک عریضہ کے جواب میں حضرت مجاہدملت رقمطراز ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ حبیبیہ الہ آباد ۱۹۸۰ء

کرم فرما زید کرمکم ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا گرامی نامہ ایک تو عزیزی مولانا عاشق الرحمٰن صاحب سلمہٗ کے نام آیا تھا جس کا جواب تحریر کر دیا تھا کہ فقیر کے آنے پر کیفیت لکھی جائے گی۔انہوں نے فقیر سے تذکرہ کیا۔لیکن کچھ مشغولیت، کچھ فقیر کی سستی کی وجہ سے رہ گیا۔دوسرا گرامی نامہ عزیزی محمد علی جناح صاحب سلمہٗ کے نام آیا جس کو انہوں نے ابھی پڑھ کر سنایا۔اس لئے فقیر فوراً جواب لکھ رہا ہے کہ پرانے خاکساروں میں سے سبھوں نے فقیر کی تحریک کو منظور نہیں کیا بلکہ ابھی ان کی جماعت باقی ہے اور کبھی کبھی ہم لوگوں کی مخالفت بھی کرتی ہے۔

مختصر قصہ یہ ہے کہ الہ آباد کے بعض پرانے خاکساروں نے ان کی جماعت کی امارت قبول کرنے کے لئے فقیر سے اصرار کیا۔فقیر نے (عنایت اللہ) مشرقی کے خلافِ شریعت اقوال جن میں بعض بعض حد کفر تک پہنچتے ہیں جس کی علماء اہل سنت نے مخالفت کی۔اور فقیر غفرلہ القدیر بھی مخالف تھا اور ہے۔لہٰذا فقیر اس جماعت کی امارت کو قبول نہ کرے گا۔

ان لوگوں نے جواب دیا کہ مشرقی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ اقوال میرے ذاتی ہیں خاکساروں کو قبول کرنا نہیں ہے۔لہٰذا آپ ان اقوال کی مخالفت کرتے ہوئے بھی امیر رہ سکتے ہیں۔تو فقیر نے کہا کہ ان کے نکات واصول خاکسار کے اندر بھی خلاف شرع باتیں ہیں تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ ترمیم کر دیجئے۔فقیر نے ترمیم کر کے ان کے مدار النظام رئیس فاطمی کے پاس لکھنؤ بھیج دیا۔لیکن انہوں نے منظوری یا عدم منظوری کی کوئی خبر نہیں دی۔

تو فقیر نے ''خاکساران حق'' کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔اور ''خـــــذ

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....99

مـاصفا ودع ماکدر'' کی بنیاد پر جو مفید اور اس وقت ماحول کے لئے ضروری چیزیں تھیں انہیں لے لیں۔ان میں سے جن لوگوں نے میری تحریک کو منظور کیا وہ شریک ہو گئے اور فقیر کی امارت قبول کر لی۔اور کچھ لوگ ہیں وہ اپنے حال پر ہیں۔کبھی کبھی اجتماع بھی کر لیتے ہیں۔اور کبھی کبھی ہماری مخالفت بھی کرتے ہیں۔لہٰذا پرانے خاکساروں کی شرکت وقبول کرنے کا اعلان صحیح نہیں۔

فقط والدعاء

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہٗ

ارباب حکومت کے سامنے حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۷۷ء کے ہنگامہ خیز الیکشن سے ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے کہ آپ نے ایک وفد (جس میں مولانا ناصر فاخری الہ آباد، حاجی شریف احمد خاں پیلی بھیت، مشتاق احمد خاکسار فیض آباد شامل تھے) کے ساتھ پرائم منسٹر ہاؤس نئی دہلی میں آر۔کے دھون، بنسی لال، عبدالرحمٰن انتولے وغیرہ سے ملاقات کی اور بلا خوف وخطر ان سے کہا کہ ''تیس سال سے جتنے فسادات ہوئے سب کانگریس نے کرائے۔جتنے بچے یتیم ہوئے اور جتنی عورتیں بیوہ ہوئیں سب تمہاری پارٹی اور پولیس نے کیا۔میں تمہاری پارٹی میں شریک ہونے نہیں آیا ہوں۔صرف ایک دینی ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں''۔

اس ملاقات کے بعد کانگریسی نیتاؤں نے ایک پریس کانفرنس بلائی تو اس میں بھی آپ نے صاف صاف بیان دیا کہ ''میں کانگریس پارٹی میں شرکت کے لئے نہیں آیا ہوں۔بلکہ ایک دینی ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں''۔

شام کو عبدالرحمٰن انتولے کا یہ بیان مختلف اخبارات اور سیاست جدید کانپور میں آیا تھا کہ مولانا حبیب الرحمٰن قادری مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقہ کے عظیم رہنما اور ان کے دینی پیشوا ہیں ان کے ماننے والوں کی ایک زبردست تعداد پورے ملک میں پائی جاتی ہے۔معاہدہ کے بعد آپ نے اپنا جو بیان جاری کیا تھا وہ بلفظہٖ ذیل کی سطروں میں درج ہے۔

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ حبیبیہ الکریم وعلیٰ اٰله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین۔

تمام ہندو، مسلمان عوام وخواص سے گزارش

یہ امر واضح ہے کہ ۱۹۷۵ء کے فروری میں سنی علماء کی ایک جماعت نے ملک کا دورہ کرکے چھ نکاتی مطالبات کی اشاعت کی۔ اور حکومت سے بذریعہ تجاویز مطالبہ کیا کہ ان کو منظور کرے۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا جس سے ایک قسم کی ناامیدی ہوگئی۔

الیکشن کے اعلان کے بعد میں میسا کے تحت جیل سے رہا ہوکر جنتا پارٹی کے لیڈر جناب بیجو پٹنائک صاحب سے خود ملا۔ اور چودھری چرن سنگھ کی خدمت میں بذریعۂ نمائندہ مطالبات بھیجے جن کو دونوں لیڈروں نے ٹال دیا۔ ان سے بھی ناامیدی ہوگئی۔

آخر میں مایوسی کے باوجود ارکان کانگریس کی خدمت میں دو مطالبہ کے اضافہ کے ساتھ کل آٹھ مطالبات پیش کیے۔ گفت وشنید کے بعد آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے اسے منظور کرلیا۔ اور وعدہ کیا کہ کانگریس کی حکومت بننے پر اس پر عمل درآمد کرائیں گے۔

اس میں بعض مطالبات ہندو، مسلمان سب کو عام ہیں۔ اس بناء پر میری طرف سے تمام ہندو، مسلمان وغیرہ سے اپیل ہے کہ اپنا قیمتی ووٹ کانگریس کو دے کر کانگریسی امیدواروں کو کامیاب بنائیں تاکہ یہ مطالبات منظور ہوجائیں جو کہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی مفید ہیں۔

مطالبات حسبِ ذیل ہیں

(۱) کوٹھاری کمیشن کے اس حصے کو نامنظور کرے جس میں مذہبی، تعلیمی اداروں کو قومیانے (راشٹریہ کرن) کی اور بغیر رجسٹریشن کے مدرسہ قائم کرنے کو جرم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

(۲) اس امر کی یقین دہانی کہ دستور کی دفعہ ۳۰ جس میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی وترمیم نہ کی جائے۔

(۳) موجودہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۲۵ منسوخ کی جائے۔ یا مسلمانوں کو کم از کم غیر اسلامی پابندی سے (مسلم پرسنل لاء میں صریحاً مداخلت ہے) مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....100

(۴) ملک میں جو مساجد (خصوصاً پنجاب، ہریانہ، دہلی، راجستھان، کلکتہ وغیرہ) غیر مسلموں کے قبضہ میں ہیں ان کی واگذاری کی جائے۔

(۵) فرقہ وارانہ فسادات میں اقلیتوں کی املاک اور جان ومال کی حفاظت کی مکمل ضمانت دی جائے۔ اور جن اضلاع میں ایسے فرقہ وارانہ فسادات رونما ہوں وہاں کے کلکٹر وسپرنٹنڈنٹ پولیس اور پولیس اور سازش میں ملوث افسران کو برخاست کرکے ان پر مقدمہ چلایا جائے اور نقصانات جان ومال کی تلافی کی جائے۔

(۶) مسلمانوں کی ان املاک کو جو دینی اغراض کے لئے وقف کی گئی ہیں انہیں سرکاری مسلمانوں کے خرد برد سے بچایا جائے۔ سنی وقف بورڈ میں ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کے نمائندوں کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

(۷) ایمرجنسی کے دوران جن لوگوں کے ساتھ ادھیکاریوں نے جبری نسبندی کی ہے۔ جبر کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ اور جن علاقوں میں ایمرجنسی کے دوران فائرنگ ہوئی ہے وہاں فائرنگ سے مرنے والوں کا معاوضہ دیا جائے۔

(۸) ایک کمیشن علماء کا قائم کیا جائے جس میں ''آل انڈیا تبلیغ سیرت'' کے منتخب کردہ علماء کو رکھا جائے۔ جن کے مشورہ پر حکومت مسلمانوں کے مذہبی معاملات پر عمل درآمد کرے۔

المشتہر: خادم فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہٗ

صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت وامیر کل ہند تحریک ''خاکسارانِ حق''

کوئی دنیادار لیڈر اور مفاد پرست رہنما ہوتا تو ۱۹۷۷ء میں جب کہ کانگریس پارٹی کی کشتیٔ حیات بھنور میں تھی اور پورے ملک کے عوام ایمرجنسی کے درمیان ہونے والی زیادتیوں کی وجہ سے اس سے بدظن ہوچکے تھے اس نازک موقع سے زبردست فائدہ اٹھاتا۔ اور نہ جانے کتنوں نے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ کانگریس کے خلاف تقریباً ہر صوبے میں نفرت وبے زاری اور برہمی وناراضگی کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں اس کے چوٹی کے لیڈر حواس باختہ تھے۔ ایسے برے وقت میں آپ نے محض ملی مفادات کے تحت

سارے ذاتی اغراض سے بالاتر ہوکر اس کا ساتھ دیا۔ اور پھر اس زمانے میں جب کہ اس
کا آفتاب اقبال نصف النہار پہ تھا معاہدہ کی تکمیل نہ کرنے اور اس کے ظلم وزیادتی پر
احتجاج کرتے ہوئے اپنا یہ طویل بیان (بزبان اردو ہندی) ہزاروں کی تعداد میں
پورے ملک میں تقسیم کرایا۔ یہ پمفلٹ آپ کے خلوص وللّٰہیت اور دینی وملی غیرت وحمیت
کا صحیح آئینہ دار ہے۔

ہندوستان میں سیکولرازم کی بقاء کیلئے ضروری لمحۂ فکریہ

عید کے دن مرادآباد سے جو خلفشار شروع ہوا اس کا رنگ ایسا تھا کہ صرف یوپی
نہیں بلکہ پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا اگر ذمہ داران فوری کارروائی نہ
کرتے۔ اس خلفشار کی ابتداء بظاہر مرادآباد سے ہے لیکن حقیقۃً جنتا حکومت کے زوال
کے وقت ہی سے اس شرانگیز تحریک کی ابتدا ہو چکی تھی۔ جیسا کہ الہ آباد میں پولیس کے
سامنے ہی پائپ سے پانی لینے کے بارے میں دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا اور جب جھگڑا
بڑھ گیا تو پولیس نے یکطرفہ کارروائی کرتے ہوئے صرف مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنایا۔
ان کی دوکانیں لوٹیں اور خدا جانے کیا کیا ناجائز حرکتیں کیں۔ ساتھ ہی ساتھ فیروزآباد کی
مسجد پر شرپسندوں نے غالباً بم پھینکا۔ ہماری جماعت ''خاکساران حق'' خصوصاً اس کے
سالار کی ہوشیاری کی وجہ سے جھگڑا نہ ہوسکا اور امن وامان کی فضا برقرار رہی۔ الہ آباد،
فیروزآباد کے علاوہ اور بھی نہ معلوم کہاں کہاں اس طرح کی شرانگیزی کر کے امن وامان
کی فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن مرادآباد کے حالیہ فساد میں شرانگیز فسادیوں
نے ایک نیا طریقہ اپنایا۔ وہ یہ کہ عید کی نماز کے وقت عیدگاہ میں نمازیوں پر سور دوڑا دیا
تاکہ مسلمان رنج وغم اور غصہ کی وجہ سے بدحواس ہوکر بھڑک اٹھے۔ اور پولیس کے بھیس
میں آر، ایس، ایس کے درندوں کو اپنی درندگی اور بہیمیت کے مظاہرہ کا موقع مل جائے
اور ایسا ہی ہوا۔ مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے اور بے گناہ مسلمانوں کے خلاف حکومت
کے دماغ کو خراب کرنے کے لئے اور ملک کے امن وامان کی فضا کو زہریلی کرنے کی یہ
ایک منظّم اور سمجھی بوجھی سازش تھی جو پہلے سے چل رہی تھی اور اندر اندر اب بھی چل رہی

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....101

ہے۔ حالیہ فرقہ وارانہ فسادات اس کا واضح ثبوت ہیں۔
مگر یہ بات واضح رہے کہ اگر ہوش مندی سے کام نہ لیا گیا تو ان فسادات کی لپیٹ
میں آ کر جہاں مسلمان تباہ وبرباد ہو رہے ہیں اور ہوں گے وہیں ہندوؤں کا بھی کچھ نہ
کچھ نقصان ضرور ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ اندرا کانگریس بھی محفوظ نہ رہ سکے گی اور کوئی تعجب
نہیں کہ یہ طوفان بدتمیزی حد سے گذر جائے تو ملک بھی تباہی کے دہانے پر آجائے۔
لہٰذا ملک میں برپا ہونے والے حالیہ فرقہ وارانہ فسادات مسلمانوں، انصاف پسند
ہندوؤں اور حکومت کے لئے ضروری لمحۂ فکریہ ہیں۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر کس کو کیا
کرنا چاہئے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
(۱) حالیہ فسادات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جنتا حکومت جو دراصل آر،
ایس، ایس اور جن سنگھ کی حکومت تھی اس نے اپنے دور حکومت میں حکومت کے ہر شعبہ
خصوصاً پولیس میں کثرت سے ''مسلم کش'' ذہنیت رکھنے والے آدمیوں کو بھر دیا اور اب
چال یہ چلی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کو بھڑکاؤ اور جب یہ بھڑک کر سامنے آجائیں تو پولیس
کی وردی میں ملبوس ہمارے آدمی قیام امن کے نام پر نہایت اطمینان سے مسلمانوں کو
گولیوں کا نشانہ بنائیں۔ مکان و دوکان لوٹیں وغیرہ وغیرہ جو ناکردہ حرکتیں کرسکتے ہیں
کریں۔ اور اس میں ان کی جماعت بھی پولیس کی مددگار ہو جائے۔ اور اگر پولیس و آر،
ایس، ایس اور جن سنگھ کا آپس میں گٹھ جوڑ نہیں ہے تو مرادآباد میں جھگڑا مسلمانوں اور
پولیس کا تھا۔ ہندوؤں کے الجھنے کا کیا معنی؟
اور شرپسند عناصر کسی مندر یا ہندوؤں کے کسی مقام عبادت میں گائے کا سریا
گوشت ڈال سکتے ہیں اور اس طرح ہندو مسلم فساد کی آگ بھڑکا سکتے ہیں اور نتیجے میں
بے چارے بے گناہ مسلمانوں کو بدنام کرسکتے ہیں اور اس پرفتن اور شرانگیز ماحول میں
عجب نہیں کہ پھر کوئی فسادی پیسے کی لالچ میں فساد کرانے کی غرض سے سور کاٹ کر مسجد میں
ڈال دے یا کوئی فسادی گائے کا گوشت مندر میں ڈال دے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی نوع
فساد بڑھے اور مسلمان گولیوں کا نشانہ بنیں اور آسانی سے تباہ وبرباد کیے جائیں۔ اور
جہاں زیادہ تباہی وبربادی ہوئی ظاہر ہے وہاں حکومت کی بدنامی بھی ہوگی گویا فسادی اس

طریقے سے ایک تیر میں دو شکار کریں گے۔ یعنی مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا اور حکومت کو بدنام کرنا دونوں مقصد بیک وقت حاصل ہو جائیں گے۔ ع

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

خدا کرے کہ موجودہ خلفشار جلد سے جلد فرو ہو جائے لیکن اس وقت فسادات کے فرو ہو جانے کے بعد یہ سمجھ لینا کہ واقعۃً فسادات بالکل فرو ہو گئے۔ غلط ہے، غلط ہے، غلط ہے۔ تباہی ہے، تباہی ہے، تباہی ہے۔ ہرگز کسی کو مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیشہ کے لئے اس کو اکھیڑ پھینکنے کے لئے سرتوڑ کوشش کرنی چاہیے۔

اس لئے جس طرح جسم سے جب تک مادۂ فاسدہ کو ختم نہ کیا جائے محض آپریشن کر کے دس بیس پھوڑے ٹھیک کر دینے سے حقیقی فائدہ نہ ہوگا بلکہ جسم میں موجود مادۂ فاسدہ کی وجہ سے سیکڑوں پھوڑے نکل کر صحت برباد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جب تک حکومت فسادی مادوں کا صفایا نہ کرے گی فسادات ہوتے رہیں گے۔ مسلمان تباہ ہوتے رہیں گے اور حکومت بھی بدنام ہوتی رہے گی۔

لہٰذا حکومت اس معاملہ میں نہایت سنجیدگی سے غور و فکر کر کے ایسا قوی اقدام کرے کہ جس سے یہ فسادی اپنے ناجائز مقصد میں بالکلیہ ناکام ہو جائیں۔

(۲) اب مسلمان اس موقع پر غور و فکر کریں کہ فسادی لوگ جو مسجد میں سور دوڑا کر یا سور کا گوشت ڈال کر انہیں ابھارتے اور بھڑکاتے ہیں اس سے ان کا کیا مقصد ہے؟ تو ان کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ مسلمان بے قابو ہو جائیں اور بھڑک کر خود ہی تباہ و برباد ہو جائیں اور فسادیوں کا مقصد پورا ہو جائے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کے روح فرسا و جاں گداز موقعوں پر اپنے خون کا گھونٹ پی کر صبر و تحمل سے کام لیں۔ بجائے جوابی کارروائی کرنے کے حکومت کو مطلع کریں اور نہایت خفیہ طریقہ پر اس کا پتہ لگائیں کہ ایسی حرکتیں کون کر رہا ہے؟ موقع پر اس کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کریں بلکہ حکومت کو ضرور مطلع کریں۔ اور اگر بار بار ایسی حرکت ہو اور حکومت فساد میں ملوث فسادیوں کو عبرت ناک سزا دے کر فسادات کو نہ بند کرائے تو اس وقت نہ تو فقیر کو آپ لوگوں کو منع کرنے کی ہمت ہوگی اور نہ ہی آپ میں

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....102

ماننے کی سکت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ''مرتا کیا نہ کرتا'' مثال صادق آئے گی۔

مسلمانو! اگر آپ حضرات نے میری گذارش پر ہوش اور سنجیدگی کے ساتھ غور نہ کیا اور برافروختہ ہو گئے تو نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ ابھی جو کچھ ہو رہا ہے اس سے بدتر حال ہوگا اور تباہ کار فسادی کامیاب سے کامیاب ہوں گے۔ وما علینا الا البلاغ

(۳) حکومت کو چاہیے کہ بڑی ہوشیاری سے فسادات کو روکنے کی کارروائی کرے اور نہایت چاق و چوبند ہو کر فسادی مادوں کا صفایا کرے۔ پولیس کی زیادتیوں پر غائر نظر کرے ورنہ جہاں مسلمان تباہ ہوگا وہیں کچھ نہ کچھ حکومت کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر کرفیو کے اندر مارے جانے والے اور لوٹے جانے والے مسلمانوں کے متعلق معتمد ذرائع سے تحقیق کرے اگر یہ نہ ہوا اور پولیس کی زیادتی بڑھی تو نتیجہ ظاہر ہے۔ ''جسے بار بار کہنے کی ضرورت نہیں''۔

(۴) انصاف پسند ہندوؤں کو چاہیے کہ ہندو مسلمان مل کر مشترکہ طور پر ایک جماعت تیار کریں۔ اس جماعت کا کام یہ ہو کہ ہندو، مسلمان، یا پولیس میں جو بھی فساد کا آغاز کرے یا کرائے "البادی اظلم" کی بنا پر اسے گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے کیفر کردار کو پہنچائے۔ اور فساد ہو جانے کی صورت میں یہ جماعت کوشش کرے کہ حملہ کا سلسلہ بند ہو اور جب حملہ کا سلسلہ بند ہو جائے گا تو فساد خود بخود رک جائے گا۔

اسی لئے فقیر نے ایک جماعت ''خاکساران حق'' نام کی قائم کی ہے۔ جس کے سپاہی میں بلا تخصیص ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، غرضیکہ ہر وہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ فرقہ وارانہ فساد نہ ہو وہ شریک ہو سکتا ہے۔ چاہے لوگ الگ الگ سے اس کی کوشش کریں یا اس جماعت میں شریک ہو کر کوشش کریں بہرحال مقصد حاصل ہے۔ الیٰ آخرہ

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہٗ

صرف ہندوستانی مسلمانوں ہی کی اصلاح حال پر ان کی نظر نہ تھی۔ بلکہ عالم اسلام و دیگر ممالک میں جو کچھ پیش آتا اس پر آپ نظر رکھتے اور مسلمانوں پر جو مصیبتیں ٹوٹتیں اور بلائیں آتیں انہیں دیکھ کر آپ تڑپ اٹھتے۔ چنانچہ برما کے مسلمانوں پر جب مظالم ڈھائے جا رہے تھے تو آپ نے اس طرح اپنے درد و کرب کا اظہار فرمایا۔

مسلمانانِ ہنداور انصاف پسند غیر مسلموں سے گذارش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ وابنہ وحزبہ اجمعین

فقیر غفرلہٗ القدیر بنگال واڑیسہ کے مختصر دورے سے آج بتاریخ ۲۵ر جمادی الآخریٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲ر جون ۱۹۷۸ء بروز جمعہ مبارکہ واپس آیا۔ بعد نماز جمعہ بعض احباب نے اخبارات، سیاست جدید کانپور مورخہ ۲ر جون ۱۹۷۸ء اور بلٹز ممبئی مورخہ ۲۷ر مئی ۱۹۷۸ء پڑھ کر سنائے۔

اخبار سیاست میں برما کے مسلمانوں پر بے جا ظلم، بے تحاشا بربریت، قتل عام اور عورتوں کی آبروریزی کی مختصر داستان تھی۔ بلٹز میں ان جانکاہ وروح فرسا واقعات کی تفصیل آئی ہے۔ اور ہارون رشید صاحب نے حکومتِ برما کے ترجمان کے بیان کو غلط ثابت کیا ہے۔ سیاست میں احسن رضا خاں صاحب کا بیان شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں سے عموماً اور علماء سے خصوصاً مطالبہ کیا ہے کہ جلسہ وجلوس وغیرہ کر کے اور بیانات دے کر احتجاج کریں۔

فقیر کی رائے میں یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کا وفد جا کر حکومتِ برما کے سفیر مقیم دہلی سے ملے اور احتجاج کرے۔ اور ہندوستان کے وزیر اعظم و وزیر خارجہ سے مل کر حکومت برما کے ان بے تحاشا مظالم کے متعلق حکومت ہند کے سکوت پر اظہار افسوس کرے۔

انصاف پسند غیر مسلموں سے گذارش ہے کہ وہ بھی احتجاجی اقدامات عمل میں لائیں

مسلمانانِ ہند اگر اب بھی متنبہ نہ ہوں اور اپنے اوپر ہونے والے روزمرہ کے

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....103

مظالم کو روکنے کے لئے جان توڑ کوشش نہ کریں اور جان کی بازی نہ لگائیں تو یاد رکھیں کہ وہ دن دور نہیں ہے جب ہندوستان بھی برما کا رنگ دکھائے گا۔ جس کے ابتدائی نمونے بعض شہروں میں ابتدائی رنگ دکھا چکے ہیں۔

خدا کرے کہ مسلمانانِ ہند کو ہوش آئے۔ اور وہ اپنی آئندہ نسل کو ہندوستان میں مسلمان رہنے اور باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے پوری جدوجہد کریں۔ اور اس میں اگر جان کی بازی کی نوبت آئے تو اس سے بھی دریغ نہ کریں۔

ناشر: ناظم نشر واشاعت آل انڈیا تبلیغ سیرت نمبر ۱۴۰، اتر سوئیا۔ الٰہ آباد، یوپی

بعض عقیدت مند کہتے کہ حضرت! زعماء وقائدین ساتھ نہیں دیتے۔ حکومت سے ڈرتے ہیں یا دنیاوی منفعت ان کے پیش نظر ہے۔ آپ فرماتے! ٹھیک ہے، ساتھ دینے کی ہمت نہیں رکھتے لیکن میں بھی کچھ نہ بولوں تو آخر تمہاری آواز ایوانِ حکومت تک کون پہنچائے گا؟ دوڑ دھوپ اور چیخ وپکار سے کچھ نہ کچھ توجہ تو ہی جاتی ہے۔ شاید مجھ بے وقوف کی ان جنوں انگیز حرکتوں کا لوگوں پر کچھ اثر ہو اور کبھی وہ میرا تعاون کرنے لگیں تو پھر ہم ایک منظّم اور باوقار زندگی گذار سکیں گے اور حکومت کو لامحالہ ہمارے جائز مطالبوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ زندہ اور طاقت ور قومیں اپنے حقوق چھین لیتی ہیں۔

اپنے رب کریم کی بارگاہ میں جب آپ پہنچتے تو سراپا عجز ونیاز بن جاتے۔ صبح کے پُرسکون لمحات اور اپنی خلوتوں میں جس وقت مسلمانوں کی اصلاح وترقی کی دعائیں مانگتے ان کی حالتِ زار پر آنسو بہاتے اور ان کے خلاف مسلسل کی جانے والی ریشہ دوانیوں سے رب قادر وقیوم کی بارگاہ میں حفاظت کی بھیک مانگتے تو دیکھنے والے دیکھتے کہ ان کی گریہ وزاری اور نالۂ پر درد میں قیامت کی تڑپ شامل ہوتی۔ اور ایسا محسوس ہوتا کہ وہ رو رو کر اپنے آنسوؤں کے قطرات سے آسمان کے ستاروں کی طرح ہماری تاریک راتوں میں اجالا پھیلا دیں گے۔ گدازئ قلب کی یہ حالت تھی کہ جب بھی کسی ملک کے مسلمانوں پر آفت ومصیبت کی کوئی خبر سنتے اور کسی عالم دین یا بزرگ کے انتقال کی خبر کانوں میں پڑ جاتی تو اس طرح زار وقطار

رونے لگتے کہ۔ ؎

کوئی جا کر یہ کہہ دے ابر نیساں سے کہ یوں برسے
کہ جیسے مینہ برستا ہے ہمارے دیدۂ تر سے

آپ کی پاکیزہ شخصیت، بے داغ زندگی، اور اس کی بے لوث جد و جہد کے نقوشِ جمیل الٰہ آباد و کان پور (یوپی) پٹنہ (بہار) جبل پور (مدھیہ پردیش) کٹک (اڑیسہ) اور ممبئی (مہاراشٹر) سے کلکتہ (بنگال) تک خورشید سحر کی طرح تابناک ہیں۔ جن میں نہ اپنی ذاتی و سیاسی سربلندی و سرفرازی کی ہوس ہے اور نہ قیادت کی خواہش اور لپک، بلکہ بے نفسی اور اخلاص قلب کے ساتھ ہر موڑ پر آپ سامنے آئے اور مسلمانوں کو آبرومندانہ زندگی بخشنے کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر کے مخالفانہ ماحول اور نازک حالات میں بھی سینہ سپر ہو کر اپنی عدیم النظیر جرأت و جسارت سے قوم کے نوجوانوں کو درس شجاعت دیتے رہے۔ اور ان کے خفتہ جذبات کو بیدار کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح ان کی رگوں کا خون گردش میں آئے اور اپنی قوت بازو سے ایک جہانِ نو کی تعمیر میں وہ لگ جائیں۔

اس عہدِ اخیر میں ایک متبحر اور صاحب فکر و نظر عالم دین، اور مخلص و بے غرض خادم قوم کی حیثیت سے آپ ملت اسلامیۂ ہند کی کشتی کے ناخدا اور اس کے کھیون ہار تھے۔ اور ہر حال میں آپ وہی کہتے اور کرتے جس کی اجازت شریعت مطہرہ کی بارگاہ سے ملتی۔ تدبیر و سیاست کا جوہر ان کے اندر وہ تھا جس کا تعلق مومنانہ فراست سے ہے۔ دھوکہ بازی و فریب کاری، خیانت و بدعہدی اور کذب بیانی و ضمیر فروشی جو عصر حاضر کی سیاست کا خمیر ہے اس سے کبھی آپ کی زبان آلودہ نہ ہوئی اور نہ ہی ایسے خیالات کو کبھی دل میں آپ نے جگہ دی۔ شب و روز آپ مسلمانوں کے پیچیدہ مسائل میں الجھے رہتے اور فکر امت ہی میں غلطاں و پیچاں رہتے کہ یہی ان کی غذا اور ان کی خوراک تھی۔ اور اسی میں وہ اپنی صحت و عافیت سمجھتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ قائدین اہل سنت کا وہ مبارک سلسلہ آپ کی ذات پر ختم ہے جس کے

Irfan/D:/Irfan/misbahi-sb/3 bargozida shakhsiyaten.inp....104

پیچھے اوصاف و کمالاتِ دینی و علمی کا ایک کارواں نظر آتا ہے اور جس نے اپنی جدائی سے ہمیں یتیم و بے سہارا اور بے یار و مددگار بنا دیا۔ صد حیف کہ اپنے خاکستر میں وہ چنگاری جسے یادگار رونق بزم دوشیں سمجھنا چاہیے بادِ صبا نے اسے بھی نہ چھوڑا اور بادِ صرصر بن کر اسے کائنات کی پہنائیوں میں گم کر دیا۔ اور ہماری محفل کا وہ اجالا چھن گیا جو اس شمع فروزاں کی بدولت قائم تھا۔ اور............ وائے افسوس کہ۔ ؎

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

☆☆☆